اللہ نور السمٰوٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح

مصباح الخطباء

حصہ اول

مختلف عنوانات پر بیش قیمت
تقاریر کا بے مثال مجموعہ۔ حقائق و دقائق کا انمول خزینہ۔
مبلغین و مقررین کے لیے ایک نادر تحفہ۔

مرتبہ
حکیم حافظ عبد الخالق
خوشاب

ناشر
مکتبۃ البشیر
جامعہ عربیہ مصباح العلوم خوشاب

نام کتاب	مصباح الخطباء (جلد اول)
نام مؤلف	علامہ حکیم عبدالخالق خوشاب۔
کتابت	محمد عمران اختر۔ جوہرآباد
تاریخ طباعت	اپریل 201ء
مطبع	یمانی پرنٹرز ۲۵ ہجویری پارک ریتی گن روڈ لاہور۔
ناشر	مکتبۃ البشیر جامعہ عربیہ مصباح العلوم خوشاب۔
قیمت	روپے

ملنے کے پتے

- ☆ مکتبۃ البشیر جامعہ عربیہ مصباح العلوم (گروٹ روڈ) خوشاب۔
- ☆ مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی۔
- ☆ دفتر ماہنامہ نغمہ توحید جامع مسجد بخاری فیصل گیٹ گجرات۔
- ☆ ادارہ اشاعت التوحید والسنت مسجد شہداء مال روڈ لاہور۔
- ☆ مکتبۃ الیمان پنج پیر ضلع صوابی (صوبہ سرحد)۔
- ☆ اشاعت اکیڈمی قصہ خوانی بازار پشاور۔
- ☆ مکتبہ حمادیہ جامعہ اسلامیہ بدر العلوم رحیم یار خان۔
- ☆ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی۔
- ☆ مکتبہ حقانیہ جامعہ حقانیہ نزد سوئی گیس دفتر گوجرانوالہ۔
- ☆ مکتبہ اشاعت الاسلام فیصل آباد۔
- ☆ مکتبہ حسینیہ جامع مسجد معاویہؓ فاروق اعظمؓ روڈ سرگودھا۔
- ☆ محمدی کتب خانہ گڑھا چوک منڈی بہاؤالدین۔
- ☆ مکتبہ توحید وسنت بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

آئینہ

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
انتساب	۱۳	(۲) تدوین قرآن	۳۵
رائے گرامی	۱۵	لوح محفوظ سے نزول	۳۵
عرض مرتب	۱۷	تدریجی نزول	۳۶
(۱) فضائل قرآن	۱۹	حکمتیں	۳۷
اسماء القرآن	۱۹	سینہ نبوت خزینہ قرآن	۳۸
تعارف قرآن از قرآن	۲۰	صحابہ کرامؓ کا حفظ کرنا	۳۹
نسبت قرآن	۲۱	کتابت وحی	۴۰
بہترین استاد اور بہترین شاگرد	۲۲	ترتیب تلاوت	۴۰
مجلس قرآن	۲۳	عہد صدیقی اور جمع قرآن	۴۲
مجلس قرآن کا ہم نشین	۲۵	عہد عثمانی اور جمع قرآن	۴۴
فرشتے قرآن سننے آئے	۲۵	سورۃ توبہ اور بسم اللہ	۴۶
قرآن کی قدر و قیمت	۲۷	نقطے اعراب' پارے وغیرہ	۴۷
قرآن سے دل کا زنگ اترنا	۲۷	طباعت قرآن	۴۸
قوموں کا عروج و زوال	۲۸	(۳) حقوق قرآن	۵۰
والدین کو تاج پہنانا	۲۹	پہلا حق	۵۰
پڑھتا جا اور چڑھتا جا	۳۰	آداب تلاوت	۵۲
حافظ قرآن کی شفاعت	۳۱	دوسرا حق	۵۴
ہادی کتاب	۳۱	فہم قرآن	۵۵
تمام فتنوں کا علاج	۳۲	تیسرا حق	۵۷

عنوان	صفحہ
سائنس اور قرآن	۵۸
چوتھا حق	۵۹
نفاذ قرآن	۶۰
پانچواں حق	۶۲
ہماری ذمہ داری	۶۵
قرآن کی مظلومیت	۶۶
(۶) اعجاز قرآن نمبر ۱	۶۷
معجزہ کا معنیٰ	۶۷
شاہ کار معجزہ	۶۷
معجزہ من حیث البلاغت	۶۸
چیلنج دیا گیا	۷۱
ناکام کوشش	۷۳
چیلنج آج بھی موجود ہے	۷۴
معجزہ من حیث التاثیر	۷۵
خنساء نے شعر کہنا چھوڑ دیا	۷۵
طفیل بن عمرو دوسی کا اسلام	۷۶
حضرت عمرؓ متاثر ہوئے	۷۷
شاہ حبشہ کا متاثر ہونا	۷۸
جنات کا متاثر ہونا	۸۰
(۷) اعجاز قرآن نمبر ۲	۸۳
معجزہ من حیث الحفاظت	۸۳

عنوان	صفحہ
سند قرآن	۸۵
جمع کرنا اور جاری کرنا ہماری ذمہ داری ہے	۸۶
صحابہ کرامؓ کا قرآن حفظ کرنا	۸۶
حفاظت قرآن کا غیبی انتظام	۸۷
معجزہ من حیث التزکیہ	۸۸
انقلاب قرآن	۸۹
معجزہ من حیث الاعلام بالغیب	۹۱
مقابلہ نہ کر سکنے کی پیش گوئی	۹۱
حفاظت کی پیش گوئی	۹۱
اظہار دین کی پیش گوئی	۹۲
مسجد حرام میں داخلہ کی پیش گوئی	۹۳
کفار کی ہزیمت کی پیش گوئی	۹۴
استخلاف صحابہؓ کی پیش گوئی	۹۴
غلبہ روم کی پیش گوئی	۹۵
وعدہ نصرت پورا ہوگیا	۹۷
(۸) اعجاز قرآن نمبر ۳	۹۸
معجزہ من حیث صدق المقال	۹۸
زمین و آسمان کی تخلیق	۹۹
ذرہ کی تقسیم	۱۰۰
ٹیسٹ ٹیوب بے بی	۱۰۰
ہر شے میں زوجیت ہے	۱۰۱

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ماں کے پیٹ میں تین پردے	۱۰۲	جمالیات	۱۱۴
تذکیر و تانیث بوجہ نطفہ	۱۰۲	قانون کی پابندی	۱۱۴
سورج متحرک ہے	۱۰۳	جہاد فی سبیل اللہ	۱۱۵
بارش کا پانی	۱۰۳	علم فلکیات	۱۱۵
دو دریاؤں کا پانی	۱۰۴	علم طب	۱۱۶
انگلیوں کے نشانات	۱۰۵	[redacted]	۱۱۷
پانی سے زندگی	۱۰۵	معجزہ من حیث الاعداد	۱۱۷
ہوا کے ذریعہ تلقیح	۱۰۶	۱۹ کا عدد	۱۱۸
مکڑی کا گھر	۱۰۶	بسم اللہ کے عجائبات	۱۱۹
خنزیر کا گوشت	۱۰۶	یہ محض اتفاق نہیں ہے	۱۱۹
شمسی و قمری سال	۱۰۷	سورۃ اخلاص اور لفظ اللہ	۱۲۰
معجزہ من حیث الاکمال	۱۰۷	سورۃ بقرہ اور لفظ حلیم	۱۲۰
صفات الٰہیہ	۱۰۸	بسم اللہ کی کتابت	۱۲۱
تصور رسالت	۱۰۹	سورۃ ''ق'' میں ''ق'' کی تعداد	۱۲۱
ایمانیات اور عبادات	۱۰۹	قوم لوط اور اخوان لوط	۱۲۲
تخلیق انسان	۱۱۰	سورۃ ''ن'' میں ''ن'' کی تعداد	۱۲۲
انسانی زندگی کا مقصد	۱۱۰	حرف ''ص'' ''میم'' ''راء'' ''ح''	۱۲۲
دنیا کی حقیقت	۱۱۰	حرف ''الف'' ''لام'' ''حم''	۱۲۳
معاشرتی و اخلاقی اقدار	۱۱۱	سورۃ یس اور طہ کے حروف	۱۲۴
معاشیات	۱۱۲	طس، طسم، حمعسق و دیگر حروف مقطعات	۱۲۴
ملکی قوانین	۱۱۳	معجزہ من حیث التوازن	۱۲۵

عنوان	صفحہ
آیات وعد و آیات وعید	۱۲۵
آیات مردگی	۱۲۶
آیات مثال	۱۲۶
دنیو و آخرت	۱۲۶
شیاطین اور ملائکہ	۱۲۶
حیات اور موت	۱۲۶
بصیرت اور قلب	۱۲۶
نفع و فساد	۱۲۶
صیف و شتاء	۱۲۶
صالحات و سیئات	۱۲۷
جہیم و عقاب	۱۲۷
فحشاء اور غضب	۱۲۷
محرمات ثلاثہ	۱۲۷
لعنت اور کراہیت	۱۲۷
رجس اور رجز	۱۲۷
ضیق اور طمانیت	۱۲۷
صبر و اخلاص	۱۲۷
الناس اور الرسل	۱۲۷
قابیل اور بنی آدم	۱۲۷
قرآن اور اسلام	۱۲۷
محمد [illegible]	۱۲۷

عنوان	صفحہ
ایمان اور کفر	۱۲۸
ابلیس اور استعاذہ	۱۲۸
سحر اور فتنہ وغیرہ	۱۲۸
دیگر موضوعات	۱۲۸
حیرت انگیز توازن	۱۳۰
(۱) ایمان [illegible]	۱۳۱
ایمان و اسلام میں فرق	۱۳۱
حدیث جبریل	۱۳۲
قرآن شاہد ہے	۱۳۴
ایک مثال	۱۳۵
ایمان کے ارکان	۱۳۶
اللہ تعالیٰ کا احسان	۱۳۷
ایمان اور امتحان	۱۳۷
حضرت خبابؓ کی تکالیف	۱۳۹
ابتلاء بقدر دین و ایمان	۱۴۰
ایمان کی تکمیل و حلاوت	۱۴۱
شرائط ایمان	۱۴۲
ماننا اور جاننا	۱۴۲
یقین کرنا	۱۴۳
سارے دین کو ماننا	۱۴۴
اسی حیثیت میں ماننا	[illegible]

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
پیغمبرؐ پر اعتماد کر کے ماننا	۱۴۵	مثال اول	۱۶۱
اضداد سے تبری کا اظہار کرنا	۱۴۶	مثال ثانی	۱۶۲
اسوۂ ابراہیمی	۱۴۷	مثال ثالث	۱۶۳
(۹) مسئلہ [illegible]	۱۴۸	(۱۰) مسئلہ علم غیب و مختار کل	۱۶۵
آپؐ کی تکالیف	۱۴۸	سمجھانے کے مختلف انداز	۱۶۵
حضرت بلالؓ، حضرت صہیبؓ، حضرت یاسرؓ	۱۴۹	آج کا عجیب عنوان	۱۶۶
وجہ کیا تھی؟	۱۵۰	اعلان محمدیؐ	۱۶۶
دینی جھگڑا تھا	۱۵۰	احادیث کی رو سے نفی علم غیب	۱۶۸
کیا ذات الٰہی کا جھگڑا تھا؟	۱۵۱	جبریل علیہ السلام کا سوال	۱۶۸
کیا اعمال خیر کا جھگڑا تھا؟	۱۵۲	جوتے پہن کر نماز	۱۶۸
صفاء پہاڑی کا وعظ	۱۵۳	حضرت عائشہؓ کا ہار	۱۶۸
جھگڑا مسئلہ الٰہ میں تھا	۱۵۴	واقعہ بیر معونہ	۱۶۹
اہمیت لا الٰہ الا اللہ	۱۵۵	مسجد ضرار	۱۶۹
سب سے بہترین ذکر	۱۵۶	یہود کے سوالات	۱۷۰
سابقہ تمام گناہ معاف	۱۵۶	ابن اُبی کی بکواسات	۱۷۰
شفاعت کا مستحق کون؟	۱۵۷	بیبیوں کا مشورہ	۱۷۱
نجات کا دارومدار	۱۵۷	چار رکعات کی بجائے دو رکعات	۱۷۱
جنت کی چابی	۱۵۸	نبی مختار کل	۱۷۰
کاغذ کا پرزہ بھاری ہو گیا	۱۵۹	ظلم و ستم برداشت کیا	۱۷۲
ایمان کی جان	۱۶۰	خلاف [illegible] بدر و احد کے واقعات	۱۷۲
[illegible] کا معنی	[illegible]	[illegible]	۱۷۳

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
بیٹے کی وفات	۱۷۳	ایک مردہ حقیقت کھولتا ہے	۱۹۵
امام الانبیاءؑ کی اپنی وفات	۱۷۴	سونے والے کا حال	۱۹۶
(۱۱) مسئلہ ربوبیت	۱۷۵	امام الانبیاءؑ سو رہے ہیں	۱۹۷
ربوبیت کا معنیٰ	۱۷۵	زندہ ہیں مگر خبر نہیں	۱۹۸
مسئلہ ربوبیت کی اہمیت	۱۷۶	امام الانبیاءؑ کا سوال	۱۹۸
مثال اول	۱۷۶	انبیاء کرامؑ سے سوال	۱۹۹
مثال ثانی	۱۷۷	آپؐ کو بھی بعد کے حالات کی خبر نہیں	۲۰۰
مثال ثالث	۱۷۹	(۱۳) مضطر کی دعا	۲۰۳
مثال رابع	۱۸۰	مضطر کا معنیٰ	۲۰۴
عالم ارواح اور مسئلہ ربوبیت	۱۸۱	حضرت یوسفؑ، یونسؑ کی مثال	۲۰۵
انبیا کرامؑ اور مسئلہ ربوبیت	۱۸۲	حضرت ایوبؑ کی مثال	۲۰۶
امام الانبیاء اور مسئلہ ربوبیت	۱۸۴	حضرت یعقوبؑ کی مثال	۲۰۶
مختلف جہان اور مسئلہ ربوبیت	۱۸۵	حضرت عائشہؓ کی حالات	۲۰۷
قرآن اور مسئلہ ربوبیت	۱۸۶	حضرت خولہؓ کی حالت	۲۰۸
نماز اور مسئلہ ربوبیت	۱۸۷	خچر والا مزدور	۲۱۰
(۱۲) مشرب اور شرک	۱۸۸	ایک مظلوم بچہ	۲۱۲
مذمت شرک	۱۸۸	[illegible] نے اللہ کو پکارا	۲۱۳
آج کا انداز	۱۹۰	[illegible] نے اللہ [illegible]	[illegible]
جو قرآن بتاتا ہے	۱۹۲	(۱۴) دربار خداوندی	۲۱۷
[illegible] سنتے ہیں	۱۹[illegible]	[illegible]	۲۱۷
[illegible] وخبیر کا خبر دینا	[illegible]	[illegible]	۲۱۷

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
یہ [illegible] وقت [illegible] ہے	۲۱۹	حضرت لوطؑ کی دعاء	۲۳۱
[illegible] پکارنے والا	۲۱۹	حضرت یعقوبؑ کی دعاء	۲۳۴
[illegible] بولی جانتا ہے	۲۱۹	حضرت یوسفؑ کی دعاء	۲۳۹
اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی	۲۲۰	حضرت ایوبؑ کی دعاء	۲۴۰
یہ زندہ ہے اس پر موت نہیں	۲۲۰	حضرت موسیٰ و ہارونؑ کی دعاء	۲۴۱
یہ غنی ہے محتاج نہیں ہے	۲۲۲	حضرت داؤدؑ کی دعاء	۲۴۳
اس کے خزانے ختم نہیں ہوتے	۲۲۲	حضرت سلیمانؑ کی دعاء	۲۴۳
یہ خود ہر شئے کا مالک ہے	۲۲۴	حضرت یونسؑ کی دعاء	۲۴۴
یہ مختار اور بااختیار ہے	۲۲۴	حضرت زکریاؑ کی دعاء	۲۴۶
نہ مانگیں تو ناراض ہو جائے	۲۲۵	حضرت مریمؑ کی دعاء	۲۴۷
وہ خود بلاتا ہے	۲۲۶	حضرت محمد رسول اللہ کی دعاء	۲۴۷
یہ قریب ہے دور نہیں ہے	۲۲۷	(۱۶) صراط مستقیم	۲۴۹
غلط مثالیں	۲۲۸	صراط مستقیم کی دعاء	۲۴۹
صحیح مثال	۲۲۹	صراط مستقیم کیا ہے؟	۲۵۱
یہاں مایوسی نہیں ہے	۲۳۰	مسئلہ عبادت کی اہمیت	۲۵۳
اللہ اور غیر اللہ کا فرق	۲۳۰	انبیاء علیہم السلام کی دعوت	۲۵۳
(۱۵) انبیاء کی پکار	۲۳۲	عبادت کسے کہتے ہیں؟	۲۵۶
انبیاء پر مصائب کیوں؟	۲۳۲	لغوی اور اصطلاحی معنیٰ	۲۵۷
حضرت آدمؑ کی دعاء	۲۳۳	عبادت کی اقسام	۲۵۸
حضرت نوحؑ کی دعاء	۲۳۵	نذر و نیاز کا مسئلہ	۲۶۰
حضرت ابراہیمؑ کی دعاء	۲۳۶	ایصال ثواب اور نذر لغیر اللہ	۲۶۱

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
سجدہ کا مسئلہ	۲۶۱	معجزہ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے	۲۸۷
دعاء اور سور دپکار کا مسئلہ	۲۶۳	موسیٰ بھاگ پڑے	۲۸۸
انبیاء کرامؑ کا اسوۂ حسنہ	۲۶۴	حضرت یعقوبؑ و یوسفؑ کا واقعہ	۲۸۹
(۱۷) تحقیق [illegible]	۲۶۶	سید الانبیاءؑ کے معجزات	۲۹۰
مشرکین کا بچگانہ سوال	۲۶۶	اولیاء اللہ کا حال	۲۹۶
تردید شرک کیلئے تعمیم	۲۶۷	(۲۰) سورۃ [illegible]	۲۹۸
قرآن خود تفسیر کرتا ہے	۲۶۸	مختلف نام	۲۹۸
بُت کس کے؟	۲۶۸	جنت میں داخلہ مل گیا	۲۹۹
شرک کی ابتداء	۲۶۹	قرآن کا تیسرا حصہ	۳۰۰
حبشہ کا واقعہ	۲۷۰	تیسرا حصہ کیسے؟	۳۰۱
مشرکین مکہ کے معبود	۲۷۱	جنت واجب ہوگئی	۳۰۱
اس کی مثال	۲۷۱	جنت کی حور سے شادی	۳۰۲
قرآن مجید شاہد ہے	۲۷۳	اسم اعظم	۳۰۲
بوقت وفات آپؐ کا اعلان	۲۸۰	شان نزول	۳۰۳
قبر بھی دشمن ہے	۲۸۰	جامعیت	۳۰۴
غور فرمائیں!	۲۸۱	اعلان فرمادیں	۳۰۴
(۱۸) [illegible]	۲۸۲	دہریت کا رد	۳۰۴
معجزہ کا مفہوم	۲۸۲	فلاسفہ کا رد	۳۰۷
معجزہ اور جادو کا فرق	۲۸۴	ثنویہ کا رد	۳۰۸
معجزہ کا فاعل کون؟	۲۸۴	عجز اور بے چارگی کے قائل	۳۰۹
قرآن گواہ ہے	۲۸۵	صمد کا معنیٰ	۳۱۰

عنوان	صفحہ
اولاد کے قائل	۳۱۱
اصل اور بنیاد کے قائل	۳۱۳
صفات میں مشابہت کے قائل	۳۱۴
(۲۰) آیۃ الکرسی	۳۱۵
عظیم آیت	۳۱۵
ایک عجیب واقعہ	۳۱۷
اسم اعظم	۳۱۹
اتنی عظمت کیوں؟	۳۲۰
آیۃ الکرسی کا دعویٰ	۳۲۰
دلیل اول	۳۲۱
دلیل دوم	۳۲۳
دلیل سوم	۳۲۴
دلیل چہارم	۳۲۴
دلیل پنجم	۳۲۶
دلیل ششم	۳۲۸
[illegible]	۳۲۹
[illegible]	۳۳۱
[illegible]	۳۳[illegible]
[illegible]	۳۳[illegible]

انتساب

انہی کے نام جن کے فیضِ صحبت سے میں اس قابل ہوا۔

رئیس الموحدین پیر طریقت خطیب اسلام

حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نور اللہ مرقدہ

(گجرات)

قاطع شرک و بدعت داعی توحید و سنت مجاہد ملت

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

(راولپنڈی)

شیخ التفسیر والحدیث یادگار اسلاف استاذ العلماء

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

(خوشاب)

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد
كما صليت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد
اللهم بارك على محمد وعلى آل محمد
كما باركت على ابراهيم وعلى آل ابراهيم
انك حميد مجيد

رائے گرامی

شیخ التفسیر والحدیث استاذ العلماء حضرت مولانا **بشیر احمد** صاحب مدظلہ (ایم۔ اے)
بانی ومدیر جامعہ عربیہ مصباح العلوم خوشاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم و بعد.

عزیزم حافظ عبدالخالق صاحب کی تالیف لطیف "مصباح الطلباء" (جلد اول) کے بعض مقامات کا مطالعہ نصیب ہوا۔

عزیز موصوف ایک مستند عالم ہیں۔ ملکی جامعات کے علاوہ ریاض یونیورسٹی (سعودی عرب) کے سند یافتہ اور انعام یافتہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے افہام و تفہیم سے نوازا ہے۔ مشکل سے مشکل مسئلہ عوام کو سمجھانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ صاحب قلم بھی ہیں۔ بہت سی چھوٹی بڑی کتب کے مؤلف ہیں۔

سب سے پہلے انہوں نے غالباً ۱۹۷۸ء میں ایک رسالہ "صراط مستقیم" تالیف کیا جس پر حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریظ لکھی۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحوم نے "صراط مستقیم" کو ملاحظہ کیا تو بہت پسند فرمایا اور مجھے تبریک کا والا نامہ ارسال کیا اور لکھا کہ عزیز موصوف جو کتاب بھی تالیف کریں مجھے ضرور پہنچائیں۔

عزیز موصوف نے کچھ عرصہ قبل ۸۰۰ سے زائد صفحات کی ایک ضخیم کتاب "جواہر التاریخ الاسلامی" تالیف کی جس میں قرآن وحدیث اور تاریخ اسلامی کے سینکڑوں سبق آموز اور عبرت انگیز واقعات جمع کر دیے۔ علماء کرام اور خطباء

عظام نے اسے بہت ہی پسند فرمایا اور اس پر تقریظات لکھ کر خراج تحسین پیش کیا۔ افسوس کہ مولانا قاسمیؒ وفات پا چکے ہیں۔ جواہر التاریخ دیکھتے تو یقیناً بہت خوش ہوتے۔

اب عزیز موصوف نے ایک اور کتاب **''مصباح الخطباء''** (جو دس جلدوں پر مشتمل ہے) تالیف کی ہے۔ کتاب کا یہ پہلا حصہ موصوف کی بیس (۲۰) تقاریر کا مجموعہ ہے۔ جس میں عظمت قرآن، اعجاز قرآن، وجوہ اعجاز وغیرہ پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ نیز مسئلہ توحید کو ہر لحاظ سے مبرہن کیا گیا ہے۔

کتاب ہذا میں عزیز موصوف نے ماشاء اللہ خوب لکھا ہے۔ بعض ایسی چیزیں بھی دیکھنے میں آئیں جو قبل ازیں میرے علم میں نہ تھیں۔ کتاب شروع کریں تو جی چاہتا ہے کہ پڑھتے ہی رہیں۔ خوبی یہ ہے کہ ہر عنوان مدلل طریقہ سے واضح کیا گیا ہے۔ کوئی بات کسی کمزور دلیل پر مبنی نہیں ہے۔ ہر عنوان پر دلائل عقلیہ، نقلیہ وامثلہ کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب ہذا ہر شعبہ زندگی کے لوگوں کے لیے مفید ثابت ہوگی اور خطباء اور مبلغین حضرات کے لیے تو ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازے۔ اور عزیز موصوف کو مزید زور قلم عطاء فرمائے۔ (آمین)

دوسرے حصہ کے عنوانات (عظمت مصطفیٰ ﷺ، محبت مصطفیٰ ﷺ، جمال مصطفیٰ ﷺ اطاعت مصطفیٰ ﷺ وغیرہ) پڑھے تو دلی تمنا اور دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد از جلد اسے بھی منصۂ شہود پر لائے۔ (آمین ثم آمین)

خادم العلم [illegible] عفی عنہ
مدرسہ مصباح العلوم
خوشاب

عرضِ مرتب

مبسملاً و محمدلاً و مصلیاً و مسلماً

میری یہ عادت ہے کہ جب بھی کسی موضوع پر تقریر کرتا ہوں تو پہلے اسکی خوب تیاری کرتا ہوں مختلف کتب کی ورق گردانی کر کے اس موضوع پر مواد اور اسکی مناسبت سے اسلامی تاریخی واقعات جمع کرتا ہوں۔ پھر اس سارے مواد کو اپنے خصوصی اشارات میں اجمالی طور پر لکھ لیتا ہوں تا کہ عند الضرورت کام آئے۔ اس طرح کئی سالوں میں میرے پاس سینکڑوں تقاریر کا مواد جمع ہو گیا۔

کچھ عرصہ قبل مجھے خیال آیا یہ اجمالی اشارات میرے سوا اور کسی کو تو سمجھ نہیں آ سکتے کیا ہی اچھا ہو کہ انکو مفصل طور پر لکھ کر کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تا کہ دیگر علماء، طلباء بلکہ عوام بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں نے کتاب کا نام (مصباح الخطباء) تجویز کر کے اس پر کام کرنا شروع کر دیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ یہ سارا مواد تقریباً دس جلدوں میں مکمل ہو گا۔

میں اس کتاب کی تیاری میں تھا کہ اچانک ایک خیال آنے سے پروگرام بن گیا کہ اسلامی تاریخی واقعات جو سینکڑوں کی تعداد میں میرے پاس جمع ہیں ان کو بھی علماء، طلباء اور عوام کی ضرورت کے پیش نظر شائع کر دیا جائے۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس کتاب ''جواہر التاریخ الاسلامی'' کا پہلا حصہ طبع ہو چکا ہے۔ میں اسکی تعریف میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ آنکہ عطار بگوید۔

مزید برآں اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ آج ''مصباح الخطباء'' کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے ہر موضوع اور عنوان میں کافی مواد

ہے۔ کم از کم ہر موضوع کو تین چار قسطوں میں بیان کیا جا سکتا ہے اس طرح یہ کتاب ایک سال کے جمعہ کے خطبوں کے لیے کافی ہے۔

قرآنی آیات واحادیث نبویہ کا میں نے لفظی ترجمہ کرنے کی بجائے تشریحی ترجمہ کیا ہے۔ مقررین اور مبلغین سے میری گزارش ہے کہ الفاظ کو رٹنے کی بجائے ہر بیان کی حقیقت کو سمجھیں پھر اس پر مزید معلومات اور واقعات وغیرہ کا اضافہ کر کے اسے اپنے انداز میں پیش کریں۔ بنیادی مواد آپ کو دے دیا گیا ہے۔

مجھے قوی امید ہے کہ میری یہ کوشش اشاعت دین حنیف کے لیے مفید ثابت ہوگی اور توحید وسنت سے والہانہ تعلق رکھنے والے علماء، طلباء اور خطباء اسے قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

علماء کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی کمی، کوتاہی محسوس فرمائیں تو اپنی مفید آراء سے مستفید فرمائیں۔ شکریہ

دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے ہم سب کے لیے ذریعہ ہدایت ونجات بنائے۔ آمین

احقر العباد حکیم عبدالخالق از خوشاب

۸ شعبان ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۲۰۰۴ء یوم الجمعہ

۱:- فضائل قرآن

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْاَتْقِيَاءِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ. (سورۃ بنی اسرائیل) صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ جو امام الانبیاء سید الرسل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت تمام مخلوقات سے زیادہ ہے اسی طرح اس کے کلام کی عظمت بھی ساری مخلوق کے کلام سے زیادہ ہے۔ حدیث پاک ہے فَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ۔

اسماء القرآن:-

اس لئے قرآن مجید کے بہت سارے نام ہیں۔ نام بہت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسکی شانیں اور اوصاف بہت زیادہ ہیں۔ اور یہ کثرتِ اسماء اسکی عظمت وشان کی دلیل ہے۔ کیونکہ اصول ہے كَثْرَةُ الْاَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلٰى شَرْفِ الْمُسَمّٰى کہ ناموں کی کثرت مسمّیٰ کے عظمت وشرف کی دلیل ہے۔ قرآن مجید کے اپنے اندر جو اسکے نام ذکر ہوئے ہیں مشتے نمونہ ازخروارے پیش خدمت ہیں۔

القرآن۔ الفرقان۔ التنزیل۔ الذکر۔ الکتاب۔ النور۔ الھدیٰ۔ الرحمۃ۔ الشفاء۔ الموعظۃ۔ العزیز۔ المبارک۔ البشیر۔ النذیر۔

تعارف قرآن از قرآن:-

قرآن مجید ایک ایسی کتاب ہے جو اپنا تعارف خود کراتی ہے جبکہ دیگر آسمانی کتابیں اپنا تعارف پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

اگر پوچھا جائے کہ اے قرآن! تو کس ماہ میں نازل ہوا؟ تو جواب آتا ہے شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ کہ قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا۔

اگر سوال کیا جائے کہ تو کس رات میں نازل ہوا؟ تو جواب آتا ہے اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ کہ قرآن لیلۃ القدر میں نازل ہوا۔

اگر پوچھا جائے کہ تجھے بھیجنے والا کون ہے؟ تو جواب دیتا ہے وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہ بھیجنے والا رب العالمین ہے۔

اگر پوچھا جائے تجھے لانے والا فرشتہ کون ہے؟ تو جواب آتا ہے نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ کہ روح الامین یعنی جبریل لیکر آیا۔

اگر سوال کیا جائے کہ تو کس پر نازل ہوا؟ تو جواب آتا ہے نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوا۔

اگر پوچھا جائے کہ تو کس زبان میں نازل ہوا؟ تو جواب آتا ہے بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ کہ قرآن واضح عربی زبان میں نازل ہوا۔

اگر پوچھا جائے کہ تو یکبارگی نازل ہوا یا متفرق طور پر؟ تو جواب آتا ہے وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَی النَّاسِ کہ قران کریم متفرق طور پر نازل ہوا۔

اگر سوال کیا جائے کہ تو کیوں نازل ہوا؟ تیرے آنے کا مقصد کیا ہے؟ تو جواب آتا ہے کِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ۔ کہ یہ کتاب لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کے لیے نازل ہوئی ہے۔

گرامی قدر سامعین! اگر آپ اس انداز سے قرآن مجید میں غور کریں تو قرآن یقیناً آپ کو اپنے متعلق ہر سوال کا جواب دے گا۔

نسبت قرآن:-

آپ نے سنا ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہونے کی وجہ سے سب کلاموں اور کتابوں سے افضل واعلیٰ ہے۔ یاد رکھیے قرآن مجید صرف خود افضل نہیں ہے بلکہ جس جس چیز کی نسبت قرآن کی طرف ہوگئی وہ چیز بھی اپنی دیگر ہم جنسوں سے افضل واعلیٰ بنتی گئی۔

توجہ فرمائیں!

☆ قرآن جس زمین اور علاقے میں اترا وہ حجاز کا علاقہ روئے زمین کے تمام طبقات سے افضل واعلیٰ بن گیا۔

☆ قرآن مجید جس زبان میں اترا وہ زبان تمام زبانوں کی سردار بن گئی۔ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ.

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا! اَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ کہ اہل عرب سے تین وجوہ سے محبت کیا کرو۔ (۱) لِاَنِّيْ عَرَبِيٌّ کیونکہ میں تمہارا نبی عربی ہوں۔ (۲) وَالْقُرْاٰنُ عَرَبِيٌّ اور قرآن بھی عربی زبان میں نازل ہوا۔ (۳) وَلِسَانُ اَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہے۔ عربی زبان کو اتنی اہمیت اور مقام اس لئے ملا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے لیے اسے منتخب فرمالیا۔

☆ قرآن مجید جس دور اور قرن میں نازل ہوا وہ زمانہ تمام زمانوں سے افضل و اعلیٰ ہوگیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ کہ تمام زمانوں سے افضل و اعلیٰ میرا زمانہ ہے۔

☆ قرآن مجید جس امت کی طرف آیا وہ امت تمام امتوں سے افضل ہو گئی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا کہ ہم نے تمہیں بہترین امت بنا دیا جیسے۔

☆ قرآن مجید جس مہینہ میں اترا وہ مہینہ تمام مہینوں سے افضل ، اعلیٰ بن گیا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ الخ.

☆ قرآن مجید جس رات میں اترا وہ رات تمام راتوں کی سردار بن گئی اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ الخ

☆ قرآن مجید کو جو فرشتہ لے کر آیا وہ تمام فرشتوں کا سردار اور باس بن گیا۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْأَمِیْنُ کہ اسے روح الامین لیکر آئے۔ ایک مقام پر فرمایا اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِیْنٍ (سورۃ تکویر) یعنی یہ قرآن مجید ایک معزز پیغام رساں کا لایا ہوا ہے جو بڑی قوت والا اور عرش والے کا انتہائی مقرب ہے۔ وہ سب کا مانا ہوا اور انتہائی معتبر اور امین ہے۔

☆ قرآن مجید جس نبی پر نازل ہوا وہ نبی تمام نبیوں کا سردار بن گیا۔ سید الاولین والآخرین بن گیا امام الانبیاء بن گیا۔

بهترین استاد اور بهترین شاگرد:

گرامی قدر سامعین! آپ نے غور فرمایا کہ قرآن کے ساتھ جو جڑ تا گیا بلند مرتبہ پاتا گیا۔ اسی لیے تو آپ ؐ نے ارشاد فرمایا خَیْرُ كُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهٗ کہ تمام شاگردوں سے افضل واعلیٰ وہ شاگرد ہے جو قرآن سیکھتا ہے۔ اور تمام اساتذہ سے اعلیٰ وافضل وہ استاد ہے جو قرآن سکھاتا ہے۔

دنیا کے اندر استادوں اور شاگردوں کی کمی نہیں ہے۔ ہر فن کے استاد اور شاگرد ہیں۔ ہمارا نظام ہی استادی اور شاگردی سے چل رہا ہے۔ مگر حدیث پاک

کی رو سے سب استادوں سے اعلیٰ استاد وہ ہے جو مسجد کی چٹائی پر بیٹھ کر قرآن کا درس دے رہا ہے۔ اور سب شاگردوں میں سے افضل و اعلیٰ وہ شاگرد ہے جو اگرچہ انتہائی سادہ، غریب اور گم نام ہے مگر پڑھتا اللہ کا کلام ہے۔

مجلس قرآن:

اسی طرح سب مجالس میں سے سب سے اچھی مجلس وہ ہے جہاں قرآن پڑھا اور پڑھایا جائے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ایسی مجلس جس میں قرآن کا درس دیا جائے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے حاضرین و شرکاء کو کیا کیا انعامات دے گا؟ اسکے متعلق نہ پوچھو وہاں تو بے حد و حساب ملے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کے اندر اسی مجلس میں چار نقد انعامات دیتا ہے۔

(۱) حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اللہ کے فرشتے اس مجلس کو اپنے گھیرے میں لیتے ہیں۔ اور یہ گھیرا زمین سے لیکر آسمان تک چلا جاتا ہے۔ کوئی جن اور شیطان اس گھیرے کو توڑ کر اندر نہیں آ سکتا۔ یہ لوگ کپڑے کی قناتوں کی بجائے فرشتوں کے نورانی پروں کے حصار میں ہوتے ہیں۔

(۲) غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ دوسرا انعام یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان لوگوں کو ڈھانپ لیتا ہے گویا کہ یہ لوگ دریائے رحمت میں ڈوبے ہوئے ہیں ہر طرف رحمت ہی رحمت ہے۔

(۳) نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ تیسرا انعام یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر ایک خاص قسم کی سکینت اور اطمینان نازل فرماتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ سکون و اطمینان کی دولت سے بڑی دولت اور کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مجلس میں انکے دلوں پر یہ کیفیت پیدا فرما دیتا ہے۔

(۴) ذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ چوتھا انعام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقرب

فرشتوں کی مجلس میں انکا ذکر کرتا ہے۔ میرے خیال میں یہ سب سے بڑا انعام ہے کہ ملاء اعلیٰ میں فرشتوں کی مجلس میں اللہ تعالیٰ ہمارا ذکر فرمائے' ہمارا نام لے۔ ہمارا ذکر تو کسی اخبار میں آ جائے' رسالے میں آ جائے' کسی وڈیرے کے منہ میں آ جائے تو ہم پھولے نہیں سماتے لیکن اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے کہ خود خالق کائنات ہمارا ذکر کرے۔

ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت اُبی بن کعبؓ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ حضرت اُبیؓ جھجکے کہ یا رسول اللہ! میں آپ کے سامنے کیسے تلاوت کرسکتا ہوں؟ أَأَقْرَأُ عَلَيْكَ وَ أُنْزِلَ عَلَيْكَ کہ قرآن نازل بھی آپؐ پر ہوا اور پھر میں آپ کو قرآن سناؤں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ مجھے یہ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ حضرت اُبی ابن کعبؓ حیران ہوئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ابھی ابھی جبریل امین آئے تھے اور انہوں نے مجھے خدا کا پیغام پہنچایا ہے۔

حضرت اُبیؓ کی حیرانی اور خوشی کی انتہاء نہ رہی۔ پوچھنے لگے کیا جبریل امین نے وحی کے اندر میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہاں جبریلؑ نے تیرا نام لیا ہے اور جبریلؑ نے تیرا نام تب لیا ہے کہ پہلے تیرا نام اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ حضرت اُبیؓ کی آنکھیں خوشی و مسرت سے اشکبار ہوگئیں اور عرض کرنے لگے کہ آج میں کتنا خوش قسمت ہوں ذُكِرْتُ عِنْدَ رَبِّي کہ فرشتوں کی مجلس میں میرا ذکر میرے رب نے فرمایا ہے۔

اس لیے ہمارے لیے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ درس قرآن کی اس محفل میں شرکت کیوجہ سے ہمارا ذکر اللہ تعالیٰ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو مجھے فرش پر یاد کرتا ہے میں تجھے عرش پر یاد کرتا ہوں۔ تو مجھے زمین پر یاد

کرتا ہے میں تجھے آسمانوں پر یاد کرتا ہوں۔ تو مجھے بندوں میں یاد کرتا ہے میں تجھے فرشتوں میں یاد کرتا ہوں۔ تو مجھے گناہ گاروں میں یاد کرتا ہے میں تجھے معصوموں اور پاکوں میں یاد کرتا ہوں۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ.

مجلس قرآن کا ہم نشین:

پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کی محفل میں اس مجلس کا تذکرہ کرتے کرتے آخر میں فرماتے ہیں۔ کہ میرے فرشتو! اِشْهَدُوا اَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ گواہ بن جاؤ کہ میں نے ان سب کی مغفرت فرما دی۔ جب اللہ تعالیٰ انکی مغفرت کا اعلان کرتے ہیں تو ایک فرشتہ کھڑا ہو کر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے سب کی مغفرت کا اعلان فرمادیا' حالانکہ وہاں تو ایک شخص ایسا بھی تھا جو اس مجلس میں درس قرآن کے لیے نہیں آیا تھا وہ تو اپنے کسی کام کے لیے آیا تھا کیونکہ اسے کسی سے کچھ کام تھا۔ وہ تو وہاں یونہی اپنی غرض کے لیے بیٹھ گیا۔ کیا تو نے اس کی بھی مغفرت فرمادی؟ اللہ تعالیٰ جواباً ارشاد فرماتے ہیں هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقىٰ جَلِيْسُهُمْ کہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا ہم نشین بھی محروم نہیں ہے میں نے اُن کی وجہ سے اس کی بھی مغفرت فرمادی۔

فرشتے قرآن سننے آئے:

گرامی قدر سامعین! آپ نے سنا کہ مجلس قرآن میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں اسی طرح کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے کہ ایک دفعہ آپ کے ایک صحابی حضرت اسید بن حضیرؓ رات کے وقت اپنے گھر میں قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ گھر کیا تھا بس ایک ہی کمرہ تھا۔ اسی کے اندر انکا بیٹا یحییٰ بھی سو رہا تھا۔ اور اسی کمرے کے اندر انکا سواری والا گھوڑا بھی بندھا تھا۔

حضرت اسیدؓ فرماتے ہیں کہ میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کر رہا تھا کہ اچانک میرا گھوڑا بدکنے لگا۔ میں بڑا حیران ہوا' اٹھ کر دیکھا کہ کیا ماجرا ہے؟ مگر جب میں نے تلاوت بند کی تو گھوڑا پر سکون ہو گیا۔ پھر جب میں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑے کی پھر وہی حالت۔ پھر تلاوت بند کی تو گھوڑا پر سکون ہو گیا۔ میں سمجھ گیا کہ تلاوت قرآن کیوجہ سے یہ سارا معاملہ ہوتا ہے۔ خیر میں نے کافی تلاوت کر لی تھی اور مجھے یہ بھی خیال آیا کہ میرا بیٹا یحییٰ پاس ہی سویا ہوا ہے۔ گھوڑے کے اچھلنے کودنے کی وجہ سے کہیں اسے نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس لئے میں نے اس مصحف کو لپیٹ دیا اور تلاوت بند کر دی۔

پھر میں نے باہر جا کر دیکھا کہ معاملہ کیا ہے؟ میں کیا دیکھتا ہوں کہ فَإِذَا هِيَ مِثْلُ الظُّلَّةِ فِيهَا أَمْثَالُ الْمَصَابِيحِ کہ آسمان پر ایک نور کا سائبان ہے اور اسکے اندر بڑی عجیب وغریب روشنیاں موجود ہیں اور یہ عجیب وغریب سائبان آسمان کی طرف چڑھ گیا اور نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

فرماتے ہیں کہ صبح میں نے اس سارے واقعہ کا تذکرہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا تو آپؐ نے پوچھا کہ جانتا ہے یہ کیا ماجرا تھا؟ میں نے عرض کیا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ آپؐ نے ارشاد فرمایا تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نورانی فرشتے تھے جو تیرا قرآن سننے کے لیے آئے تھے۔ پھر آپؐ نے مزید فرمایا وَلَوْ قَرَأْتَ لَاَصْبَحَتْ يَنْظُرُ النَّاسُ اِلَيْهَا اگر تو صبح تک اپنی تلاوت جاری رکھتا تو تیرے ساتھی بھی ان فرشتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔ گرامی قدر سامعین! قرآن کی مجلس کی شان کا اندازہ لگائیں کہ وہاں فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں۔

قرآن کی قدر و قیمت:

قرآن مجید کا کچھ حصہ سیکھ لینا چاہیے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو؟ اسکی قدر و قیمت سمجھانے کے لیے آپ ؐ نے عجیب طریقہ اپنایا۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ آپ ؐ اصحاب صفہ کے پاس تشریف لائے۔ یہ لوگ انتہائی غریب اور پسماندہ تھے۔ آپ ؐ نے ان سے پوچھا۔ کہ تم میں سے کون یہ چاہتا ہے کہ اسے روزانہ بغیر کسی محنت و مشقت کے دو اونٹنیاں مل جائیں۔ اونٹنیاں بھی عام نہیں بلکہ انتہائی قیمتی اونٹنیاں؟ اصحاب صفہ نے جواب دیا یَا رَسُولَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذَالِكَ اے اللہ کے رسول! اگر مفت میں بغیر کسی محنت اور گناہ کے کام کے اونٹنیاں ملیں تو ہم سب لینے کے لیے تیار ہیں۔

یہ ساری بات کرنے کے بعد آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا مسجد میں آ کر قرآن مجید کی دو آیات کا سیکھنا ان دو اونٹنیوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ تین آیات کا سمجھنا، سیکھنا تین اونٹنیوں سے زیادہ قیمتی ہے علیٰ هذا القیاس۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسطرح انہیں سمجھا دیا کہ قرآن ایک معنوی دولت ہے اسکے مقابلے میں مادی دولت ہیچ ہے۔ مادی دولت تو فانی اور عارضی ہے اور معنوی دولت دائمی اور باقی رہنے والی ہے۔

قرآن سے دل کا زنگ اترنا

ایک دفعہ صحابہ کرامؓ کی مجلس میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ کہ جس طرح لوہے کو نمی پہنچنے سے زنگ لگ جاتا ہے اسی طرح دلوں پہ بھی زنگ لگ جاتا ہے اور دل ایک ایسا عضو ہے کہ اسکی صحت و سلامتی پر پورے جسم کی صحت و سلامتی کا

انحصار ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ اسکی صحت و سلامتی کا خیال رکھے اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ (حدیث)

صحابہ کرامؓ نے جب آپؐ کی یہ بات سنی تو خوف زدہ ہو گئے اور فوراً پوچھ لیا وَمَا جِلَاءُهَا يَا رَسُوْلَ اللهِ! اے اللہ کے رسولؐ! پھر اس دل کے جلاء اور صفائی کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی صفائی دو چیزوں سے ممکن ہے كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ کہ موت کو کثرت سے یاد کرنا اور قرآن کریم کی تلاوت کرنا۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ ہماری روز مرہ کی زندگی میں اگر لوہے کی چیز کو زنگ لگ جائے تو ہم اسکو اتارنا چاہیں تو ہم دو عمل کرتے ہیں۔ پہلے اسکو نرم کرتے ہیں کھرچتے ہیں اور جب وہ نرم ہو جائے تو پھر اسے کسی چیز سے دھو کر بہا دیتے ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی دل پر لگا ہوا زنگ موت کی یاد سے نرم ہو جائے گا اور پھر تلاوتِ قرآن کے مبارک پانی سے وہ زنگ مکمل طور پر دھل جائے گا اور دل بالکل صاف ہو جائے گا۔

قوموں کا عروج و زوال:

اسی قرآن مجید کی قدر و عظمت جاننے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بہت سی قوموں کو عروج بخشا اور انہیں دینی و دنیاوی ترقی سے نوازا، اور اسکی قدر نہ کرنے کیوجہ سے بہت سی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل و خوار کیا۔

آپؐ کا ارشاد گرامی ہے اِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَ يَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے کتنے لوگوں کو بلندی عطاء فرماتا ہے اور کتنے لوگوں کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ ہمارے اسلاف کو جو عزت،

عظمت اور شان و شوکت ملی وہ سب اسی قرآن پر ایمان و عمل کی وجہ سے ملی اور آج ہم جس پستی اور ذلت کا شکار ہیں اسکی بنیادی وجہ قرآن سے دوری ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم ذلیل ہوئے تارک قرآں ہو کر

والدین کو تاج پہنانا:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو بچہ قرآن کریم پڑھتا ہے اسے سمجھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو ایک تاج پہنائے گا۔ ضَوْءُہٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ اور اس تاج کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ ہو گی۔ اور سورج بھی اگر تمہارے گھروں کے اندر آ جائے۔ یعنی جس طرح سورج انتہائی قریب آ جائے حتیٰ کہ ہمارے گھر اور چار دیواری کے اندر آ جائے تو جتنی روشنی اسکی اس وقت ہو گی اس سے کئی درجے زیادہ روشنی اس تاج کی ہو گی جو حافظ قرآن کے والدین کے سر پر رکھا جائے گا۔

اندازہ کریں میدان محشر میں جب سارے مجمع میں ان والدین کے سر پر اتنا عظیم الشان تاج رکھا جائے گا تو انکا مقام کتنا نمایاں ہوگا؟ پھر کیا خیال ہے؟ اللہ تعالیٰ ان سے وہ تاج چھین لے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ جو تاج پہنائے گا اسکی لاج بھی رکھے گا۔ اور یقیناً ان والدین کی مغفرت بھی فرما دے گا۔ اور یقیناً جنت کے اندر بھی وہ تاج ان کے سر پر ہوگا۔

گرامی قدر سامعین! آپ سوچیں کہ قرآن مجید پڑھنے اور حفظ کرنے کی ساری محنت و مشقت تو اس بچے نے کی ہے۔ صبح سویرے اٹھ کر جانا سارا دن پڑھائی کرنا قاری صاحب کی مار کھانا مدرسہ کی روکھی سوکھی پر گزارہ کرنا۔ رات گئے تک پڑھنا پڑھانا گردان کرنا سب محنت اس بچے کی ہے یا پھر اسکے استاد اور

قاری صاحب کی ہے جنہوں نے اتنی محنت سے پڑھایا۔ بھلا اس میں والدین کا کتنا حصہ ہے؟ تعلیم اور تعلم کے عمل میں تو وہ دونوں شریک رہے اور تاج والدین کے سر پر کیوں رکھا جائے گا؟

آپ جانتے ہیں کہ اس میں والدین کا اتنا دخل ہے کہ انہوں نے ایک دن بیٹھ کر یہ فیصلہ کیا کہ اب ہمارا بچہ قران پڑھے گا۔ والدہ بھی اس فیصلہ پر راضی ہوگئی اور والد نے بچے کی انگلی پکڑی اور مدرسہ میں چھوڑ آیا اور استاد صاحب کے حوالے کر آیا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب اتنی سی محنت پر والدین کو اتنا بڑا اجر ملے گا' اتنی بڑی عزت وعظمت ملے گی تو یہاں سے خود قیاس کرلو کہ پڑھنے والے اور پڑھانے والے کو کتنا اجر وثواب ملے گا؟ ان کا اجر وثواب تو بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔

پڑھتا جا چڑھتا جا:

قرآن مجید پڑھنے والے کو اتنا اجر ملے گا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسکو حکم دیں گے اِقْرَاْ وَارْتَقِ اے حافظ قرآن تو نے میری رضاء کے لیے قرآن پڑھا اس پر عمل کیا میری طرف سے تیرے لیے جنت کی کوئی حد نہیں ہے۔ قرآن پڑھتا جا اور جنت کے درجوں پر چڑھتا جا۔ وَرَتِّلْ کَمَا کُنْتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنْیَا اور اسی طرح مزے لے لے کر پڑھ جس طرح دنیا میں پڑھتا تھا۔ فَاِنَّ مَنْزِلَکَ عِنْدَ آخِرِ آیَۃٍ تَقْرَأُھَا تیرا ٹھکانا وہی ہے جہاں تیری آخری آیت ختم ہوگی۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب اہل جنت کو جنت کے پلاٹ ماپ ماپ کر دے گا کہ تیری جنت یہاں سے وہاں تک ہے۔ مولوی' مفتی' عالم' مبلغ سب کو جنت ماپ کر دی جائے گی لیکن جب حافظ

قران کی باری آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے حافظ قرآن! تیری جنت ناپنے کے لیے میرے پاس کوئی فیتہ نہیں ہے۔ تو جتنی جنت پر قبضہ کر سکتا ہے کر لے اِقْرَأْ وَارْتَقِ قرآن پڑھتا جا اور اوپر سے اوپر کی منازل پر چڑھتا جا۔

حافظ قرآن کی شفاعت:

حدیث پاک میں ہے کہ قیامت والے دن حافظ قرآن اور عالم قرآن صرف خود جنت میں نہ جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ خاص اپنی رحمت سے ایسے جنتیوں کا کوشہ عطاء فرمائے گا اور یہ حافظ قرآن دس گنہ گار مومنوں کی شفاعت کر کے انہیں بھی اپنے ساتھ جنت میں لے جائے گا۔ (یاد رکھیے مشرک کی شفاعت نہ ہوگی)

ھادی کتاب:

گرامی قدر سامعین! آج کے اس پرفتن دور میں اگر ہمیں ہدایت چاہیے تو قرآن ہی کی بدولت ملے گی۔ قران ہی وہ کتاب ہے جس کے سرورق پر اللہ نے اعلان کر دیا لاریب فیہ اس لئے جو راستہ جو عقیدہ جو عمل قرآن بتائے گا وہ سب سے سچا اور سچا ہوگا۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ قرآن کریم اسی راستے کی طرف راہنمائی کرتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے۔ یہ کتاب ہدی للناس ہے اس میں روحانی بیماریوں کے لیے شفاء ہے۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ادھر اُدھر کی دیگر کتابوں سے ہٹ کر قرآن کے دروازے پر آ جائیں۔

اکبر الہ آبادیؒ نے کیا خوب کہا ہے۔

مغوی تو ملیں گے تمہیں شیطان سے بہتر
ہادی نہ ملے گا کوئی قرآن سے بہتر

تمام فتنوں کا علاج قرآن کریم ہے:

حضرت سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اِنَّھَا سَتَکُوْنُ فِتْنَۃٌ کہ عنقریب بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ ایسے ایسے فتنے کہ لوگوں کے عقائد واعمال پر شدید حملے ہونگے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے آپؐ سے پوچھا مَاالْمَخْرَجُ مِنْھَا یَا رَسُوْلَ اللہِ؟ کہ اے اللہ کے رسول! ان فتنوں سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ کیسے بچاؤ کریں گے؟ آپؐ نے ارشادفرمایا! کِتَابُ اللہِ ان تمام فتنوں سے بچنے کا ایک ہی حل ہے کہ اللہ کی کتاب کومضبوطی سے تھام لیا جائے۔ اس سے تمسک کیا جائے اور اس سے سرمو بھی انحراف نہ کیا جائے وہ کتاب ایسی ہے کہ فِیْہِ نَبَأُ مَاقَبْلَکُمْ وَ خَبَرُ مَابَعْدَ کُمْ وَ حُکْمُ مَابَیْنَکُمْ اس میں تمہارے لیے پہلے لوگوں کے حالات بھی ہیں اور تمہارے بعد آنے والے حالات بھی ہیں۔ اور تمہارے لیے احکامات بھی ہیں ھُوَالْفَصْلُ لَیْسَ بِالْھَزْلِ وہ ایک فیصلہ کن کتاب ہے اس میں کوئی کمزورعاور غیرسنجیدہ بات نہیں ہے۔ مَنْ تَرَکَہٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَہُ اللہُ جس ظالم اور متکبر نے اس سے منہ موڑا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ وَمَنِ ابْتَغَی الْھُدٰی فِیْ غَیْرِہٖ اَضَلَّہُ اللہُ اور جس نے اس سے ہٹ کر کسی اور جگہ ہدایت کو تلاش کیا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا۔

وَھُوَحَبْلُ اللہِ الْمَتِیْنُ وَھُوَالصِّرَاطُ الْمُسْتَقِیْمُ وَھُوَالذِّکْرُ الْحَکِیْمُ وہی اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی ہے۔ وہی صراط مستقیم ہے، وہی ذکر حکیم ہے۔ ھُوَ الَّذِیْ لَا تَزِیْغُ بِہِ الْاَھْوَاءُ یہی وہ کتاب ہے جس کی وجہ سے خواہشات میں کجی نہیں آتی وَلَا تَلْتَبِسُ بِہِ الْاَلْسِنَۃُ اسکے ساتھ دوسری زبانیں التباس نہیں کر سکتیں۔ وَلَا یَشْبَعُ مِنْہُ الْعُلَمَاءُ علماء اس سے کبھی سیر نہیں ہوتے۔ وَلَا یَخْلَقُ

عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ کثرت تلاوت سے وہ پرانی نہیں ہوتی یعنی اکتاہٹ پیدا نہیں ہوتی۔ وَلَا يَنْقَضِي عَجَائِبُهُ اسکے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوتے هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّى قَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ یہ وہ کتاب ہے جسے جنات نے سنا تو فوراً پکار اٹھے ہم نے ایک عجیب کلام سنا جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے ہم اس پر ایمان لا چکے ہیں۔

مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ جس نے قران کے مطابق کہا اس نے سچ کہا وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِرَ اور جس نے اسکے مطابق عمل کیا اس نے اجر پایا۔ وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ جس نے اسکے مطابق فیصلہ کیا اس نے انصاف کیا۔ وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ جس نے اسکی طرف دعوت دی وہ خود بھی سیدھے راستہ پر چلا اور دوسروں کو بھی سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کی۔ (مشکوٰۃ)

گرامی قدر سامعین! قرآن کی شان وعظمت کے بارے میں آپ نے یہ طویل حدیث سنی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس حدیث پاک کے ایک ایک لفظ پر غور کر کے قرآن کی عظمت کو پہچانیں۔ قرآن ہی کی پیروی میں دنیا وآخرت کی فوز وفلاح ہے۔

اب ایک بات باقی رہ گئی کہ ہم نے قرآن مجید پر کس طرح عمل کرنا ہے کیا ہمارے لیے کوئی نمونہ بھی ہے یا نہ؟ اسکے بارے میں عرض ہے کہ وہ نمونہ سنت رسول اللہ ﷺ کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ قرآن تھیوری ہے اور سنت رسولؐ اس کی عملی تفسیر ہے۔ مسئلہ قرآن کا اور عمل محمد ذی شان کا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی قرآن کے پیچھے چلنے کے پابند تھے۔ اِتَّبِعْ مَا أُوْحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ قرآن متن ہے سنت رسول اسکی تشریح وعملی تفسیر ہے۔ بغیر سنت رسول کے قران سمجھ نہیں آ سکتا۔

علامہ اقبال مرحومؒ نے بالکل سچ کہا!

تو نے دانی کہ آئین تو چیست | زیر گردوں سر تمکین تو چیست
آں کتاب زندہ قرآن حکیم | حکمت او لایزال است و قدیم
نسخہ اسرار تکوین حیات | بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرف او ریب نے تبدیل نے | آیہ اش شرمندہ تاویل نے
نوع انساں را پیام آخریں | حامل او رحمۃ للعالمین

یعنی اے مسلمان تجھے جاننا چاہیے کہ تیری شان وعظمت کا راز اور تیرا آئین قرآن کریم ہی ہے۔

تجھے اپنی عظمت رفتہ اسی میں تلاش کرنی چاہیے۔ یہ ہمیشہ زندہ رہنے والی کتاب ہے اور اسکی حکمت وسچائی لازوال ہے۔ تکوین حیات کے رازوں کو طشت از بام کرنے والا قرآن کریم ہی ہے۔ اسی کی تائید سے ایک بے ثبوت بات کو قوت واستحکام مل جاتا ہے۔ اسکا ایک ایک حرف شک وشبہ اور تغیر وتبدل سے محفوظ ہے۔ اسکے احکامات انتہائی واضح ہیں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے۔

نوع انسان کی فلاح وکامرانی کے لیے یہی آخری پیغام ہے جو اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء سید الاولین والآخرین رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید پر ایمان وعمل اور استقامت نصیب فرمائے

(آمین)

۲:- تدوین قرآن

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ. (سورۃ الحجر) صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید جو کہ کلام الٰہی ہے ازل سے لوح محفوظ میں موجود ہے۔ بَلْ ھُوَ قُرْآنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (سورۃ البروج)

لوح محفوظ سے نزول:

یاد رکھیے لوح محفوظ سے قرآن مجید کا نزول دو مرتبہ ہوا ہے۔ ایک مرتبہ یہ پورے کا پورا آسمان دنیا کے بیت عزت میں اتارا گیا اور دوسری مرتبہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ۲۳ سال کے عرصہ میں تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا۔ نزول اول بھی رمضان المبارک میں لیلۃ القدر میں ہوا اور نزول ثانی کی ابتداء بھی لیلۃ القدر میں ہوئی۔ جیسا کہ خود قرآن مجید کے اندر فرمایا گیا ہے اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو اسوقت آپ کی عمر مبارک تقریباً چالیس سال تھی اور آپ اس وقت غار حرا میں موجود تھے۔ آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے انہوں نے آپ سے کہا "اِقْرَأْ" کہ پڑھیے آپ نے جواباً فرمایا "مَااَنَا بِقَارِیٍٔ" کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ پھر حضرت جبریل نے آپ کو زور سے بھینچا اور چھوڑ دیا اور پھر کہا پڑھیے آپ نے

پھر وہی جواب دیا فرشتہ نے پھر معانقہ کر کے بھینچا اور پھر کہا کہ پڑھیے آپؐ نے پھر وہی جواب دیا پھر فرشتہ نے تیسری مرتبہ آپکو بھینچا آپؐ خود فرماتے ہیں کہ مجھے فرشتے نے اتنے زور سے دبایا کہ مجھے خطرہ پیدا ہو گیا کہ کہیں میری پسلیاں ہی نہ ٹوٹ جائیں۔

جب اس نے تیسری مرتبہ بھینچ کر چھوڑ دیا تو کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ الخ (سورۃ علق) کہ پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمہارا رب سب سے زیادہ کریم اور مہربان ہے اس کے بعد تقریباً تین سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا (اس زمانے کو فترت وحی کا زمانہ کہا جاتا ہے) پھر تین سال کے بعد آپؐ پر سورۃ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور وحی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور آپؐ کی وفات تک جاری رہا۔

تدریجی نزول:

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم آپؐ پر یکبارگی نازل نہیں ہوا۔ بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تقریباً تئیں ۲۳ سال میں نازل ہوا۔

مشرکین عرب کو اس بات پر اعتراض تھا کہ قرآن مجید یک بارگی نازل کیوں نہیں ہو جاتا۔ انکا خیال تھا کہ اگر یہ واقعی اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی کتاب ہے تو ایک ہی دفعہ نازل ہو جائے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک ہی دفعہ کتاب دے دی گئی تھی۔ یہ جو تھوڑا تھوڑا ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خود بناتے رہتے ہیں جتنا بنا لیتے ہیں وہ ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

کی وجہ اور حکمت بھی بیان فرمائی۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذَالِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيْلًا (سورۃ فرقان)
اور کافروں نے کہا کہ آپ پر قرآن ایک ہی دفعہ نازل کیوں نہیں کیا گیا اس طرح ہم نے اس لیے اتارا تا کہ ہم آپ کے دل کو مطمئن کر دیں اور ہم نے اس کو رفتہ رفتہ (ترتیل کے ساتھ) پڑھا ہے۔

علماء کرام نے قرآن مجید کے تدریجی طور پر نازل ہونے کی بہت سی حکمتیں بیان فرمائیں ہیں

پہلی حکمت:

تَثْبِيْتُ قَلْبِ النَّبِيِّ ﷺ یعنی آپ کی تسلی وتشفی۔ آپ جانتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی قوم کی طرف سے ہمہ وقت نئی نئی اذیتوں کا سامنا ہوتا تھا۔ کوئی موقعہ اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا تھا کہ آپ کا دل نہ دکھایا جائے۔ ہر ایسے موقع پر جبریل علیہ السلام کا قرآن پاک کی آیات لیکر آنا آپ کے لیے تقویت قلب کا ذریعہ بن جاتا تھا۔ آپ کے دل کو تسلی ہو جاتی تھی اور ان اذیتوں اور تکالیف کو سہنا آسان ہو جاتا تھا قرآن مجید کے تدریجی نزول کی یہ بہت بڑی حکمت ہے۔

دوسری حکمت:

اَلتَّدَرُّجُ فِيْ تَشْرِيْعِ الْأَحْكَامِ یعنی احکام کی پابندی فوراً لازم نہ ہو بلکہ تدریجاً ہو۔ اگر پورا قرآن کریم ایک ہی دفعہ نازل ہو جاتا تو تمام احکام پر عمل کرنا فوراً ضروری ہو جاتا اور یہ اس معاشرہ کے لیے نا قابل برداشت ہو جاتا۔ اس لیے تدریجاً نزول کیوجہ سے ان پر احکام بھی تدریجاً لاگو ہوئے۔

تیسری حکمت:

تَسْهِیْلُ حِفْظِ الْقُرْآنِ یعنی اس کو یاد کرنا آسان ہو جائے۔ اگر سارا قرآن کریم یک بارگی نازل ہو جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی اکثریت جوامی تھے ان کے لیے ضبط کرنا اور یاد کرنا مشکل ہو جاتا۔ اس لیے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا اور آپؐ اور صحابہ کرامؓ اس کو بآسانی یاد کرتے رہے۔

چوتھی حکمت یہ ہے:

مُسَایَرَةُ الْحَوَادِثِ وَالْوَقَائِعِ یعنی حالات وواقعات سے مناسبت رہے۔ آپؐ کے زمانہ مبارکہ میں مختلف اوقات میں مختلف واقعات و حالات پیش آتے رہے۔ لوگ مختلف قسم کے سوال کرتے رہے اس لیے ان حالات کے مناسب قرآن کا نزول ہوا اور صحابہ کرامؓ کو لمحہ بہ لمحہ راہنمائی ملتی رہی۔

سینہ نبوت خزینہ قرآن:

عرب کا معاشرہ چونکہ امی تھا اس لیے ابتدائے اسلام میں قرآن مجید کی حفاظت کے لیے سب سے زیادہ زور حافظہ پر دیا گیا۔ قرآن مجید حضرت جبریل علیہ السلام امین کے ذریعہ سب سے پہلے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک پر اترا۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ (سورۃ الشعراء) کہ روح الامین نے آپ کے قلب مبارک پر اتارا تاکہ آپ لوگوں کو آگاہ کردیں۔

شروع شروع میں جب حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے تو آپؐ اسی وقت اپنی زبان سے ان الفاظ کو دہرانے لگتے، تاکہ فوراً اچھی طرح یاد ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ

يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ (سورة طه) کہ آپؐ وحی کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں۔

ایک مقام پر ارشاد فرمایا لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (القیامۃ) کہ آپ وحی کو جلدی پڑھنے کے لیے اپنی زبان نہ ہلایا کریں اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر اس کے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ذمہ داری لے لی کہ اس قرآن پاک کو آپ کے سینے کے اندر جمع کرنا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اور پھر آپ کے سینہ مبارک سے آپ کی زبان پر جاری کرانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اور پھر اس کی تشریح وتوضیح کرانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

ظاہر ہے کہ جب ساری ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اٹھالی تو پھر اس کے اندر شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ سب سے پہلے قرآن پاک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سینہ مبارک میں جمع ہوا۔ اور آپ کا سینہ قرآن کا خزینہ اور گنجینہ بنا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو یاد رکھنے کا اتنا اہتمام فرماتے کہ ہر سال رمضان المبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے اور ان سے دور کیا کرتے تھے۔ جس سال آپؐ کی وفات ہوئی اس سال رمضان المبارک میں حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ سے دو مرتبہ دور کیا۔

صحابہ کرامؓ کا حفظ کرنا:

پھر جب آپؐ صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید کی آیات سناتے تو وہ اسے فوراً زبر کر لیتے تھے صحابہ کرامؓ کا حفظ قرآن کا شوق ضرب المثل تھا۔ خود یاد کرنے کے ساتھ دوسروں کو حفظ کرانا بھی ان کا معمول تھا اس طرح تھوڑی ہی مدت میں

صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر جماعت ایسی تیار ہوگئی جنہیں قرآن مجید از بر تھا۔

کتابتِ وحی:

آپؐ قرآن مجید لکھوانے کا بھی پورا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اس مقصد کے لیے آپؐ نے متعدد ایسے صحابہ کرامؓ کو منتخب کر رکھا تھا جو کتابت کا فن جانتے تھے۔ انہیں کاتبین وحی کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ کاتبین وحی میں حضرت زید بن ثابتؓ اور خلفاء اربعہؓ کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔

جونہی آپؐ پر قرآن مجید کچھ حصہ نازل ہوتا آپؐ فوراً کاتب وحی کو بلا لیتے اور اسے اپنی موجودگی میں لکھوا دیتے۔ لکھوانے کے بعد پھر اس سے دوبارہ سن لیتے تاکہ کسی قسم کی غلطی کا امکان نہ رہے۔

کاغذ کی کمی کیوجہ سے بعض اوقات چمڑے کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، درختوں کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر بھی قرآن مجید لکھا گیا۔

ترتیبِ تلاوت:

آپ جانتے ہیں کہ جس ترتیب میں اب ہمارے سامنے قرآن مجید موجود ہے اس ترتیب سے اس کا نزول نہیں ہوا۔ سب سے پہلے سورۃ العلق کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں اور سب سے آخر میں غالباً سورۃ نصر نازل ہوئی۔ اس طرح متفرق طور پر متفرق سورتیں اور آیاتؐ نازل ہوتی رہیں۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معمول تھا کہ جب قرآن مجید کا کچھ حصہ آپ کسی کاتب وحی کو لکھواتے تو اسے یہ بھی بتا دیتے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں آیت سے پہلے اور فلاں آیت کے بعد رکھنا ہے۔ تو اس طرح وہ کاتب وحی اسے مقررہ جگہ پر رکھ لیتے۔ اور اسی ترتیب سے خود بھی یاد کر لیتے اور دیگر صحابہ کرامؓ کو

بھی بتا دیا جاتا۔
اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قرآن مجید کی دو قسم کی ترتیبیں ہیں۔ (۱) ترتیب نزولی یعنی جس ترتیب سے قرآن مجید نازل ہوا۔ (۲) ترتیب تلاوت یعنی جس ترتیب سے قرآن مجید جمع کیا گیا۔ آپ اچھی طرح سمجھ چکے ہیں یہ ترتیب تلاوت صحابہ کرامؓ کی اپنی قائم کردہ ترتیب نہیں ہے بلکہ یہ بھی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیان کردہ ہے۔

مثال:

اس کی مثال آپ ایسے سمجھیں کہ جیسے کسی حکیم صاحب کے پاس مختلف حالات میں مختلف مریض حاضر ہوکر دواء وغیرہ لیں۔ حکیم صاحب جو بھی نسخہ تجویز فرمائیں انکے شاگرد اسے کتابی صورت میں جمع کرنے کے لیے لکھ لیں۔ اب ظاہر ہے مریضوں کے آنے کی تو کوئی ترتیب نہیں ہے اگر ایک مریض دماغ کی امراض کا آرہا ہے تو دوسرا معدہ یا جگر کا آرہا ہے۔ مختلف موسموں میں مختلف بیماریوں کے مریض آئیں گے۔ مگر جب شاگردان تمام نسخوں کو کتابی شکل میں جمع کریں گے تو اسکی ایک خاص ترتیب ہوگی۔ حکیم صاحب بتائیں گے کہ اس نسخہ کو فلاں باب میں لکھ لو۔

تو اسی طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی صحابہ کرامؓ کو بتا دیتے تھے کہ یہ حصہ فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھ لو۔ اور پھر یہ ترتیب بھی آپ کی ذاتی قائم کردہ نہ تھی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تھی۔ جبریل علیہ السلام جب تشریف لاتے تو من جانب اللہ یہ بھی بتا دیتے کہ ان آیات کو کہاں رکھنا ہے۔ اس طرح جس ترتیب سے قرآن مجید جمع ہوا وہ ترتیب لوح محفوظ کے بالکل مطابق ہوگئی یعنی جس طرح اب ہمارے پاس قرآن مجید ہے اسی ترتیب سے لوح

محفوظ اور بیت العزۃ میں بھی موجود ہے۔
تو اس طرح پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور مبارک میں قرآن کریم کا کم از کم ایک نسخہ آپ ؐ کی زیر نگرانی لکھا گیا۔ اگر چہ وہ نسخہ ایک مرتب کتاب کی بجائے متفرق پارچوں کی شکل میں تھا یہ نسخہ اصح ترین نسخہ تھا۔
علاوہ ازیں متعدد صحابہ کرامؓ نے بھی اپنی یادداشت کے لیے قرآن مجید کے کچھ حصے اپنے پاس لکھ رکھے تھے۔ بعض صحابہ کرامؓ نے اپنی ضرورت کے مطابق ان پر تشریحی نوٹس بھی لکھ رکھے تھے۔

عہد صدیقی اور جمع قرآن:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ یمامہ میں جب حفاظ صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد شہید ہوگئی تو حضرت عمرؓ کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اگر اسی طرح جنگوں میں حفاظ اور قاری شہید ہوتے رہے تو کہیں قرآن مجید کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے چنانچہ انہوں نے سیدنا صدیق اکبرؓ کو مشورہ دیا کہ قرآن مجید جمع کروایا جائے اور اس کی حفاظت کا پورا انتظام کیا جائے۔
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کام کے کرنے سے انکار کر دیا کہ کَیْفَ اَفْعَلُ مَالَمْ یَفْعَلْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہ جو کام رسول اللہؐ نے نہیں کیا میں کس طرح کر سکتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں سمجھاتے رہے کہ یہ کام بہر حال ضروری ہے۔ اس کے فوائد سے آگاہ کرتے رہے۔ یہاں تک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا شرح صدر ہو گیا اور اس کام کے لیے آمادہ ہو گئے۔
چنانچہ آپؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو بلوایا اور انہیں فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی کتابت وحی کا کام کرتے رہے ہو، نوجوان، سمجھدار اور

معتمد آدمی ہو،تم قرآن مجید کی آیات کوتلاش کر کے انہیں جمع کرو۔حضرت زیدؓ اس عظیم ذمہ داری سے خوف زدہ ہوگئے۔مگر حضرت ابوبکرؓ نے انہیں سمجھایا کہ یہ کام بہر حال کرنا ہے۔چنانچہ ان کا شرح صدر ہوگیا اور انہوں نے حضرت عمرؓ کی معیت میں کام شروع کر دیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ خود حافظ قرآن تھے۔ان کے علاوہ بیشتر صحابہ کرامؓ بھی حافظ تھے اگر وہ چاہتے تو چند حافظوں کو پاس بٹھا کر قرآن مجید لکھ دیتے مگر ایسا نہ کیا گیا۔ان کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی نگرانی میں لکھائی ہوئی آیات جمع کریں۔چنانچہ مدینہ منورہ میں اعلان عام ہوگیا کہ جس صحابی کے پاس جتنا حصہ لکھا ہوا ہے وہ لے کر آئے۔اس طرح صحابہ کرام مختلف پارچے، کاغذ کے ٹکڑے، کھجور کی شاخیں وغیرہ لانے لگے جن پر انہوں نے آیات قرآن درج کر رکھی تھیں۔

حضرت زیدؓ سب سے پہلے اپنی یادداشت سے ان کی توثیق فرماتے پھر حضرت عمرؓ اور دیگر حفاظ صحابہؓ اس کی توثیق فرماتے اور وہ آیات اس وقت تک قبول نہیں کی جاتی تھیں جب تک دو قابل اعتبار گواہوں نے اس بات کی گواہی نہ دے دی ہو کہ یہ آیت یا یہ سورۃ آنحضرتؐ کے سامنے ان کی زیر نگرانی لکھی گئی تھی اور آپ نے اس کی توثیق فرمائی تھی۔

گرامی قدر سامعین! آپ سمجھ سکتے ہیں کہ ان شرائط کی وجہ سے یہ کام کتنا مشکل ہوگیا۔حضرت زیدؓ یہ ساری مشکلات برداشت کرتے رہے۔اور بالآخر وہ کاغذ کے صحیفوں پر قرآن مجید جمع کرانے میں کامیاب ہوگئے اور قرآن مجید کا وہ نسخہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی خدمت میں پیش کر دیا۔انہوں نے اسے اپنے پاس محفوظ کر لیا تا کہ کسی وقت ضرورت پڑے تو اس سے کام لیا جا سکے۔

اس نسخہ میں ہر سورت الگ الگ تھی۔ یعنی باقاعدہ ترتیب دیکر حد بندی نہیں کی گئی تھی۔ نیز اس میں قرآن مجید کی ساتوں قرأتوں کی رعایت رکھی گئی تھی۔ یہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی میں انکے پاس رہا۔ بعدازاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انکے پاس رہا۔ انکی شہادت کے بعد حضرت حفصہؓ نے اسے اپنے پاس محفوظ کرلیا۔

عہدِ عثمانی اور جمع قرآن:

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اسلام دور دراز تک پھیل چکا تھا مختلف عجمی علاقے مسلمانوں کی زیرنگین آچکے تھے۔ ان عجمی مسلمانوں نے لازماً قرآن مجید سیکھنا تھا اور انہیں عربی زبان مسلمانوں نے ہی سکھانا تھی۔

آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید سات لغات پر نازل ہوا تھا اور ان سات لغات کے پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اس طرح مختلف علاقوں کے صحابہ کرامؓ اپنے لہجے میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔ اور اسی طرح انہوں نے آگے اپنے شاگردوں کو پڑھایا۔ اس طرح لہجوں اور قرأتوں کا یہ اختلاف مختلف ممالک تک پہنچ گیا۔ جب قرأتوں کا یہ اختلاف عجمی ممالک میں پہنچا تو لوگوں میں جھگڑے پیش آنے لگے۔ ہر آدمی اپنے استاد سے سیکھی ہوئی قرأت کو درست اور دوسرے کی قرأت کو غلط کہنے لگا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ (جو آرمیلیا اور آذربائیجان کے محاذ پر جہاد میں شریک تھے) نے لوگوں کا جب یہ اختلاف دیکھا تو بڑا دکھ ہوا۔ اور سیدھے خلیفہ وقت سیدنا عثمان غنیؓ کے ہاں حاضر ہوئے اور انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضرت عثمانؓ اس معاملہ کی نزاکت کو بھانپ گئے اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا اور انکے سامنے اپنی یہ رائے رکھی کہ تمام لوگوں کو

ایک ہی مصحف پر جمع کر دیا جائے صحابہ کرامؓ نے انکی رائے کو قبول فرمایا اور یہ بات پاس ہوگئی۔

پھر آپؓ نے حضرت حفصہؓ سے دورِ صدیقی کا جمع شدہ وہ نسخہ منگوایا۔ اور چار صحابہ کرامؓ (حضرت زیدؓ بن ثابت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ، حضرت سعیدؓ بن عاص، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن حارث بن ہشام) کی ایک کمیٹی بنا کر انہیں از سر نو قرآن مجید جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور انہیں یہ ہدایت کر دی کہ اگر کسی لفظ میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اسے لغت قریش کے مطابق لکھا جائے۔

ان حضرات گرامی نے اگر چہ بنیادی طور پر نسخہ صدیقی کو سامنے رکھا تاہم مزید احتیاط کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں کیا گیا تھا۔ یعنی وہ تحریریں دوبارہ منگوائیں جو صحابہ کرامؓ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیر نگرانی لکھی تھیں اور آپؐ نے انکی توثیق فرمائی تھی۔

پھر اسی طرح ہر تحریر کے لیے دو معتبر گواہوں کی گواہی لی کہ واقعی یہ تحریر پیغمبر ﷺ کی موجودگی میں لکھی گئی تھی۔ اس طرح یہ کام اب مزید مشکل ہو گیا۔ مگر بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان صحابہ کرامؓ سے یہ کام لینا تھا وہ اسکے فضل و رحمت سے اس میں کامیاب ہو گئے۔

اب ان حضرات نے بحکم سیدنا عثمان غنیؓ کل سات نسخے تیار کیے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ایک نسخہ مدینہ منورہ میں اپنے پاس رکھ لیا۔ اور باقی مختلف علاقوں کے مرکزی مقامات پر رکھوا دیے تاکہ اختلاف کی صورت میں ان سے راہنمائی لی جا سکے۔ مزید آپؓ نے یہ حکم دیا کہ انکے علاوہ لکھے گئے انفرادی نسخے تلف کر دیے جائیں، تاکہ کسی قسم کا اختلاف باقی نہ رہے۔

بعد ازاں امت کا اس پر اجماع ہو گیا کہ قرآن کریم کو رسم عثمانی کے

خلاف لکھنا جائز نہیں ہے۔

سورۃ توبہ اور بسم اللہ:

حضرت عثمان غنیؓ نے جو اپنے جمع کرائے ہوئے نسخوں میں سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہ لکھوائی اسکی وجہ خود انہوں نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنیؓ سے سوال کیا تھا کہ آپ نے سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ کیوں نہ لکھی؟ دوسرا سوال یہ کیا کہ قرآن مجید کی سورتوں کی جو ترتیب قائم کی گئی ہے اس میں سب سے پہلے بڑی سورتیں رکھی گئی ہیں جن کی آیتوں کی تعداد سو(۱۰۰) سے زیادہ ہے۔ اسکے بعد وہ سورتیں ہیں جنکی آیات کی تعداد سو(۱۰۰) سے کم ہے۔ آپ نے سورۃ انفال جو کہ چھوٹی سورت ہے کو سورۃ توبہ سے مقدم کیوں کیا؟ حالانکہ حق یہ بنتا تھا کہ سورۃ توبہ پہلے ہو اور سورۃ انفال بعد میں۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ سورۃ توبہ وہ سورۃ ہے جو آپؐ پر سب سے آخر میں نازل ہوئی آپؐ اس کی وضاحت نہ فرما سکے کہ یہ الگ سورت ہے یا نہ، کہ آپؐ کی وفات ہوگئی۔ جب ہم نے قرآن کی سورتوں کو ترتیب دیا تو اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نہ تھی وَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا اَنَّهَا مِنْهَا. اس لیے یہ شبہ ہو گیا کہ شاید یہ کوئی مستقل سورت نہ ہو بلکہ کسی دوسری سورت کا جزء ہو۔

اب مزید یہ شبہ ہو گیا کہ اگر یہ کسی سورت کا جزء ہے تو کونسی سورت کا جزء ہے۔ ہم نے دیکھا کہ مضامین کے اعتبار سے یہ سورۃ سورۃ الانفال سے ملتی جلتی ہے۔ اس لیے اگر یہ کسی سورت کا جزء ہوسکتی ہے تو سورۃ انفال کا ہی ہوسکتی ہے اس لیے ہم نے اسے سورۃ انفال کے بعد رکھ دیا اور درمیان میں بسم اللہ نہ لکھی۔

دوسرا احتمال یہ بھی تھا کہ یہ علیحدہ مستقل سورت ہو اس لیے ہم نے ان دونوں سورتوں کے درمیان کچھ خالی جگہ چھوڑ دی۔ تو اس طرح نہ تو یہ بالکل سورۃ انفال کا جزء ثابت ہو رہی ہے اور نہ ہی علیحدہ سورت۔

باقی رہی یہ بات کہ ہم نے سورۃ انفال کو مقدم کیوں کیا؟ جبکہ سورۃ توبہ اس سے بڑی تھی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ سورۃ الانفال پہلے نازل ہوئی تھی اور سورۃ توبہ بعد میں۔ اس لیے سورت توبہ کو سورۃ انفال پر مقدم کرنا بغیر وحی کے جائز نہ تھا۔ اور وحی میں ہمیں کوئی ایسی ہدایت نہیں ملی تھی اس لیے ہم نے ترتیب نزول کا اعتبار کرتے ہوئے سورۃ انفال کو مقدم کیا کیونکہ احتیاط اسی میں تھی۔

(یہ سوال و جواب حدیث شریف کی مختلف کتب میں موجود ہے)

اس لیے فقہاء کرام نے مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ جو شخص سورۃ انفال کی تلاوت کے معاً بعد سورۃ توبہ شروع کرے تو وہ بسم اللہ نہ پڑھے ہاں اگر وہ اپنی تلاوت شروع ہی سورۃ توبہ سے کرے تو وہ بسم اللہ پڑھے۔

نقطے، اعراب، پارے اور رکوع وغیرہ:

اہل عرب کے رواج کے مطابق عہد عثمانی کے ان جمع شدہ نسخوں کے حروف پر نہ تو نقطے تھے اور نہ ہی اعراب وغیرہ۔ وہ لوگ بغیر نقطوں اور اعراب کے پڑھنے کے اسقدر عادی تھے کہ انہیں ذرہ برابر دشواری نہ ہوتی تھی۔ البتہ اہل عجم کے لیے اس قسم کی تحریر پڑھنا واقعی دشوار تھا۔

اس مشکل کو حل کرنے کے لیے حضرت سیدنا علیؓ کے ایماء پر حضرت ابوالاسود دوئلیؒ نے ان عربی حروف کے لیے نقطے وغیرہ تجویز کیے۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ یہ کام حجاج بن یوسف نے کرایا تھا بعد ازاں اسی طرح حروف قرآن پر حرکات زیر۔ زبر۔ پیش وغیرہ لگائی گئیں۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ

کام بھی حضرت ابوالاسود دوئلیؒ نے حجاج بن یوسف کے ایماء پر کیا تھا بہر حال بفضل اللہ تعالیٰ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے یہ کام بخوبی انجام دے دیا۔

صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ عظام کا معمول تھا کہ وہ ہر ہفتے ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے اس مقصد کے لیے انہوں نے روزانہ ایک مقدار مقرر کر رکھی تھی۔ جسے حزب یا منزل کہا جاتا ہے۔ اس طرح پورے قرآن کی سات منزلیں ہیں۔

پھر بعد کے لوگوں نے اپنی سہولت کے لیے قران مجید کو تیس اجزاء میں تقسیم کر لیا تاکہ ایک ماہ میں اگر ختم کرنا ہو تو آسانی رہے تو اس طرح قرآن مجید تیس پاروں میں تقسیم ہو گیا۔

بعد ازاں رکوع کی ایک علامت معین کی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ آیات کی ایک ایسی متوسط مقدار متعین ہو جائے جو ایک رکعت میں بآسانی پڑھی جا سکے اس علامت کو رکوع اسی لیے کہتے ہیں کہ نماز میں اس جگہ پہنچ کر رکوع کر لیا جائے۔ قرآن مجید کے کل رکوعات کی تعداد ۵۵۸ ہے۔

پھر تلاوت اور تجوید کی سہولت کے لیے کچھ مزید اشارے وضع کیے گئے ہیں جنہیں رموز اوقاف کہا جاتا ہے۔ قرآن کے ایک قاری کے لیے یہ رموز اوقاف انتہائی اہم ہیں اور ان کا جاننا بے حد ضروری ہے۔ بعض اوقات انکی رعایت نہ رکھنے کیوجہ سے معنیٰ میں زبردست تبدیلی ہو سکتی ہے۔

صدیوں تک قران مجید کے نسخے قلم سے لکھے جاتے رہے۔ ہر دور میں مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ایسی موجود رہی جنکا کتابت قرآن کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا۔ اور انہوں نے بہترین سے بہترین انداز میں قرآن مجید لکھا۔

طباعت قرآن:

۱۱۱۳ھ میں پہلی مرتبہ ہیمبرگ کے مقام پر چھاپہ خانے میں قرآن مجید طبع

ہوا۔ پھر مطابع کا یہ سلسلہ چل نکلا۔ پریس مشینوں میں جدت آتی گئی اور بہتر سے بہتر انداز میں قرآن مجید طبع ہوتے رہے۔ اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور ان شاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ کہتے ہیں کہ قرآن مجید اترا ہے عرب میں، پڑھا گیا ہے مصر میں چھاپا گیا ہے بیروت میں، اور سمجھا گیا ہے ہندوستان میں۔

پاک و ہند میں خصوصی طور پر علماء دیوبند نے جو تفسیری و تشریحی خدمات انجام دی ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ جَزَاهُمُ اللّٰہُ عَنَّا اَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

☆ ☆ ☆

۳:- حقوق قرآن

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَقَالَ الرَّسُوْلُ يَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوْرًا (سورۃ فرقان) صدق الله العظیم.

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اسکے کچھ حقوق ہمارے ذمہ ہیں۔ آپ نے سن رکھا ہوگا کہ علماء کرام ماں باپ کے حقوق، بیوی بچوں کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح آج میں آپ کے سامنے قرآن مجید کے حقوق بیان کروں گا۔ جس طرح قرآن کریم کی عظمت و شان بہت زیادہ ہے اسی طرح اس کی حق تلفی کا گناہ بھی بہت زیادہ ہوگا۔

قرآن مجید کے پانچ حقوق ہیں۔ (۱) اسکی تلاوت کرنا۔ (۲) اسے سمجھنا۔ (۳) اس پر ایمان لانا۔ (۴) اس پر عمل کرنا۔ (۵) اسے دوسروں تک پہنچانا۔

پہلا حق:

تلاوت قرآن ہے جو بہت بڑی عبادت ہے یہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ تلاوت قرآن ہمارے روح کی غذا ہے۔ جس طرح جسم انسانی اپنی بقاء وتقویت کے لیے مسلسل غذا کا محتاج ہے اسی طرح روح انسانی کی غذا تلاوت قرآن ہے۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ اس آسمانی اور روحانی غذا کو چھوڑ کر لوگوں

نے ایک شیطانی غذا (موسیقی) کو روح کی غذا سمجھ رکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کو خصوصی طور پر تلاوت قرآن کا حکم دیا گیا۔ یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّاقَلِیْلاً نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلاً اَوْ زِدْعَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً (سورۃ مزمل) اے کپڑا اوڑھنے والے رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی رات۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا اس سے کچھ زیادہ اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو رات کو خصوصی طور پر تلاوت قرآن کا حکم دیا ہے۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ (سورۃ عنکبوت) کہ آپ پر جو قرآن وحی کی گئی ہے اسکی تلاوت کیا کرو اور نماز قائم کیا کرو۔

پھر نبی اکرم ﷺ کے شوقِ تلاوت کی یہ حالت تھی کہ جبرئیل امین کے وحی لانے کے ساتھ ہی اسکی تلاوت شروع فرما دیتے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰی اِلَیْکَ وَحْیُهٗ (سورۃ طٰہٰ) کہ آپ وحی ختم ہونے سے پہلے قرآن مجید پڑھنے میں جلدی نہ کیا کریں۔

چونکہ آپ کو یہ خدشہ ہوتا تھا کہ کہیں مجھے یہ آیات بھول نہ جائیں اس لیے ساتھ ساتھ تلاوت شروع فرما دیتے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ خدشہ ہی دور فرما دیا اور ارشاد فرمایا لَاتُحَرِّکْ بِهٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ (سورۃ القیامۃ) آپ اسکو جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجیے بے شک اسکو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور پھر آپ کی زبان سے پڑھانا ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر جب فرشتے کی زبانی ہم پڑھیں تو اسکا اتباع کیجیے۔ پھر اسکی تشریح و بیان بھی ہماری

ذمہ داری ہے۔

گرامی قدر سامعین! یاد رکھیے کہ قرآن مجید کی محض تلاوت کا بھی بہت بڑا فائدہ ہے یعنی ایک آدمی ترجمہ نہیں جانتا وہ مطلق تلاوت کرتا ہے یہ بھی خالی از فائدہ نہیں ہے۔ ٹھیک ہے ہمیں ترجمہ جاننا چاہیے مگر محض تلاوت سے بھی ہر حرف کے بدلے ۱۰ نیکیاں ملتی ہیں۔ آپؐ نے مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ الٓمٓ پڑھنے سے بھی تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ توجہ فرمائیں! ان حروف کا ترجمہ ہم جانتے ہی نہیں جاننے کی کوشش کریں تب بھی نہیں جان سکتے مگر انکی ادائیگی سے بھی ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں مل رہی ہیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْآنُ عَنْ ذِكْرِيْ وَ مَسْئَلَتِيْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِيَ السَّائِلِيْنَ جوآدمی قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف رہا۔ مجھ سے اپنی ضرورت مانگ نہ سکا۔ یعنی اسے مانگنے کا یاد ہی نہ رہا یا وقت ہی نہ ملا تو اسکو بن مانگے میں وہ کچھ دوں گا جو مانگنے والوں کو بھی نہیں مل سکتا۔ اسکی ضرورتوں کا کفیل میں خود ہو جاؤں گا۔

آداب تلاوت:

تلاوت قرآن کے وقت آداب کا خصوصی طور پر خیال رکھنا چاہیے یعنی آدمی باوضو ہو۔ قبلہ رخ ہو۔ تلاوت سے پہلے تعوذ وتسمیہ پڑھے باطنی آداب میں سے یہ ہے کہ اسکا دل اس کلام اور صاحب کلام کی عظمت سے معمور ہو۔ اسی طرح قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔ یعنی حروف کی شناخت ہو مخارج کا علم ہو اور رموز اوقاف سے واقف ہو۔

اسی طرح ترتیل کے ساتھ پڑھنا یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا لطف لے لے کر پڑھنا پورے سکون اور اطمینان سے پڑھنا ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے وَرَتِّلِ

الْقُرْآنَ تَرْتِيْلاً کہ قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔ جس طرح نرم نرم بارش زمین کے اندر جذب ہوتی چلی جاتی ہے اسی طرح ترتیل کے ساتھ پڑھنا تثبیت قلبی کا ذریعہ ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے اُتْلُوا الْقُرْآنَ وَابْکُوْ کہ قرآن پڑھو اور اللہ تعالیٰ کی خشیت سے معمور ہو کر روؤ۔ آپ کی خود اپنی یہ حالت ہوتی تھی کہ رات کو تلاوت قرآن کے وقت آپ اس قدر روتے کہ ہچکیاں بندھ جاتیں اور آپؐ کے سینہ مبارک سے ہنڈیا کے ابلنے جیسے آواز نکلتی تھی۔

اسی طرح خوش الحانی بھی ضروری ہے یعنی اپنی حد تک بہتر سے بہتر اسلوب، بہتر سے بہتر آواز میں تلاوت کرے۔ آپ کا ارشاد ہے۔ زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِاَصْوَاتِکُمْ کہ اپنی بہترین آواز سے قرآن کو مزین کرو۔

خوش آوازی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گانے کی طرز پر پڑھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنی حد تک اچھی آواز اور بہترین اسلوب میں تلاوت کرے۔

ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت اس بھونڈے انداز میں کی جاتی ہے کہ نہ الفاظ کا خیال رکھا جاتا ہے نہ تجوید کا اور نہ رموز اوقاف کا۔ اور قرآن مجید کے الفاظ کے اندر اس طرح قطع و برید کی جاتی ہے کہ خدا کی پناہ۔ آپؐ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا رُبَّ تَالِی الْقُرْآنِ وَ الْقُرْآنُ يَلْعَنُهٗ کہ بہت سے قرآن مجید پڑھنے والے ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ قرآن کریم ان پر لعنت کر رہا ہوتا ہے۔ اس لیے اگر تھوڑا پڑھ لیا جائے اور اچھے انداز میں پڑھ لیا جائے تو وہ اس زیادہ پڑھے ہوئے سے بہتر ہے جس میں قرآن کریم کا کترہ کر دیا جائے۔

تلاوت کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ اسے روزانہ کا معمول بنایا جائے۔ یہ

طریقہ درست نہیں کہ ایک ہی دن میں سارا پڑھ لیا اور پھر چھٹی۔ حق تو یہ بنتا ہے کہ آدمی اپنے ذوق وشوق، ہمت کے مطابق روزانہ کچھ حصہ بہتر انداز میں پڑھ لے۔ مختلف لوگوں کے لیے روزانہ کی مقدار مختلف ہو سکتی ہے مگر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی بہت جلدی ختم قرآن کرنا چاہے تو کم از کم تین دن میں قرآن ختم کرے۔

تلاوت قران پاک میں اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ محض رضاء الٰہی کے لیے تلاوت ہو، ریاء کاری اور دکھلاوا مقصود نہ ہو۔ کسب مال اور کوئی دنیاوی غرض پیش نظر نہ ہو۔

دوسرا حق:

قرآن مجید کا دوسرا حق ہے اسکو سمجھنا۔ اس کا ترجمہ جاننا۔ چونکہ قرآن کریم عربی زبان میں ہے اور ہم عربی نہیں جانتے اس لیے ہمارے لیے ضروری ہے کہ اسکا معنیٰ سمجھیں کہ قرآن کریم ہم سے کیا کہہ رہا ہے۔ محض تلاوت سے ثواب ضرور ملے گا مگر ہدایت تو تب ہی ملے گی جب اسکو سمجھیں گے۔

قرآن کریم ایک حکم نامہ ہے جو احکم الحاکمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ ہمیں یہاں اگر کسی افسر کا حکم نامہ انگریزی زبان میں مل جائے تو ہم اس چٹھی کو لیکر کتنے لوگوں کے پاس جاتے ہیں کہ دیکھیے جی میری طرف فلاں آفیسر کا یہ آرڈر آیا ہے، مجھے پڑھ کر سمجھایئے کہ وہ مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میری ناسمجھی کیوجہ سے اس پر عمل نہ کرسکوں اور وہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ قرآن کریم جو رب العالمین احکم الحاکمین مالک الملوک خالق کائنات کا آرڈر اور حکم نامہ ہے کیا کبھی ہم نے کوشش کی ہے کہ کسی عالم سے جا کر سمجھیں کہ مجھے بتایئے قرآن کیا کہہ رہا ہے؟ کیا اس احکم الحاکمین کے آرڈر کا اتنا بھی حق نہیں ہے؟

گرامی قدر سامعین! سوچیے یہ کتنا بڑا ظلم ہے جو ہم نے قرآن کریم کے ساتھ روا رکھا ہوا ہے۔

بعض اوقات شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ قرآن سمجھنا بڑا مشکل ہے ہم کیسے سمجھ سکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (سورۃ القمر) کہ ہم نے یہ قرآن نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے۔ کیا کوئی ہے جو اس سے نصیحت حاصل کرے؟

فہم قرآن:

یاد رکھیے! قرآن مجید سمجھنا دو طرح کا ہے۔ ایک ہے عوام کا سمجھنا' دوسرا ہے علماء کا سمجھنا۔ عوام کا سمجھنا تو یہ ہے کہ وہ اس کا موٹا موٹا ترجمہ جان لیں اسکا مفہوم ذہن نشین کرلیں چونکہ قرآن کریم کا طریق استدلال انتہائی سادہ اور فطری ہے دلائل عقل و حکمت کے مطابق ہیں۔ جگہ جگہ مثالیں دے کر بات سمجھائی گئی ہے۔ اس لیے اسکا خالی رواں ترجمہ پڑھنے سے ہی اسکا سرسری مفہوم واضح ہو جاتا ہے اور اس سے نصیحت حاصل کی جاسکتی ہے۔ یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے کہ کوئی آدمی قرآن مجید کا محض ترجمہ پڑھے اور اسے نصیحت حاصل نہ ہو۔ اسکے دل پر اثر نہ ہو۔ وہ اس سے عبرت و موعظت حاصل نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے ارشاد فرمایا ہے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ کہ ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن کو آسان کردیا ہے۔

دوسرا ہے علماء و فقہاء کا سمجھنا۔ کہ وہ اس بحر بیکراں میں غوطے لگا کر علمی نکتے تلاش کریں اس سے مسائل اخذ کریں ایک ایک لفظ کی حرفی و نحوی تحقیق کریں۔ یہ واقعی ایک علمی کام ہے مگر اسکا مکلّف علماء و فقہاء کو بنایا گیا ہے نہ کہ عوام کو۔ قرآن مجید وہ کتاب ہے کہ اسکے عجائبات کبھی ختم نہ ہونگے۔ لَا یَنْقَضِیْ

عَجَائِبُہٗ دیکھیے چودہ سو سال گزر گئے اب تک علماء کرام اسکے عجائبات تلاش کر رہے ہیں۔ ہر ایک اپنے ذوق کے مطابق تحقیق کرتا ہے۔ اس کے حجم سے چالیس گنا بڑی اسکی ایک ایک تفسیر لکھی جا چکی ہے اور پھر یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔

ایک زبردست غلطی یہ ہے کہ بعض لوگوں نے محض تھوڑی بہت عربی جاننے کے بل بوتے پر قرآن مجید کو تختۂ مشق بنا لیا۔ اور وہ اس سلسلہ میں احادیث نبویہ اُقوال صحابہؓ تحقیقات فقہاء سے یکسر بے نیاز ہو گئے۔ اور محض اپنی رائے اور قیاس کو حرف آخر سمجھ لیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا مَنْ قَالَ فِی الْقُرْآنِ بِرَأْیِہٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ کہ جو قرآن مجید کی تفسیر و تشریح محض اپنی رائے سے کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

قرآن سمجھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اسے احادیث نبویہ کی روشنی میں سمجھا جائے اگر احادیث نبویہ میں راہنمائی نہ ہو تو پھر صحابہ کرامؓ کے اقوال کا مرحلہ ہے بعدازاں ائمہ فقہاء و مجتہدین کا مرحلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح طریقے سے قرآن سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

یاد رکھیے جب تک ہم قرآن مجید کا کوئی حکم یا کوئی مسئلہ سمجھیں گے ہی نہیں ہم ہدایت حاصل نہیں کر سکتے اس لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے اوقات میں سے کچھ وقت نکال کر علماء کرام کی مجلس میں آئیں اور اس اللہ کے حکم نامہ کو سمجھیں۔ قرآن مجید دین کی اساس اور بنیاد ہے۔ اس کے بغیر نہ ہم دین کو سمجھ سکتے ہیں نہ دین پر عمل کر سکتے ہیں۔ قرآن سے 'دور رہ کر' قرآن سے الگ رہ کر درس قرآن کی محفل سے متنفر ہو کر اگر کوئی دین کا کام یا دین کی کوئی خدمت کرنا چاہتا ہے تو

ایں خیال است ومحال است وجنوں۔ ایسا شخص ضلالت و گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں تو گر سکتا ہے ہدایت نہیں پا سکتا۔

تیسرا حق:

قرآن مجید کا تیسرا حق ہے اس پر ایمان لانا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور جو حقائق اس میں بیان ہوئے ہیں وہ سو فیصد درست اور صحیح ہیں۔ یہ لاریب کتاب ہے اس میں ذرہ برابر بھی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

بعض لوگ جدید سائنسی تحقیقات پر تو پورے وثوق سے یقین رکھتے ہیں مگر قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق کے بارے میں متشکک نظر آتے ہیں۔ اور اگر کوئی سائنسی تحقیق قرآن کے خلاف نظر آئے تو وہ قرآن مجید کے اندر تاویلات کرنا شروع کر دیتے ہیں اور قرآنی آیات کا معنی ومطلب توڑ موڑ کر اسے سائنس کے مطابق بنانے کو بڑی دینی خدمت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔

یاد رکھیے! سائنس قرآن کے تابع ہے نہ کہ قرآن سائنس کے تابع ہے۔ سائنسی علوم کی بنیاد عقل و تجربہ پر ہے جبکہ قرآن کریم خالق ارض وسماء اور علام الغیوب کے بیان کردہ حقائق کا نام ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ تو غلط ہو سکتا ہے مگر خدا کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا۔ سائنسی حقائق کے اندر ترمیم ہوتی رہتی ہے مگر اللہ کی کتاب اٹل اور غیر متزلزل ہے۔

صدیوں فلاسفہ کی چناں وچنیں رہی [illegible] اللہ کی بات جب تھی وہیں رہی

اس لئے قرآن نے جو کچھ فرما دیا اسپر ہمارا کامل ایمان [illegible] یقین ہونا چاہیے۔

سائنس اور قرآن:

قرآن حکیم کوئی سائنس کی کتاب نہیں ہے مگر اس نے جو سائنسی حقائق بیان فرمائے ہیں وہ بالکل اٹل ہیں سائنس والے دھکے کھا کھا کر بالآخر ہمیں قرآن کے حقائق کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

☆ قرآن مجید نے ایک حقیقت بیان کر دی ہے کہ "وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ" سورج چلتا ہے۔ فلاسفہ اور اہل سائنس کا قدیمی نظریہ یہ تھا کہ آسمان گردش کرتا ہے پھر اس نظریے کو جھٹلا دیا گیا اور کہا گیا کہ سورج چلتا ہے پھر اسے بھی جھٹلا دیا گیا اور دعویٰ کیا گیا کہ زمین چلتی ہے اور سورج ساکن ہے پھر اب یہ نظریہ آیا کہ سورج اپنے خاندان سمیت ایک نامعلوم مقام کی طرف جا رہا ہے۔

☆ اسی طرح سائنس دانوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان دراصل بندر کی ایک ترقی یافتہ شکل ہے۔ یہ پہلے بندر تھا اب بدلتے بدلتے انسان بن گیا۔ حالانکہ اس نظریہ میں انسان کی توہین بھی ہے اور نظریہ قرآن سے متصادم بھی ہے اس نظریے پر ایک عرصہ تک بحث ہوتی رہی اور سائنس دان اسے برحق سمجھتے رہے۔ مگر اب جدید تحقیق نے یہ ثابت کر دیا کہ انسان بندر کی اولاد وغیرہ نہیں یہ الگ مخلوق ہے اب یہ لوگ ماننے پر مجبور ہو گئے۔

صدیوں فلاسفہ کی چناں و چنیں رہی اللہ کی بات جہاں تھی وہیں رہی

☆ سائنس نے آج معلوم کیا ہے کہ رحم مادر کے اندر نر و مادہ کی بنیاد مرد کے کروموسوم پر ہے جبکہ قرآن نے چودہ سو سال پہلے بتا دیا تھا وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰی مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی (سورۃ النجم) کہ اسی نے نر و مادہ جوڑے بنائے نطفہ سے جبکہ وہ ڈالا جاتا ہے۔

☆ سائنس نے آج ادراک کیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز میں زوجیت (یعنی

جوڑا جوڑا ہونا) ہے قرآن نے چودہ سو سال پہلے اعلان کر دیا تھا وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ کہ ہم نے ہر چیز کے جوڑے جوڑے بنائے۔

☆ سائنس کو آج پتہ چلا ہے کہ زندگی پانی پر موقوف ہے اور ایک جاندار میں سب سے بڑا عنصر پانی ہے۔ قرآن نے چودہ سو سال پہلے بتا دیا تھا کہ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ کہ ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔

☆ سائنس نے آج انکشاف کیا ہے کہ رحم مادر کے اندر جس جھلی کے اندر بچہ ملفوف ہوتا ہے وہ درحقیقت تین جھلیوں یا تین پرتوں کا مجموعہ ہے جس سے روشنی و ہوا اندر نہیں جا سکتی۔ اور قران نے چودہ سو سال پہلے بتا دیا تھا يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ خَلْقاً مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ کہ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین اندھروں کے اندر ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرتا ہے۔

گرامی قدر سامعین! یہ بات یاد رکھیے کہ قرآن نے جو حقائق بیان کیے ہیں وہی برحق ہیں اس لیے قران مجید کا ایک حق ہمارے اوپر یہ بھی ہے کہ ہم اسکے بیان کردہ عقائد غیبی حقائق پر پورے وثوق کے ساتھ یقین رکھیں اسی یقین کا نام ایمان ہے۔ اگر یہ یقین نہ ہو تو سمجھ لو ایمان نہیں ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ آج ہم نے قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق سے منہ موڑ کر خود ساختہ عقائد کو اپنا لیا ہے اور آج یہی ہماری ذلت و خسران کا باعث ہے۔ مؤمن کی شان یہ ہے کہ فرمان الٰہی پر ایمان بالغیب لائے۔

چوتھا حق:

قرآن مجید کا چوتھا حق ہے اسپر عمل کرنا۔ ماننے کے بعد اگلا مرحلہ عمل کا ہے۔ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اسکو نافذ کرنا ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ قرآن حکیم ایک کامل و مکمل کتاب ہے' ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جو زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ قرآن مجید کا موضوع "انسان" ہے۔ اور یہ انسان ہی کی فلاح و بہبود کے موضوع پر کلام کرتا ہے اسکی غرض غایت یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ محض علم سے اور جان لینے سے آدمی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (سورۃ انعام) کہ آپ اس قرآن مجید کی پیروی فرمائیں۔ پھر آپ نے ہمیں اس پر عمل کر کے دکھایا کہ گویا آپ قرآن مجید کی عملی تفسیر تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ کہ آپؐ کے اخلاق و عادات قرآن کریم کے مطابق تھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تمہارا کسی معاملہ میں جھگڑا ہو جائے تو سب سے پہلے اس کا فیصلہ قرآن پاک اور سنت رسولؐ سے تلاش کرو فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ الخ (سورۃ النساء)

آپؐ نے ارشاد فرمایا مَا آمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَہٗ' کہ جس نے قرآن پاک کی حرام کردہ اشیاء کو حلال سمجھا گویا وہ قرآن پر ایمان ہی نہیں لایا۔

نفاذ قرآن:

آج ہماری ترقی و خوشحالی کا راز اسی میں ہے کہ ہم قرآن کریم کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کریں قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرَاۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا (سورۃ جمعہ) یعنی جن لوگوں کو تورات کا بار امانت بنا

ہوا پھر انہوں نے اسکو نہ اٹھایا (یعنی اسپر عمل نہ کیا) انکی مثال ایسے ہے جیسے کسی گدھے پر بڑی بڑی کتابیں لدی ہوں۔

گرامی قدر سامعین! یہود کی اسقدر مذمت اسی لیے فرمائی گئی ہے کہ انہوں نے تورات کے احکام کو پس پشت ڈال دیا تھا اور اسی لیے وہ دنیا میں بھی ذلیل ہوئے اور آخرت میں بھی ذلیل وخوار ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِنْ رَّبِّهِمْ لَاَ كَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ (مائدۃ) کہ تورات وانجیل اور جو دیگر کتابیں ان کی طرف انکے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہیں اگر وہ لوگ ان کو قائم رکھتے یعنی ان پر عمل پیرا ہوتے تو ان پر رزق مینہ کی طرح برستا' اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے بھی کھاتے یعنی ہم انکو دنیا کے اندر ہی رزق کی فراوانی عطاء فرما دیتے آخرت کا معاملہ تو الگ رہا۔

گرامی قدر سامعین! آج اگر ہم بھی قرآنی احکامات پر عمل پیرا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً ہمیں دنیا میں ہی اسکے فیوض وبرکات سے مستفید فرمائے گا۔

قران مجید کے اندر سورۃ مائدہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کردہ دین کو اپنی زندگی میں نافذ نہ کرنے والوں پر سخت ترین فتوے لگائے ہیں اور ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ (سورۃ مائدۃ) کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے گا تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ کہ خدا تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے ظالم ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ خدا تعالیٰ

کے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے کافر ہیں۔

گرامی قدر سامعین! ان فتووں کی روشنی میں ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہمارے فیصلے کس قانون کے ماتحت ہو رہے ہیں۔ یقین جانئے آج ہم خدا کے احکام سے انحراف کر کے ان فتووں کی زد میں آ چکے ہیں۔

بعض لوگوں سے سنا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام بڑے سخت ہیں۔ اسکی عائد کردہ سزائیں وحشیانہ ہیں آج کے مہذب دور میں ان کا نفاذ سراسر ظلم ہوگا وغیرہ۔ یہ نظریات اور یہ باتیں کسی کافر کی طرف سے کہی جاتیں تو ہمیں تعجب نہ ہوتا مگر افسوس تو یہ ہے کہ یہ سب خرافات کلمہ پڑھنے والا بک رہا ہے۔

یقین جانیے خدا تعالیٰ جو سب سے زیادہ رؤف و رحیم ہستی ہے جو اپنے بندوں کے ساتھ سگی ماں سے بھی زیادہ محبت کرنیوالا ہے اگر اس نے یہ قوانین بنائے ہیں اور یہ سزائیں تجویز کی ہیں تو مطلب یہی ہے کہ ان سزاؤں کے بغیر معاشرتی برائیوں کا علاج ناممکن ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جن علاقوں اور ملکوں میں قرآنی قوانین نافذ ہوئے وہاں کس طرح امن قائم ہوگیا اور چوری' ڈاکے' زنا وغیرہ کی شرح میں حیرت انگیز کمی آ گئی بلکہ نہ ہونے کے برابر ہو گئے اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن حکیم پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔

پانچواں حق:

قرآن مجید کا پانچواں حق ہے اسے دوسروں تک پہنچانا۔ اسکی تبلیغ کرنا قرآن مجید کا مقصد نزول یہی ہے هَٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا بِهِ (سورۃ ابراہیم) کہ یہ قرآن لوگوں کے نام خدا کا ایک پیغام ہے تا کہ انکو اس کے ذریعے متنبہ کیا جائے۔ یعنی قرآن مجید ایک پیغام ہے جو جسے ملے اسے چاہیے کہ وہ آگے پہنچائے۔

سب سے پہلے یہ فریضہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عائد ہوا کہ آپ اس کی تبلیغ فرمائیں۔ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ (انعام) کہ یہ قرآن میری طرف اس لیے اتارا گیا ہے کہ اسکے ذریعے میں تمہیں اور جس شخص تک پہنچ سکے اسے آگاہ کر دوں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَااُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ (سورۃ مائدہ) یعنی اے پیغمبر! خدا تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ تمہارے اوپر نازل کیا گیا ہے اسے بلاکم و کاست لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو پھر تم نے گویا اپنا فریضہ پیغمبری ادا نہ کیا۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ پیغمبرؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ۲۳ سالہ دعوتی زندگی میں کتنی تکلیفیں اٹھا کر یہ قرآن لوگوں تک پہنچایا۔ آپؐ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔ مظالم ہوئے۔ رشتہ داریاں ختم ہو گئیں اپنے پرائے ہو گئے۔ ۱۳ سالہ مکہ مکرمہ کی تکالیف کو ذہن میں لائیں۔ پھر ۳ سالہ شعب ابی طالب کی تکالیف ہیں طائف کے سفر کی تکالیف ذہن میں لائیں۔ پھر آپؐ نے ہجرت کی تکالیف برداشت فرمائیں اور اپنا وطن چھوڑا' پھر مدینہ منورہ جا کر بھی سکھ کا سانس نہیں لیا۔ برابر جنگیں ہوتی رہیں یہود' مشرکین' منافقین سب ملکر اذیتیں دیتے رہے لیکن آپؐ نے اپنے اس فریضہ میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں فرمائی۔

کوئی مانے یا نہ مانے تسلیم کرے یا نہ کرے مگر آپؐ برابر قرآن کا پیغام ان تک پہنچاتے رہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ کہ اگر وہ لوگ اعراض کریں' نہ مانیں تو بھی آپ کی ذمہ داری تبلیغ ہے جو آپؐ نے ہر صورت میں ادا کرنی ہے۔

پھر دیکھیے اس ذمہ داری کے اندر آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو بھی شریک فرمالیا اور ارشاد فرمایا بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً کہ میری طرف سے اگر تمہیں ایک آیت بھی پہنچے تو وہ بھی آگے پہنچادو۔

مختلف صحابہ کرامؓ کو مختلف اوقات میں آپؐ نے بادشاہانِ عالم کے نام دعوتی خطوط دیکر بھیجا اور ان تک قرآن کا پیغام پہنچایا۔ حتیٰ کہ اپنی وفات سے تقریباً ۳ ماہ قبل حجۃ الوداع کے موقع پر ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ کو عرفات کے میدان میں خطبہ ارشاد فرمایا اور اس خطبہ میں آپ نے پورے دین کا خلاصہ بیان فرمایا۔ پھر لوگوں سے سوال فرمایا کہ کل خدا کی عدالت میں تم سے میری بابت سوال کیا جائے گا۔ بتاؤ کیا میں نے تمہارے تک پیغام پہنچا دیا هَلْ بَلَّغْتُ؟ لوگوں نے ہاتھ ہلا ہلا کر جواب دیا لَقَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَۃَ وَاَدَّیْتَ الْاَمَانَۃَ وَ نَصَحْتَ الْاُمَّۃَ وَ کَشَفْتَ الْغُمَّۃَ کہ آپ نے صرف پہنچایا نہیں بلکہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے امانت ادا کر دی امت کی ہر لحاظ سے خیر خواہی فرما دی اور تمام پردے ہٹا کر حق واضح فرما دیا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ اے اللہ تو گواہ ہو جا میں نے فریضہ رسالت ادا کر دیا۔

بعدازاں آپؐ نے یہ ذمہ داری صحابہ کرامؓ کو سونپی اور ارشاد فرمایا فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ کہ جو موجود ہیں انکی ذمہ داری ہے کہ دوسروں تک پہنچائیں۔ صحابہ کرامؓ کو مزید ترغیب دینے کے لیے دعائیہ کلمات بھی ارشاد فرمائے نَضَّرَ اللّٰہُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَوَعَاھَا ثُمَّ اَدَّاھَا کَمَا سَمِعَ کہ اللہ تعالیٰ اسے خوش وخرم رکھے جس نے میری بات غور سے سنی پھر اسے محفوظ کیا اور پھر اسے دوسروں تک پہنچایا۔

آپؐ کی اسی تاکید کا اثر ہے کہ آج تک علماء کرام برابر قرآن کی تبلیغ

کرتے چلے آ رہے ہیں اورانشاءاللہ یہ سلسلہ قیامت تک قائم رہے گا۔

ہماری ذمہ داری:

گرامی قدر سامعین! ہماری یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ ہمیں قرآن کے متعلق جو صحیح معلومات ہیں انہیں دوسروں تک پہنچائیں۔ جسے قرآن مجید ناظرہ آتا ہے وہ دوسروں کو ناظرہ پڑھائے۔ جسے حفظ ہے وہ دوسروں کو یاد کرا دے۔ جسے ترجمہ آتا ہے وہ دوسروں کو ترجمہ سمجھائے۔ جس کے پاس جتنا بھی علم وفہم ہے وہ اس امانت کو آگے پہنچائے۔

اگر ہم قرآن مجید کے یہ پانچ حقوق ادا کر رہے ہیں تو ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اور اگر ہم ان سے غافل ہیں تو پھر فکر کرنی چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ خدا کے دربار میں ہماری شفاعت کرنے کی بجائے الٹا شکایت لگا دیں۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یَا رَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا اور اللہ کے رسول ﷺ فرمائیں گے اے میرے رب میری اس قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال رکھا تھا۔ پس پشت ڈالنے کا مطلب یہی ہے کہ اسکے حقوق کی ادائیگی سے غفلت برتی جائے۔ توجہ فرمائیں اگر شکایت لگاتے وقت آپ کا اشارہ ہماری طرف ہو گیا تو ہمارا کیا بنے گا؟

ابھی سے سوچ لو ورنہ محشر کے دن میرے سوال کا جواب تم سے ہو کہ نہ ہو

قرآن کی مظلومیت:

کسی شاعر نے قرآن کی مظلومیت کو بڑے احسن انداز میں بیان کیا ہے ہمیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں
تعویذ بنایا جاتا ہوں دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں
جزدان حریر و ریشم کے اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے خوشبو میں بسایا جاتا ہوں
جب قول و قسم لینے کے لیے تکرار کی نوبت آتی ہے
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ہاتھوں میں اٹھایا جاتا ہوں
دل نور سے خالی رہتے ہیں آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو اک اک مجلس میں پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے محبت کے دعوے قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

٤:- اعجاز قرآن (١)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَقَالُوا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ آیَاتٌ مِنْ رَبِّہٖ قُلْ اِنَّمَا الْآیَاتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَ اِنَّمَا اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَرَحْمَۃً وَّ ذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (سورۃ عنکبوت) صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

گرامی قدر سامعین! آپ نے علماء کرام سے اکثر سن رکھا ہوگا کہ قرآن مجید معجزہ ہے۔

معجزہ کا معنی:

معجزہ کا معنیٰ ہے عاجز کر دینے والا یعنی ایسا کام جس کے کرنے سے دوسرے لوگ عاجز ہوں۔ معجزہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا خرق عادت فعل ہوتا ہے جسے وہ اپنے نبی کی صداقت کے اظہار کے لیے اسکے ہاتھ پر ظاہر فرماتا ہے جب ایک خدائی کام نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو رہا ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس نبی کو خدا کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اسی تعلق کا دوسرا نام نبوت ورسالت ہے۔

شاہکار معجزہ:

ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے معجزات عطاء فرمائے۔ اسی طرح آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار معجزات عطاء فرمائے۔ مگر ان تمام معجزات میں سے ایک شاہکار معجزہ قران مجید ہے۔

قرآن مجید ایک علمی معجزہ ہے جبکہ دیگر انبیاءؑ کے معجزات عملی تھے۔ قرآن مجید ایک دائمی معجزہ ہے جبکہ دیگر انبیاء کرامؑ کے معجزات وقتی تھے۔ چونکہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت بھی دائمی ہے اس لیے آپ ﷺ کی نبوت کی دلیل بھی دائمی ہے جو قرآن مجید ہے۔

کفار نے جب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بار بار اعتراض کیا کہ ان کو ہمارے طلب کردہ معجزات کیوں نہیں دیے گئے لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ؟ تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ آپ ﷺ کہہ دیں اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ کہ معجزے اور نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ میں نے کوئی الوہیت کا دعویٰ تو نہیں کیا۔ میں تو صرف نذیر مبین بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ کفار جو ہمہ وقت معجزات مانگتے ہیں کیا انکے لیے یہ نشانی اور معجزہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ ﷺ پر یہ عظیم الشان کتاب نازل فرمائی جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے بیشک اسمیں رحمت و نصیحت ہے اہل ایمان کے لیے۔ گویا اللہ تعالیٰ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ نئے نئے معجزات طلب کرنیوالو! قرآن کے اندر غور کرو یہ سب سے بڑا معجزہ ہے یہ معجزہ ہر وقت تابندہ اور روشن ہے اور اپنی تحدی کے ساتھ موجود ہے۔

گرامی قدر سامعین! اگر ہم غور کریں تو یہ قرآن مجید کئی حیثیتوں سے معجزہ ہے چند باتیں ہم عرض کریں گے۔

معجزة من حيث البلاغة:

یعنی قرآن مجید فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ اپنی حکمت ہے کہ اس نے ہر نبی کو اسکے زمانہ کے حالات کے مطابق معجزات عطاء فرمائے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جادو کا بڑا زور تھا اور یہ فن پورے

عروج پر تھا۔ ملک کے اندر لاکھوں آدمی جادوگر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عصاء اور ید بیضاء کا معجزہ دیا۔ فرعون نے اسے جادو سے تعبیر کیا اور جادوگروں کو مقابلہ میں لا کھڑا کیا انہوں نے جب اپنا کام دکھا دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی کہ گھبرائیں نہیں۔ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ (سورۃ طٰہ) ہم نے کہا خوف نہ کرو بلا شبہ تم ہی غالب ہو اور جو چیز (لاٹھی) آپ کے دائیں ہاتھ میں ہے اسے پھینک دو کہ جو کچھ انہوں نے بنایا ہے اسے نگل جائے گی۔ انہوں نے تو جادو کا چکر چلایا ہے اور جادوگر کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی نے سانپ بن کر ان کا وہ سارا کرشمہ ہضم کر لیا اور پھر آپ نے جو ہاتھ لگایا تو وہ سوٹی بن گئی۔ فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ یہ معجزہ دیکھ کر جادوگر سجدے میں گر گئے اور کہنے لگے کہ ہم ہارون اور موسیٰ علیہما السلام کے رب پر ایمان لا چکے ہیں۔

☆ اسی طرح حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں طبابت اور حکمت کا بڑا زور تھا۔ بڑے بڑے نامور اطباء موجود تھے اور انہوں نے اپنے فن کو عروج پر پہنچا کر لوگوں کو ورطہ حیرت میں ڈال رکھا تھا۔ بڑی بڑی عسر العلاج امراض کا علاج دریافت ہو چکا تھا۔ نبض پر ہاتھ رکھتے ہی بتا دیتے تھے کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ بعض اوقات بالکل قریب المرگ مریض کا ایسا علاج کرتے کہ وہ صحت یاب ہو کر کھڑا ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی نوعیت کے معجزات عطاء فرمائے۔ یہ نبض پر ہاتھ بھی نہیں رکھتے اور بتا دیتے ہیں کہ تم نے کیا کھایا ہے۔

صرف اتنی بات نہیں بلکہ یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ گھر میں کیا چھوڑ کر آئے ہو۔
وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ (سورۃ آل عمران)۔
وہ حکماء باوجود اتنی حذاقت اور مہارت کے بعض امراض کا علاج کرنے سے عاجز تھے جیسے برص کا مریض اور مادر زاد اندھا وغیرہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ دیا کہ مبروص اور اندھے پر محض ہاتھ پھیرتے ہیں تو وہ بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ۔
ان حکماء کی ساری حذاقت و مہارت مریض کی موت سے پہلے پہلے کارگر تھی۔ مرنے کے بعد تو کچھ نہ کر سکتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ مردے کو حکم دیتے ''کھڑا ہو جا'' تو وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر صحیح سلامت کھڑا ہو جاتا وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ۔
تو ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات اپنے زمانے کے فن کے مطابق تھے۔ معجزے نے اس فن کو مات کر دیا۔

☆ اسی طرح ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا بڑا زور تھا۔ اہل عرب کو اپنی زبان دانی پر بڑا ناز تھا حتیٰ کہ وہ غیر عربوں کو عجمی (گونگے) کہتے تھے۔ نثر نظم میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ گو انکی کثیر تعداد پڑھنا لکھنا نہ جانتی تھی مگر بولنے کا فن انکے پاس موجود تھا۔ شاعری گویا انکی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے رکھ دی تھی۔ بڑے بڑے اجتماعات میں شعراء اپنا کلام پیش کرتے اور داد تحسین وصول کرتے تھے۔

بڑے تو بڑے رہے انکے چھوٹے بچے بھی فطرتاً اس فن میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ انکی عورتیں بھی بڑے بڑے شعراء کو مات کر دیتی تھیں۔ خنساء ایک عورت تھی جو سوق عکاظ میں جج اور حکم بن کر فیصلے کیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس

عورت نے حضرت حسان بن ثابتؓ کے دو شعروں میں آٹھ ادبی غلطیاں نکالی تھیں۔ وہ لوگ اپنے قصیدے لکھتے تھے اور کعبۃ اللہ کے ساتھ لٹکا دیتے تھے کہ اگر کوئی ہمارا مقابل ہے تو سامنے آئے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی ان پڑھ معاشرے میں پروان چڑھے تھے کہ وہاں نہ کوئی مدرسہ تھا نہ یونیورسٹی۔ آپؐ نے نہ کسی کتاب کا مطالعہ کیا نہ ہی کسی استاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ آپؐ محض امی تھے نہ لکھنا جانتے تھے نہ پڑھنا قرآن کہتا ہے۔ مَاکُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ کِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ (سورۃ عنکبوت) کہ اس سے پہلے آپؐ نہ تو کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے۔ پھر دیکھیے آپؐ نے انکے سامنے ایک کلام پیش فرمایا جو فصاحت وبلاغت کے اس اعلٰی معیار کا حامل تھا کہ وہ سب ورطہ حیرت میں ڈوب گئے انکی ساری فصاحت و بلاغت، علم و ادب، نظم ونثر قرآن کے سامنے ہیچ نظر آنے لگی۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست　　　کتب خانہ چندلمت بشست

چیلنج دیا گیا:

پھر اللہ تعالٰی نے بڑے زور وشور سے انہیں چیلنج بھی دیا کہ اگر تمہیں اس کتاب کے بارے میں شک ہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے تو اسکا مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (سورۃ بنی اسرائیل) فرما دیجئے کہ اگر انسان اور جن اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ قرآن جیسی کتاب بنا کر لائیں تو ہرگز نہ لاسکیں گے اگر چہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

پھر فرمایا کہ اگر اس جیسی کتاب تم نہیں لا سکتے تو کم از کم اس جیسی دس

سورتیں ہی بنا کر پیش کر دو۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (ہود) کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن خود بنا لیا ہے آپ فرما دیں کہ اگر سچے ہو تو تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ اور خدا کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو بلا لو۔

پھر فرمایا اچھا اگر دس سورتیں نہیں بنا سکتے تو کم از کم ایک سورت ہی اس جیسی بنا کر لے آؤ۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (سورۃ بقرہ) اگر تم اس کتاب کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) پر نازل کی ہے کچھ شک رکھتے ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنا لاؤ اور خدا کے سوا جو تمہارے مددگار ہوں انکو بھی بلا لو اگر تم سچے ہو۔

پھر فرمایا اچھا اگر ایک سورت نہیں بنا کر لا سکتے تو کم از کم اس قرآن جیسا ایک جملہ ہی بنا کر پیش کر دو اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ (سورۃ طور) کیا یہ کہتے ہیں کہ اس پیغمبر نے قران از خود بنا لیا ہے بلکہ یہ خدا پر ایمان نہیں رکھتے اگر یہ سچے ہیں تو اس جیسا کلام یعنی ایک جملہ ہی پیش کر دیں۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ کفار عرب اس چیلنج کو ہرگز قبول نہ کر سکے۔ لوگوں کو گونگا کہنے والے آج خود کلام اللہ کے سامنے گونگے ہو گئے۔ غور کیجیے! انکے لیے یہ طریقہ کتنا آسان تھا کہ پیغمبر اسلام ؑ کے دعویٰ کو باطل کرنے کے لیے مقابلے میں اپنا کلام پیش کر دیتے مگر وہ ہرگز ایسا نہ کر سکے۔ آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے اسلام کو مٹانے کے لیے بے دریغ مال و دولت خرچ کیا۔ ہر حربہ اختیار کیا۔ جنگیں لڑیں۔ سفر کیے جان تک کی بازی لگا

دی۔ بچوں کو یتیم کرایا۔ بیویوں کو بیوہ کرایا۔ اعزہ و اقارب مروائے۔ مگر عربی زبان کے ان اصل مالکوں سے یہ نہ ہو سکا کہ قرآن جیسی ایک سورت ہی پیش کر دیں۔

ناکام کوشش:

روایات میں ہے کہ ایک دفعہ کسی مسلمان نے قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورت ''سورۃ الکوثر'' لکھ کر کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکا دی۔ یہ گویا ایک چیلنج تھا کہ اگر اسکا مقابلہ کر سکتے ہو تو کرو۔ کئی دنوں تک کفار اس سورت کو دیکھتے رہے۔ دوران طواف دیکھ دیکھ کر کڑھتے رہے مگر ادبی انداز میں اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ بالآخر ان کا بابا لبید بن ربیعہ ایک دن طواف کرتا ہے تو یہ اسکی توجہ اُدھر مبذول کراتے ہیں۔ وہ ندرت کلام اور جودتِ طبع میں مشہور تھا۔ سبعہ معلقہ کی بزم مشاعرہ کا رکن اعظم تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ اتنا ادیب ہے کہ جو کچھ بھی بولے فوراً لکھ لو اور محفوظ کر لو اسکا ایک ایک لفظ قیمتی ہے اسکے بارے میں وہ کہتے تھے اُكْتُبُوْ هَا عَلَى الْحَنَاجِرِ وَ لَوْ بِالْخَنَاجِرِ اگر اس کا کلام تیز دھار خنجر اور تلوار سے اپنے گلے پر رقم کرنا پڑے تو لکھ لو۔

لبید بن ربیعہ دیر تک کھڑا دیکھتا رہا سوچتا رہا۔ سب کفار خوش ہیں کہ آج بابا کچھ نہ کچھ ضرور مقابلہ کرے گا۔ پھر اس نے قلم دوات منگوائی۔ یہ لوگ بڑی خوشی سے فوراً قلم دوات لائے۔ مگر وہ تو خود ادیب تھا صاحب فن تھا۔ حقیقت کو پا گیا۔ اس نے سورۃ کوثر کے جواب میں ایک ہی جملہ لکھا۔ مَاهٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہے۔ یہ تو انسانی طاقت سے ماوراء کلام ہے۔ گویا اپنے عجز کا برملا اعتراف کر لیا۔ وَالْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔

بعد میں یہی لبید ایمان بھی لے آیا۔ ایک دفعہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ

عنہ نے اس سے فرمائش کی کہ اپنا کچھ کلام تو سناؤ اس نے معاً جواب دیا کہ قرآن کے ہوتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے کہ اپنا کلام پیش کروں۔

اسی طرح ولید بن مغیرہ نے ایک دفعہ خود اعتراف کیا۔ وَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُ مِنْ مُحَمَّدٍ کَلَاماً مَا ھُوَمِنْ کَلَامِ الْاِنْسِ وَلَا مِنْ کَلَامِ الْجِنِّ وَاِنَّ لَہٗ لَحَلَاوَۃً وَاِنَّ عَلَیْہِ لَطَلَاوَۃً وَاِنَّ اَعْلَاہُ لَمُثْمِرٌ وَاِنَّ اَسْفَلَہٗ لَمُغْدَقٌ وَ اِنَّہٗ لَیَعْلُوْا وَمَا یُعْلٰی عَلَیْہِ وَمَا ھٰذَا قَوْلُ الْبَشَرِ. کہ میں نے حضرت محمد ﷺ سے ایسا کلام سنا ہے جو نہ تو کسی انسان کا کلام ہے نہ جن کا۔ اسکے اندر بڑی مٹھاس اور اسکے اوپر بڑی تروتازگی ہے۔ اسکی شاخیں پھل دار ہیں اور اسکی جڑیں انتہائی مضبوط ہیں۔ یقیناً وہ کلام بلند ہی ہوگا اور وہ کبھی زیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ کسی بشر کا کلام ہی نہیں ہے۔

گرامی قدر سامعین! یہ اسلام کے سب سے بڑے دشمن ولید بن مغیرہ کے تاثرات ہیں۔ افسوس کہ ابوجہل کے عار دلانے پر وہ ایمان سے محروم رہا۔

چیلنج آج بھی موجود ھے :

قرآن مجید کا چیلنج صرف زمانہ نبوی تک محدود نہ تھا یہ چیلنج آج بھی موجود ہے۔ آج دنیا میں یہود و نصاریٰ اسلام کے خلاف کیا کچھ نہیں کر رہے۔ کتنی دولت اسلام کو مٹانے پر خرچ کر رہے ہیں۔ وہ آج اس چیلنج کو قبول کر کے اسلام کو شکست کیوں نہیں دے دیتے۔ ان میں آج بھی لاکھوں ادیب، شاعر اور فصیح اللسان لوگ موجود ہیں۔ جنکی مادری زبان عربی ہے۔ وہ عربی میں اخبارات نکالتے ہیں۔ رسالے چھاپتے ہیں، عربی کتب کے تراجم کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ عربی کی بڑی بڑی ڈکشنریاں وضع کرتے ہیں۔

سوچیے! اپنا سارا مال و دولت، اپنی ساری کاوشیں پیاری محنتیں تو انہوں

نے اسلام کے خلاف جھونک دیں کروڑوں ڈالرخرچ کر ڈالے۔ لاکھوں منصوبے وضع کر لیے۔ مگر یہ سستا ترین اور آسان ترین طریقہ وہ کیوں نہیں استعمال کرتے کہ انفرادی یا اجتماعی طور پر قرآن کے مقابلے میں ایک سورت بنا کر پیش کر دیں۔ سارا جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ یہ راستہ نہ دور نبویؐ کے کافروں نے اختیار کیا نہ چودہ سو سالوں میں کوئی کافر اسکی جرأت کر سکا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے بشری طاقت سے ماوراء ہے۔ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ (سورۃ بقرہ) اگر تم ایسا نہ کر سکو اور یقیناً نہیں کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

معجزہ من حیث التاثیر:

جس طرح قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت اور اپنے ادبی اسلوب اور نظم بدیع کے لحاظ سے ایک معجزہ ہے اسی طرح یہ اپنی اثر انگیزی کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے۔ کتنے ہی ایسے دشمنان اسلام تھے جو محض قرآن مجید سن کر اس قدر متاثر ہوئے کہ ایمان لائے بغیر نہ رہ سکے۔

☆ لبید بن ربیعہ کے بارے میں آپ نے سنا کہ اتنا بڑا شاعر اور قادر الکلام ہونے کے باوجود قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورۃ "سورۃ الکوثر" سے کس قدر متاثر ہوا اور بالآخر اسلام قبول کر لیا۔

☆ اسی طرح خنساء ایک عورت تھی جو بہت بڑی شاعرہ تھی۔ بلکہ شاعروں کی استاد تھی۔ شعراء کے اجتماع میں شریک ہوتی ان کے کلام کا محاکمہ کرتی اور فیصلے کیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ عکاظ کے میلے پر حضرت حسان نے اپنے پورے کلام میں سے دو شعر چن کر مقابلے کے لیے پیش کیے جو یہ تھے۔

لَنَا الْجَفَنَاتُ الْغُرُّ يَلْمَعْنَ بِالضُّحیٰ   وَاَسْیَافُنَا یَقْطُرْنَ مِنْ نَجْدَةٍ دَمًا
وَلَدْنَا بَنِی الْعَنْقَاء وَ ابْنَیْ مُحْرِقٍ   فَاَکْرِمْ بِنَا خَالًا وَ اَکْرِمْ بِنَا ابْنَمًا

خنساء نے انکے دوشعروں میں آٹھ ادبی غلطیاں نکال کر یہ شعر مسترد کر دیے۔

یہ اتنی بڑی مرثیہ گو شاعرہ تھی کہ اسکا ایک ایک شعر سن کر لوگ تڑپ جاتے تھے۔ مگر جب اسی عورت نے قرآن مجید سنا تو اتنی متاثر ہوئی کہ ایمان لے آئی۔ اور پھر مدت العمر شعر کہنا چھوڑ دیا۔ کہتی تھی کہ مجھے شرم آتی ہے کہ قرآن کی موجودگی میں اپنا کلام پیش کروں۔

☆ طفیل بن عمرو دوسی قبیلہ دوس کا سردار تھا۔ بہت بڑا شاعر تھا۔ ایک دفعہ عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ آیا۔ قریش مکہ کو خدشہ پیدا ہوا کہ اتنا بڑا سردار صاحب اثر و اختیار کہیں محمدؐ سے قرآن سنکر متاثر نہ ہو جائے۔ فوراً باہم مشورہ کر کے طفیل کا پرتپاک استقبال کیا اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف بہکانا شروع کر دیا کہ تم ہمارے معزز مہمان ہو اور یہاں کے مقامی حالات سے ناواقف ہو ہم تمہاری خیر خواہی کے لیے مشورہ دے رہے ہیں کہ محمدؐ کی کوئی بات ہرگز نہ سننا۔ وہ اپنے آبائی دین سے پھر چکا ہے۔ ایک بہت بڑا جادوگر ہے۔ اپنا کلام سنا کر لوگوں کو اپنے دام میں پھنسا لیتا ہے۔ اس نے ہماری شیرازہ بندی کو شدید نقصان پہنچایا ہے۔ رشتہ داروں کو باہم پھوڑ دیا ہے۔ بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا ہے۔ خبردار اسکا کلام ہرگز نہ سننا۔

طفیل خود کہتے ہیں کہ میں انکے خیر خواہانہ مشورہ سے اتنا متاثر ہوا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ تاکہ اتفاقاً اگر ملاقات ہو بھی جائے تو ساحرانہ کلام کے سننے سے بچ جاؤں۔

ایک دن طفیل علی الصبح حرم کعبہ میں گئے۔ تو پیغمبر ﷺ وہاں نماز پڑھ رہے تھے اور تلاوت قرآن فرمارہے تھے۔ غالباً آج طفیل کانوں میں پنبہ رکھنا بھول گئے تھے۔ جونہی قرآن کی آواز کانوں میں پڑی تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ قلب وجگر میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ دل میں سوچا کہ میں تو خود صاحب عقل وشعور ہوں کلام کے محاسن ومعائب کو جان سکتا ہوں ان سے ملکر معلوم تو کروں کہ بات کیا ہے؟

پیغمبر ﷺ جب نماز پڑھ کر لوٹے تو طفیل پیچھے ہو لیے۔ جب آپ گھر پہنچے تو طفیل معاً سامنے آ گئے اور سارا واقعہ بیان کر دیا اور گزارش کی کہ آپ ذرا مجھے یہ کلام تو سنائیں۔ اس موقعہ پر آپؐ نے انہیں سورۃ الاخلاص اور معوذتین کی تلاوت سنائی۔

اصناف سخن سے بالاتر یہ شیریں کلام سن کر طفیل پر وجد کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور کہنے لگا وَاللہِ مَا سَمِعْتُ قَوْلاً اَحْسَنَ مِنْہُ وَلَا رَأَیْتُ اَمْراً اَعْدَلَ مِنْ اَمْرِہٖ وَ اَشْھَدُ اَنَّکَ لَرَسُوْلُ اللہِ۔ خدا کی قسم میں نے آج تک اس سے بہتر کلام نہیں سنا اور اس سے بڑھ کر مبنی بر انصاف بات کوئی نہیں سنی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ہاتھ بڑھایئے میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں اور اسی وقت کلمہ پڑھ کر طفیل حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

☆ اسی طرح حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ ہے۔ ان کا اسلام و ایمان بھی قرآن کی تاثیر کا مرہون منت ہے۔ گھر سے پیغمبر ﷺ کے قتل کے ارادے سے نکلے۔ راستے میں کسی نے بتایا کہ پہلے اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو وہ بھی تو کلمہ پڑھ چکے ہیں۔ غصے سے بھرے ہوئے ننگی تلوار ہاتھ میں لیے فوراً بہن کے گھر پہنچ گئے دروازہ اندر سے بند تھا۔ ذرا غور کیا تو کچھ

پڑھنے کی آواز آ رہی تھی۔ انتہائی غضبناک حالت میں دروازہ پر دستک دی وہ لوگ تو ڈر ہی گئے۔ ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا۔

فاروق اعظمؓ گھر میں داخل ہوئے تو پہلا سوال یہ کیا کہ میں نے سنا ہے کہ تم لوگ بھی اپنے آبائی دین سے پھر چکے ہو اور فوراً بہنوئی سعیدؓ اور بہن فاطمہؓ کو مارنا شروع کر دیا۔ اتنا مارا کہ انہیں زخمی کر دیا۔ بہن کے ماتھے سے خون کا فوراہ نکلنے لگا۔ تب اس نے جرأت مندانہ جواب دیا کہ عورت پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ اگر تو خطاب کا بیٹا ہے تو میری رگوں میں بھی اسی کا خون دوڑتا ہے۔

ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں   تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

پھر جب ذرا غصہ ٹھنڈا ہوا تو پوچھنے لگے کہ تم کیا پڑھ رہے تھے۔ وہ صحیفہ مجھے دکھاؤ تو سہی۔ وہ کاغذ مجھے پکڑاؤ تو سہی۔ بہن نے جواب دیا عمر وہ پاک اوراق ہیں پہلے غسل کرلو۔

غسل وغیرہ کرنے کے بعد وہ اوراق پڑھنا شروع کر دیے۔ سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات کی تلاوت شروع کی طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی الخ چند آیات پڑھیں تو اتنے متاثر ہوئے کہ فوراً پکار اٹھے مَا اَحْسَنَ الْکَلَامْ؟ کہ یہ کتنا خوبصورت کلام ہے۔ میں نے آج تک اس جیسا کلام نہیں سنا۔ یقیناً یہ کسی بشر کا کلام نہیں ہوسکتا۔ گواہ رہنا میں صدق دل سے اس پر ایمان لا چکا ہوں۔

بعدازاں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر کلمہ پڑھا اور اپنے اسلام کا اعلان فرمایا۔ اور اس طرح قتل کے ارادے سے نکلنے والا ایک نوجوان محض قرآن سے متاثر ہوکر حلقہ اسلام میں داخل ہوگیا۔

سودے کے لیے آج بازار گئے تھے ہم   ہاتھ اسی کے بکے جسکے خریدار گئے تھے ہم

☆ اسی طرح شاہ حبشہ (نجاشی) بھی محض قرآن سنکر اتنا متاثر ہوا کہ ایمان

لے آیا۔ آپ جانتے ہیں کہ مشرکین کی ایذاء رسانیوں کی تاب نہ لاتے ہوئے بعض صحابہ کرامؓ نے بحکم نبوی حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ ان میں پیغمبر علیہ السلام کے چچازاد بھائی حضرت جعفرؓ بن ابی طالب بھی تھے۔

قریش مکہ کو جب پتہ چلا کہ یہ لوگ ہمارے نشانہ ستم سے بچ کر بخیریت حبشہ کی سرزمین میں رہنے لگے ہیں تو انکے پاؤں کے تلے سے زمین نکل گئی اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہر چند ان بھاگنے والوں کو واپس لایا جائے۔ چنانچہ انکی واپسی کے لیے اپنا ایک وفد حبشہ بھیجا۔

وفد نے بادشاہ تک رسائی حاصل کر کے ان کے نام سمن جاری کروائے اور انہیں بادشاہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔

اس موقعہ پر حضرت سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے بڑے بلیغ انداز میں اپنا موقف پیش کیا۔ بادشاہ نے فرمائش کر دی کہ تمہارے نبی پر جو کلام نازل ہوا ہے وہ سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کی تلاوت شروع کر دی۔ تمام بطارق واساقف موجود تھے۔ آپؓ نے چند آیات ہی پڑھی تھیں کہ بادشاہ انتہائی متاثر ہو کر رونے لگا۔ تمام اساقف بھی قرآن سے اتنے متاثر ہوئے کہ روتے روتے انکی داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اب بادشاہ نے اہل مکہ کے ہدایا واپس کر دیے اور انکی اپیل خارج کر دی۔

دوسرے دن یہ وفد پھر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ شکایت لگائی کہ اِنَّهُمْ يَشْتِمُوْنَ عِيْسٰى وَ اُمَّهٗ کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انکی والدہ مطہرہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ بادشاہ چونکہ عیسائی تھا انتہائی غضب ناک ہوا اور مظلوم مسلمانوں کو دوبارہ بلوایا۔ اور حقیقت حال دریافت کی۔ حضرت جعفرؓ نے بتایا کہ ان کے بارے میں ہماری وہی رائے ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیغمبر ﷺ پر

نازل فرمائی ہے۔ اب آپؓ نے پھر سورۃ مریم کی آیات پڑھ کر سنائیں۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ الخ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مہد والی تقریر بھی سنائی اِنِّي عَبْدُاللهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ الخ آخری نتیجہ بھی سنایا ذَالِكَ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحَانَهُ الخ

یہ تمام آیات سن کر بادشاہ اسقدر رویا کہ ہچکی بندھ گئی۔ اور ایک تنکا ہاتھ میں لیکر کہنے لگا کہ خدا کی قسم جو کچھ قرآن نے بیان فرمایا ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی حیثیت اس سے ایک تنکا برابر نہ کم ہے نہ زیادہ۔ انکی صحیح حیثیت وہی ہے جو قرآن نے بیان فرمادی۔

اور پھر یہ بادشاہ قرآن سے متاثر ہوکر مشرف باسلام ہوگیا۔

جنات کا متاثر ہونا:

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید کی معجزانہ شان آپ نے سنی کہ قرآن مجید من حیث التاثیر بھی معجزہ ہے انسان تو انسان رہے جنات نے بھی جب قران سنا تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت پر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی سیکورٹی سخت فرمادی۔ اور کسی جن یا شیطان کی جرأت نہ تھی کہ فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے آسمانوں کے قریب تک جاسکے۔ اگر کوئی ہمت کر کے قریب چلا بھی جاتا تو بڑے بڑے انگاروں سے اسکی تواضع کی جاتی۔

جنات اس صورت حال سے سخت پریشان تھے کہ آخر وجہ کیا ہے؟ اچانک اتنی سختی کیوں شروع ہوگئی ہے؟ کم ازکم پتہ تو کرنا چاہیے۔ چنانچہ انکا ایک بہت بڑا عالمی اجتماع منعقد ہوا۔ جس کی صدارت ابلیس نے کی اس اجتماع میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مختلف اطراف میں جنات کی مختلف جماعتیں بھیجی جائیں۔ اور پوری

دنیا میں پھر کر یہ تحقیق کی جائے کہ اس دنیا میں کون سا ایسا عظیم واقعہ رونما ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ حفاظتی اقدامات کیے گئے ہیں۔

نصیبین کے ۹ جنوں کی ایک جماعت کے ذمہ حجاز کا علاقہ لگا کہ اس علاقے میں پھر کر تحقیق کریں۔ ان جنات نے پورے حجاز کا چپہ چپہ چھان مارا۔ آخر ایک دن یہ بطن نخلہ کے علاقہ میں گشت کر رہے تھے کہ ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ پیغمبر علیہ السلام اپنے چند صحابہ کرامؓ کے ہمراہ قریب کی وادی میں مشرکین مکہ سے چھپ کر صبح کی نماز ادا کر رہے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔ کہ انکے کانوں میں اللہ نے قرآن کی آواز ڈال دی وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا الخ (الاحقاف) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان جنات کا رخ ادھر پھیر دیا تا کہ وہ قرآن سن لیں۔ پھر قرآن کی مجلس میں حاضر ہو کر ایک دوسرے کو بالکل خاموش کرا دیا۔

ان جنات نے بڑے غور اور ادب و احترام سے قرآن بھی سنا اور اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ فوراً ایمان بھی لے آئے۔ صرف خود ایمان نہ لائے بلکہ واپس جا کر اپنی پوری قوم کو قران کی طرف دعوت دینے لگے اور داعی بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انکی دعوت کو قرآن میں بیان فرمایا ہے۔

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا وَأَنَّهُ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا الخ (الجن) کہ ہم نے ایک عجیب کلام قرآن مجید سنا ہے جو ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم یہ طے کر چکے ہیں کہ آئندہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور یہ کہ ہمارے رب کی شان وعظمت بہت بلند ہے اس نے کسی کو نہ اپنی بیوی بنایا نہ بیٹا۔

گرامی قدر سامعین! اندازہ لگائیں کہ جنات جنکے اندر خیر کی نسبت شر کا مادہ زیادہ ہے وہ بھی قرآن سن کر اس سے متاثر ہوئے اور اس پر ایمان لائے۔
ان چند واقعات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قرآن مجید اپنی اثر انگیزی کیوجہ سے بھی ایک عظیم معجزہ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

شہری ہو دیہاتی ہو مسلمان ہے سادہ
مانند بتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن

نذرانہ نہیں سود ہے پیرانِ حرم کا
ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

☆ ☆ ☆

۵:- اعجاز قرآن (۲)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْغُرَبَاءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر) صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم.

گرامی قدر سامعین! آپ کے سامنے قرآن مجید کے اعجاز کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ پچھلے بیان میں آپ نے اعجاز قرآن کی دو وجوہ سماعت فرمائیں۔ (۱) اعجاز من حیث البلاغت۔ (۲) اعجاز من حیث التاثیر۔ آج اس عنوان پر مزید گفتگو ہوگی۔

معجزہ من حیث الحفاظت:-

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اسکی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کہ ہم نے ہی اس ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔

حفاظت کی یہ ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے کچھ اس انداز سے فرمائی کہ یہ بھی وجہ اعجاز بن گئی۔ قرآن مجید سے پیشتر نازل ہونے والی کتب توراۃ و انجیل وغیرہ آج تحریف کا شکار ہو چکی ہیں۔ انکی تعلیمات بدلی جا چکی ہیں۔ بلکہ ان کی اصلی زبان بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ اور قرآن مجید کی ایک زیر و زبر کے اندر بھی فرق نہیں آیا۔ وجہ یہی ہے کہ انکی حفاظت مخلوق کے ذمہ تھی اور اسکی حفاظت کا ذمہ خالق کائنات نے لیا۔

نزول قرآن سے پہلے جنات وشیاطین پرواز کرتے کرتے آسمان کے قریب تک چلے جاتے تھے اور فرشتوں کی باتیں اور مذاکرہ وغیرہ سن لیتے تھے۔ لیکن جب قرآن مجید کا نزول شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی حفاظت کا انتظام کرتے ہوئے شیاطین کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا۔ جو جن بھی اوپر جاتا شہاب ثاقب (شعلہ آتش) سے اسکی تواضع کی جاتی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود جنات کی زبانی بیان فرمایا ہے۔ وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْ نَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (سورۃ جن) ہم نے آسمانوں کو ٹٹولا تو معلوم ہوا کہ وہ سخت پہرہ داروں اور شہابوں کے انگاروں سے بھر دیا گیا ہے اور پہلے تو بہت سے مقامات آسمان ایسے تھے جہاں ہم (فرشتوں کا کلام) سننے کے لیے جا بیٹھا کرتا تھے لیکن اب کوئی سننے کا ارادہ کرتا ہے تو اپنے لیے کسی آگ کے شعلے کو تیار پاتا ہے۔

گرامی قدر سامعین! پہرہ داری کا یہ سارا انتظام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ہی کی حفاظت کے لیے قائم فرمایا تا کہ کوئی جن اور شیطان اس میں دخل اندازی نہ کر سکے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی انتظام فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب وحی لیکر تشریف لاتے تو ان کے آس پاس فرشتوں کا ایک جم غفیر پہرہ کے لیے موجود رہتا۔ اور حضرت جبریل علیہ السلام انکے جلو میں بڑی شان وشوکت سے وحی لیکر زمین پر نزول فرماتے۔ اس انتظام ربانی سے جہاں قرآن کی عظمت اور اسکی شان وشوکت کا اظہار ہوتا ہے وہیں اسکی حفاظت وصیانت کا بھی پتہ چل رہا ہے۔ ارشاد ربانی ہے وَاِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا

مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ (سورۃ حم سجدہ) کہ یہ ایک عالی مرتبت کتاب ہے اس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہوسکتا ہے نہ پیچھے سے یہ خداتعالیٰ جو کہ حکیم اور حمید ہے کی طرف سے اتاری گئی ہے۔

سند قرآن:

پھر دیکھیے اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی صداقت کے اظہار کے لیے اس کے پہلے راوی حضرت جبریل علیہ السلام کی توثیق خود بیان فرمادی تاکہ کسی قسم کا شک وشبہ باقی نہ رہے۔اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (سورۃ تکویر) کہ اس کتاب کو لانیوالا فرشتہ معمولی فرشتہ نہیں ہے بلکہ وہ انتہائی معزز ہے اس سے کسی قسم کی کوتاہی وخیانت کا خطرہ نہیں ہے۔

سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ خود تو انتہائی معزز ہے مگر ہوسکتا ہے کمزور ہو اور اسکی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر کوئی گڑ بڑ کردے۔تو فرمایا نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے ذِىْ قُوَّةٍ وہ انتہائی طاقت ور ہے۔

پھر سوال پیدا ہوا کہ چلو مان لیا رسول بھی ہے کریم بھی ہے قوت والا بھی ہے مگر یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ اس نے دور سے کلام سنا ہو اور پوری طرح نہ سن سکا ہو۔ ہوسکتا ہے غلط فہمی ہوجائے اس واسطے فرمایاعِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ جبریل امین عرش والے کے پاس ہی رہتے ہیں۔کہیں دوری اور بعد نہیں ہے۔ یہ بھی سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ رسالت' کرامت' قوت' قربت تو مان لی۔ ہوسکتا ہے اس کے پاس کوئی منصب اور عہدہ نہ ہو۔اس کے بارے میں فرمایامُّطَاعٍ کہ سارے ملائکہ کے سردار ہیں۔سید الملائکہ ہیں انکی معمولی حیثیت نہیں ہے۔ پھر ساتھ ہی فرمایاثَمَّ اَمِيْنٍ کہ وہ امانت دار بھی ہیں۔نہ کسی نے زبردستی گڑ بڑی کی اور نہ اس نے خود اس میں تبدیلی کی۔

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید کی یہ ساری سند اللہ تعالیٰ نے اسی لیے بیان فرمائی ہے کہ قرآن کی صداقت وحفاظت واضح ہو جائے۔

جمع کرنا اور جاری کرنا ھماری ذمہ داری ھے:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ تھی کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام وحی لیکر تشریف لاتے تو آپ جلد از جلد ان کلمات کو اپنی زبان سے دہرانا شروع کر دیتے۔ تاکہ بھول نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور آئندہ کے لیے حفاظت کی گارنٹی دے دی۔ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْآنَهٗ فَاِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (سورۃ القیامۃ) کہ آپ وحی کو جلدی پڑھنے کے لیے اپنی زبان مبارک نہ ہلایا کریں۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر اسکے معانی کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔

گرامی قدر سامعین! دیکھیے اللہ تعالیٰ نے کس طرح قران مجید کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس فکر سے سبکدوش کر دیا۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَ قُرْآنَهٗ کہ اس قرآن کو آپ کے سینہ مبارک میں جمع کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ پھر آپ کی زبان مبارک سے جاری کرانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ بلکہ آپؐ کے دل میں اسکے معانی القاء کرنا اور پھر آپؐ کی زبان مبارک سے اسکی تشریح وتوضیح کرانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید کی حفاظت کا یہ حیرت انگیز انتظام ہے جو اللہ تعالیٰ خود بخود کرتا چلا آ رہا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا قرآن حفظ کرنا:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو توفیق

بخشی کہ انہوں نے قرآن مجید کو از بر کرلیا۔ سینکڑوں صحابہ کرامؓ ایسے تھے جنہیں قرآن مجید نوک بر زبان یاد تھا۔ صحابہ کرامؓ کا قرآن مجید یاد کرنا ہمارے یاد کرنے سے مختلف تھا۔ اسوقت تو ابھی قرآن آ رہا تھا۔ جو آیات بھی نازل ہوتیں تو آپ بتا دیتے کہ یہ آیات فلاں سورت کا حصہ ہیں۔ فلاں آیت سے پہلے ہیں فلاں آیت کے بعد ہیں تو صحابہ کرامؓ سابقہ ترتیب کو ختم کر کے فوراً اس نئی ترتیب سے یاد کر لیتے۔ گویا سینہ نبوت کے بعد اصحاب رسول کا سینہ قران کا خزینہ اور گنجینہ بنا۔

پھر اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی ثقاہت کا بھی اعلان فرما دیا کیونکہ وہ قرآن مجید کے راوی ہیں۔ راوی اگر مشکوک ہو جائے تو بات مشکوک ٹھہرتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کی ثقاہت اور امانت و دیانت کا اعلان فرمایا اسی طرح صحابہ کرامؓ کی عظمت وعلومرتبت کی شہادت بھی بیان فرمائی۔ انکی تعریف وتوصیف سے قرآن کو معمور فرما دیا۔ انکے لیے اپنی رضاء کا سٹرٹیفکیٹ جاری کر دیا۔ اور انہیں معیار ہدایت قرار دیا فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا (سورہ بقرہ) کہ اگر وہ لوگ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو تب وہ ہدایت یافتہ ہونگے۔

حفاظت قرآن کا غیبی انتظام:

دیکھیے! آج دنیا کے اندر تورات وانجیل کو ماننے والے بکثرت موجود ہیں لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ مگر آپ کو کوئی ایک بھی تورات یا انجیل کا حافظ نہیں ملے گا۔ یہ قرآن مجید ہی کا اعجاز ہے کہ ایک آٹھ دس سالہ بچہ قرآن مجید کو زبانی یاد کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خو بخود ان بچوں اور انکے والدین کے دل میں یہ شوق اور جذبہ پیدا فرما دیتا ہے کہ قرآن حفظ کیا جائے۔ آج کے اس گئے گزرے دور میں

بھی بڑے بڑے دنیادار لوگ اپنے بچوں کو حافظ قرآن بنا رہے ہیں۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا اسکی حفاظت کے لیے غیبی انتظام نہیں ہے؟ آپ جہاں بھی جائیں حفظ قران کے مدارس طلباء سے بھرے نظر آئیں گے۔

پھر دیکھیے کس طرح قرآن مجید کے ایک ایک پہلو کی حفاظت کے لیے ایک ایک مستقل طبقہ موجود ہے۔ حفاظ کرام اسکے الفاظ کے محافظ ہیں قراء اور مجودین اسکے لب ولہجہ کے محافظ ہیں۔ علماء کرام اسکے معانی کے محافظ ہیں۔ کاتبین اسکی کتابت اور رسم الخط کے محافظ ہیں۔ اسکی حکمتوں کی حفاظت حکماء اسلام کے ذریعے ہو رہی ہے' تصوف کے حقائق کی حفاظت صوفیاء کرامؒ فرما رہے ہیں اور اسکے علل واسرار کی حفاظت کے لیے فقہاء کرام کا طبقہ موجود ہے۔ غرضیکہ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسکی حفاظت کا انتظام فرما رکھا ہے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۔ ،

معجزہ من حیث التزکیۃ:

قرآن مجید اس لحاظ سے بھی معجزہ ہے کہ اس کے ذریعے ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں کتنا بڑا انقلاب پیدا ہوا۔ وہ معاشرہ جو ہر قسم کی نجاستوں اور برائیوں سے آلودہ تھا اسکی تعلیمات سے کس طرح پاکیزہ بن گیا۔ تلاوت آیات کے ساتھ ساتھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ بھی فریضہ تھا کہ ان لوگوں کا تزکیہ فرمائیں "وَيُزَكِّيهِمْ" اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ وہ لوگ کیا تھے اور تعلیمات قرآن سے کیا بن گئے۔ اور وہ بھی اتنے قلیل عرصہ میں تو قرآن مجید کا اعجاز نکھر کے سامنے آئے گا۔

اہل عرب کی تاریخ جاننے والا ایک ادنیٰ طالب علم بھی بخوبی سمجھتا ہے کہ آپؐ کی بعثت کے وقت وہ لوگ کس طرح دینی' اخلاقی' تہذیبی اور معاشرتی لحاظ

ے انحطاط اور زوال کا شکار تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے کتنے بے تعلق اور آخرت سے کتنے بے فکر تھے ان میں کس درجہ وحشت اور جہالت تھی۔ قتل و غارت' لوٹ ماران کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ بے حیائی اور بے شرمی ان کا شعار تھا۔ شراب اور جوا کے وہ رسیا تھے۔ حتیٰ کہ بوقت عبادت بھی وہ نشہ میں دھت ہوتے تھے۔ حلال وحرام کی تمیز مفقود تھی۔ گدھے کا گوشت اور مردہ جانوروں تک کا گوشت کھاتے تھے۔ بت پرستی' ستارہ پرستی' جنات پرستی۔ ملائکہ پرستی۔ انبیاء پرستی ان کا شعار تھا۔ کہانت اور اوھام پرستی عام تھی۔ عورتوں کو زندہ درگور کرنا' میراث میں عورت کا حصہ نہ نکالنا انہوں نے جائز قرار دے رکھا تھا غرضیکہ اعتقادی' سیاسی' اخلاقی لحاظ سے وہ باکل صفر تھے۔

بے حیائی اتنی تھی کہ بیت اللہ کا طواف عورتیں اور مرد کپڑے اتار کر کرتے تھے۔ شرک اس حد تک تھا کہ مرکز توحید بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بیت نصب تھے۔ تنہا خدا کا ذکر ان کے لیے گراں تھا۔ ضلالت و گمراہی اس حد تک تھی کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ گویا کہ تم جہنم کے کنارے پر کھڑے تھے۔

لیکن قرآن کی تعلیمات سے یہی لوگ اتنے پاکیزہ ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے ایمان وعمل کو دوسروں کے لئے معیار قرار دے دیا۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا کہ اگر لوگ اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم لائے ہو تو تب وہ ہدایت یافتہ ہونگے۔

جو خدا تعالیٰ کو کبھی بھول کر بھی یاد نہ کرتے تھے اب صبح وشام اٹھتے بیٹھے لیٹتے ہر حالت میں خدا کو یاد کر رہے ہیں۔

بچیوں کو زندہ درگور کرنے والے اب قدم بھی پھونک پھونک کر رکھ رہے ہیں کہ کہیں کوئی چیونٹی پاؤں کے نیچے نہ آ جائے۔
سالوں تک باہم لڑنے والے اب رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ کا منظر پیش کر رہے ہیں۔
عزت لوٹنے والے اب عزتوں کے محافظ بن گئے ہیں۔
خودغرض اور پرلے درجے کے بخیل و کنجوس اب ایثار کی اعلیٰ مثالیں قائم کر رہے ہیں یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ وَ لَوْکَانَ بِھِمْ خَصَاصَۃٌ (سورۃ الحشر) کہ وہ اگرچہ خود کتنے ہی ضرورت مند ہوں ایثار کرتے ہیں۔
جہنم کے کنارے پر کھڑے ہونے والے اب جنت کے وارث بن گئے۔ بدو وحشی غیر منظم اب دنیا پہ حکومت کرنے لگے اور قیصر و کسریٰ اپنے ایوانوں میں ان سے لرزنے لگے۔
گرامی قدر سامعین! یہ سارا انقلاب قرآن کی تعلیمات سے اور حضرت محمد ﷺ کے اخلاق عالیہ سے آیا ہے۔

درفشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا　　دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر عالم کے ہادی بن گئے　　کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

گرامی قدر سامعین! آج ہمارا ایک ایک عالم ایک ایک محلہ اور شہر میں پچاس پچاس سال تک وعظ و تبلیغ کرتا ہے مگر خاطر خواہ نتائج برآمد نہیں ہوتے۔ یہ قرآن ہی کا اعجاز ہے کہ ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں اسکی تعلیمات نے انکی کایا پلٹ کر رکھ دی اور وہ کیا سے کیا بن گئے۔

بات کیا تھی کہ نہ ایران و روماں سے دبے　　چند بے تربیت اونٹوں کو چرانے والے
جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک کا دھوکا　　بن گئے وہ دنیا کو اکسیر بنانے والے
دیکھنے کو نکل آئی خدائی ساری　　گھر سے جو نکلے محمدؐ کے گھرانے والے

معجزہ من حیث الاعلام بالغیب:

یعنی قرآن مجید اس لحاظ سے بھی معجزہ ہے کہ اس نے جو غیب کی خبریں دی ہیں اور آنے والے حالات کے متعلق جو پیش گوئیاں کی ہیں وہ حرف بحرف درست ثابت ہوئیں۔ ان میں سرمو بھی فرق نہ آیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، کسی بشر کی یہ طاقت نہیں کہ وہ آنے والے حالات کے متعلق سو فی صد درست پیش گوئی کر سکے۔ چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

۱) قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْجِنُّ وَ الْاِنْسُ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (سورۃ الاسراء) فرما دیجئے کہ اگر سب انسان اور جن جمع بھی ہو جائیں اور ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں اور پھر وہ قرآن جیسی کتاب یا کلام لانا چاہیں تو ہرگز ہرگز ایسا نہ کر سکیں گے۔

غور فرمایئے! کتنے وثوق کے ساتھ دعویٰ کیا گیا ہے اور پیش گوئی فرمائی گئی ہے کہ اس قرآن کی نظیر اور مثل کوئی نہ بنا سکے گا۔ آج سوا چودہ سو سال گذر چکے ہیں۔ ساری دنیا مسلمانوں کی مخالف ہے مسلمانوں کو مٹانے کے لیے طرح طرح کے حربے استعمال ہو رہے ہیں مگر اس چیلنج کا سامنا کوئی نہیں کر سکا اور نہ کوئی کر سکے گا۔

۲) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر) بے شک ہم نے ہی اس ذکر کو نازل فرمایا اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔ توجہ فرمائیں قرآن مجید کی یہ حفاظت کی پیش گوئی کس طرح حرف بحرف درست ثابت ہو چکی ہے۔ آج تک اسکے ایک لفظ اور ایک حرف بلکہ ایک شوشہ میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ تحریر کے ساتھ ساتھ لاکھوں انسانوں کے دلوں میں یہ محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ دنیا کے تمام سکالرز، تحقیقاتی مقالہ نگار، ماہرین صحف و کتب الہامی انگشت بدندان ہیں اور اس

بات کے معترف ہیں کہ یہ بالکل وہی قرآن مجید ہے جو آج سے سوا چودہ سو سال پہلے حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ اسکی زبر زیر میں بھی فرق نہیں آیا۔

۳) يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوا نُوْرَاللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ هُوَالَّذِىْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (سورۃ الصف) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (اسلام) کو بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنی روشنی (اسلام) کو مکمل کر کے رہے گا خواہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔ خدا وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تاکہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرکین کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

بعثت نبوی کے وقت تمام عرب آپ کا مخالف تھا ساری طاقت' سارا سرمایہ' ساری صلاحتیں اسلام کو مٹانے پہ صرف ہو رہی تھیں۔ تمام مذاہب باطلہ آپس میں متحد اور آپؐ کے سخت ترین مخالف تھے۔ اس دور میں سپر طاقت وہی تھے۔ جو شخص بھی اسلام قبول کرتا اس پر اذیتوں اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے معاشرہ اور برادری سے کٹ جاتا۔ فقر و افلاس اہل توحید کے گھروں میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔ ان ظاہری حالت کی بنیاد پر کوئی شخص غلبہ اسلام کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ مگر ان سب نامساعد حالات کے باوجود قرآن مجید نے بڑے وثوق کے ساتھ یہ پیش گوئی کر دی کہ عنقریب اسلام غالب آ کر رہے گا پھر دنیا نے دیکھا کہ چند برسوں کے اندر یہ پیش گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔ اور اسلام کو غلبہ مل گیا۔ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ پورے جزیرۃ العرب میں اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ قیصر و کسریٰ کی حکومتیں ختم ہو گئیں انکے ایوانوں پہ اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں یہ کیسے ہو گیا؟ انسانی عقل سمجھنے سے قاصر ہے اسکی توجیہ کے لیے تمام علوم بے کار ہیں۔ ہاں ایک ہی توجیہ ہے اور وہ یہ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو علام الغیوب ہے اور آپ اسکے سچے رسول ہیں۔

۴) لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَاتَخَافُوْنَ الخ (سورہ الفتح) بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا اور صحیح خواب دکھایا کہ خدا نے چاہا تو تم مسجد حرام میں ضرور امن و امان کے ساتھ داخل ہو گے اپنے سروں کے بال مونڈتے ہوئے اور کترتے ہوئے۔ اور تمہیں کسی قسم کا خوف نہ ہو گا۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خواب اس دور میں دیکھا جب مشرکین کی دشمنی زوروں پر تھی، پورے جزیرۃ العرب کا کفر متحد ہو چکا تھا۔ صحابہ کرامؓ نے فرط جذبات میں فوراً تیاری کر لی اور چل پڑے حدیبیہ کے مقام پر قریش نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کو روک لیا اور عمرہ کرنے کی اجازت نہ دی۔ قریب تھا کہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان لڑائی ہو جائے مگر آپ ؐ نے نہایت تحمل سے کام لیتے ہوئے صلح کر لی۔ اس صلح کے اندر یہ شرط بھی تھی کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں اور اگلے سال آ کر عمرہ ادا کر لیں۔ اسوقت رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے طعنہ بھی مارا وَاللّٰهِ مَا حَلَقْنَا وَلَا قَصَّرْنَا وَلَا رَاَيْنَا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نے نہ تو حلق کرایا نہ قصر نہ ہی مسجد حرام کی زیارت کی اور ہم واپس جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تاکیدی وعدہ فرما دیا کہ مسجد حرام میں ضرور تم داخل ہو گے عمرہ کرو گے۔ اور پورے امن و امان کے ساتھ سارے احکام بجالاؤ گے۔ چنانچہ اگلے سال حسب وعدہ انہی مسلمانوں نے عمرہ ادا کیا اور یہ بشارت سچی ثابت ہوئی۔

۵) اَمْ یَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِیْعٌ مُّنْتَصِرٌ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (القمر)

کیا کافر یہ کہتے ہیں کہ ہماری جمعیت بڑی طاقت ور اور بدلہ لینے والی ہے۔ عنقریب یہ سارا مجمع شکست کھا جائے گا اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ یہ سورۃ قمر کی آیات ہیں اور سورۃ قمر مکی سورت ہے۔ مکی دور میں جب مشرکین مالی دشمنی زوروں پر تھی اور مسلمان انتہائی مظلومیت کی حالت میں تھے۔ اسلام اور اہل اسلام کے غلبے کی کوئی ظاہری شکل بالکل نہیں تھی ان دنوں میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کی رو سے یہ پیش گوئی فرمادی۔ کہ عنقریب مشرکین کی جمعیت اور طاقت کا پول کھل جائے گا اور یہ شکست کھا جائیں گے۔ مسلمان حیران تھے کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے؟ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اَیُّ جَمْعٍ هٰذَا الَّذِیْ سَیُهْزَمُ؟

پھر چند سالوں کے بعد آپؐ نے ہجرت فرمائی اور پھر ۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا۔ بدر کی رات آپ اللہ سے دعا مانگتے رہے اور صبح جب عریش بدر سے باہر نکلے تو زبان پر یہی آیت جاری تھی سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اب بات سمجھ آ گئی کہ اس مجمع سے مراد یہی مجمع تھا۔ ایک ہزار کی مسلح تعداد سے تین سو تیرہ نہتے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطاء فرمادی۔ اور کئی سال پہلے کی گئی پیش گوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت واقعہ بدر سے سات سال پہلے نازل ہوئی تھی جبکہ مسلمانوں کے بارے میں سوچا بھی نہ جاسکتا تھا کہ یہ مظلوم بھی کبھی فتح پائیں گے۔

۶) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا۔ (سورۃ النور) اللہ تعالیٰ نے تم

میں سے ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ کرنے والوں کے ساتھ وعدہ فرما لیا ہے کہ انہیں زمین میں خلافت وحکومت عطا فرمائے گا۔ جس طرح اس نے پہلے لوگوں کو عطاء فرمائی تھی۔ اور انکے دین کو مضبوطی عطاء فرمائے گا جو اس نے انکے لیے پسند کر لیا ہے۔ اور انکے خوف وخطر کو امن سے بدل دے گا۔

مدینہ منورہ میں یہ آیات اسوقت نازل ہوئیں جب مسلمان ہر طرح کے خوف و ہراس میں مبتلا تھے۔ مسلسل جنگیں لڑ لڑ کر پریشان حال تھے۔ صبح و شام انہیں اپنی حفاظت کے لیے اسلحہ ساتھ رکھنا پڑتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک مسلمان نے یہ کہہ دیا مَایَاتِیْ عَلَیْنَا یَوْمٌ نَامَنُ فِیْہِ وَ نَضَعُ السِّلَاحَ کہ کبھی ہمارے لیے وہ دن بھی آئے گا کہ جب ہم امن امان میں ہوں گے اور یہ اسلحہ وغیرہ رکھ دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دور میں یہ پیش گوئی فرما دی کہ اہل ایمان کو ہم حکومت وطاقت عطاء فرمائیں گے انکے دین کو دنیا میں مضبوط کر دیں گے انکے خوف کو امن سے بدل دیں گے۔

ان حالات میں یہ پیش گوئی بظاہر ناممکن نظر آ رہی تھی مگر کچھ ہی عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ پورا جزیرۃ العرب دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا' قیصر وکسریٰ کی شان وشوکت خاک میں مل گئی۔ انکے خزانے مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گئے اور شرق وغرب میں اسلام کا علم بلند ہو گیا۔ اور مسلمانوں کو ایسی مضبوط ترین حکومت عطاء کی گئی جس کی نظیر ملنا محال ہے۔

۷) الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰہِ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ الخ (سورۃ روم) کہ رومی قریب کے

علاقے میں مغلوب ہو گئے اور وہ مغلوبیت کے بعد عنقریب چند برسوں میں غالب ہوں گے۔ سب پہلے اور پچھلے کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور اس دن مسلمان بھی اللہ کی مدد و نصرت سے خوش ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ زبردست اور رحم والا ہے۔

بعثت نبوی کے پانچویں سال روم و فارس کی عظیم سلطنتوں میں جنگوں کا سلسلہ جاری تھا۔ رومی اہل کتاب تھے اور اہل فارس مجوسی اور آتش پرست تھے۔ قدرتی طور پر مسلمانوں کی ہمدردیاں عیسائیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ کم از کم ایک سماوی دین کے قائل تو تھے اور مشرکین مکہ کی ہمدردیاں مجوسیوں کے ساتھ تھیں۔

خدا کی قدرت اس جنگ میں اہل فارس کو فتح ہوگئی۔ کثیر تعداد میں عیسائی قتل ہوئے حتیٰ کی یروشلم پر بھی آتش پرستوں کا قبضہ ہوگیا۔ رومیوں کا دوبارہ غلبہ بالکل ناممکن تھا۔ کفار مکہ خوش تھے اور بغلیں بجاتے تھے اور مسلمانوں کو طعنے دیتے تھے کہ دیکھو ہمارے جیسا مذہب رکھنے والے جیت گئے اور تمہارے جیسا مذہب رکھنے والے ہار گئے۔ اسطرح ہم بھی ایک دن تمہارے اوپر مکمل تسلط قائم کرلیں گے اور تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا کر رکھ دیں گے۔

ان نامساعد حالات میں قرآن مجید نے حالات کے بالکل برعکس ایک پیش گوئی فرمادی بلکہ دو پیش گوئیاں فرمادیں۔

۱) رومی چند سالوں میں دوبارہ غالب آجائیں گے۔ (۲) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد کرے گا اور وہ فتح و نصرت کیوجہ سے خوش ہو جائیں گے۔

کفار مکہ نے اس پیشگوئی کا بھی از حد مذاق اڑایا حتیٰ کہ ایک کافر ابی بن خلف نے سیدنا صدیق اکبرؓ کے ساتھ شرط لگائی کہ اگر نو سالوں کے اندر رومی غالب آ گئے تو میں تجھے ۳۰۰ اونٹ دوں گا ورنہ تجھے ۳۰۰ اونٹ دینے ہونگے۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو اس وعدہ الٰہی پر اسقدر پختہ یقین تھا کہ بلا تامل اسکی شرط کو قبول کر لیا۔

خدا کی قدرت کہ اس پیشگوئی کے ٹھیک آٹھ سال بعد وہی ہوا جو قرآن نے کہا تھا، رومی دوبارہ اہل فارس پر غالب آ گئے اور اپنی کھوئی ہوئی املاک واپس لے لیں۔ یوں اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ پھر لطف کی بات یہ ہے کہ جس دن رومیوں کے غلبہ کی مسلمانوں کو خبر ملی یہ عین وہی دن تھا جس دن میدان بدر میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت عطاء فرمائی تھی۔ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ کا وعدہ بھی پورا ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے شرط جیت کر وہ اونٹ صدقہ کر دیے۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ آئندہ کے حالات کے متعلق پیش گوئی کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔ بڑے بڑے تجربہ کار انسان اپنے تجربہ کی بنیاد پر کچھ کہہ تو سکتے ہیں مگر ان کا کہا ہوا حرف بحرف درست ثابت ہو یہ ناممکن ہے۔ غیب کا علم تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

قرآن مجید کا یہ بھی اعجاز ہے کہ اسکی کی ہوئی پیش گوئیاں حرف بحرف درست ثابت ہوئیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اسکے سچے رسول ہیں۔ انہوں نے جو کچھ بتایا من جانب اللہ بتایا۔ آپؐ نے جس طرح آئندہ آنے والے بعض حالات بتائے اسی طرح سابقہ امتوں کے اور سابقہ نبیوں کے احوال بھی بتائے۔ یہ سب قرآن مجید کا اعجاز ہے اور آپؐ کی نبوت و رسالت کی دلیل ہے۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ.

٦: اعجاز قرآن (۳)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورۃ الانعام)

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبی الكريم.

گرامی قدر سامعین! آپ کے سامنے قرآن مجید کے اعجاز کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ پچھلے بیانات میں آپ نے اعجاز قرآن کی پانچ وجوہ سماعت فرمائیں (۱) اعجاز من حیث البلاغۃ۔ (۲) اعجاز من حیث التاثیر۔ (۳) اعجاز من حیث الحفاظۃ۔ (۴) اعجاز من حیث التزکیہ۔ (۵) اعجاز من حیث الاخبار عن الغیب۔ آج اسی عنوان پر مزید گفتگو ہوگی۔

معجزہ من حیث صدق المقال:

قرآن مجید چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس لیے اس میں کسی قسم کی کجی اور ریب کو دخل نہیں ہے۔ اس کی ہر بات بالکل سچی ہے۔ قران مجید اگر چہ سائنس کی کتاب نہیں ہے مگر پھر بھی لوگوں کی تذکیر کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات قدرت اور کونی حقائق کا ذکر فرمایا ہے۔

آج سائنس نے بڑی ترقی کر لی ہے کائنات کا چپہ چپہ چھان مارا ہے اور ہمارے سامنے بڑے عجیب انکشافات کیے ہیں ان تمام انکشافات کی بنیاد عقل و تجربہ پر ہے۔ صدیوں ایک مفروضہ قائم کر کے اسکو درست سمجھا جاتا رہا۔ بعد کے

سائنس دان آئے انہوں نے اسکو غلط قرار دے دیا۔ اور ایک نیا نظریہ قائم کر دیا۔ پھر اسکے بعد اور آ گئے انہوں نے الگ نظریہ قائم کیا اور اس پر دلائل دینا شروع کر دیے۔ مگر قرآن مجید نے جو بات کہی وہ بالکل مبنی برحقیقت ہے اور اس کے اندر کسی قسم کی لچک نہیں ہے۔ دنیا جتنی بھی تحقیق کر لے قران کا بیان غلط نہیں ہوسکتا۔

صدیوں فلاسفہ کی چناں و چنیں رہی　　　اللہ کی بات جہاں تھی وہیں رہی

آیئے قرآن مجید کے بیان کردہ چند سائنسی حقائق پر غور کریں ان باتوں پر غور کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بات ذہن میں رکھیں کہ قرآن مجید جس دور میں نازل ہوا اس وقت یہ جدید تحقیقی آلات ہرگز نہ تھے۔ نہ خوردبین تھی اور نہ ہی دوربین تھی۔ اور نہ ہی عرب کے اس علاقہ میں اس قسم کی کسی چیز کا تصور کیا جا سکتا تھا مگر قرآن کے بیان کردہ حقائق کو آج تک جھٹلایا نہیں جا سکا۔ جتنی بھی جدید تحقیق ہو رہی ہے وہ سب گویا قرآن کی تصدیق ہو رہی ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور تیرے رب کی بات بالکل سچی اور مبنی بر انصاف ہے اس کی بات کو کوئی بدلنے والا نہیں وہی سننے اور جاننے والا ہے۔

۱)　سائنسدانوں نے تحقیق کر کے یہ بات ثابت کی ہے کہ ابتداً زمین دیگر اجرام فلکیہ کا حصہ تھی۔ پھر ان سے جدا ہو کر ٹھنڈی ہو گئی اور رہائش انسانی کے قابل ہو گئی۔ وہ بتاتے ہیں کہ نظام شمسی پہلے گیس کی حالت میں ایک سحابی مادہ تھا پھر اس میں تکاثف پیدا ہوا اور پھر وہ تقسیم ہو کر موجودہ شکل میں ظہور پذیر ہوا۔

جبکہ قرآن مجید نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ حقیقت بیان کر دی تھی اَوَلَمْ يَرَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (انبیاء) کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ زمین و آسمان دونوں ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انکو

جدا جدا کر دیا۔

الرتق کا معنیٰ ہے اَلضَّمُّ وَالْاِلْتِحَامُ یعنی باہم ملا ہوا ہونا۔ الفتق کا معنیٰ ہے اَلْفَصْلُ بَیْنَ الشَّیْئَیْنِ یعنی دو چیزوں کا جدا ہو جانا۔ تو جو بات سائنس دانوں نے آج ہزاروں سال کی تحقیق و تفتیش کے بعد کی ہے قرآن نے وہی بات ڈیڑھ ہزار سال پہلے بیان فرما دی تھی۔

مفسرین کرام نے جو معنیٰ رتق اور فتق کا لکھا ہے وہ بھی اپنی جگہ درست ہے مگر قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہونگے۔ وہ معنیٰ اپنی جگہ درست ہے اور اس معنیٰ کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

۲) انیسویں صدی تک یہ نظریہ تھا کہ ذرہ (ایٹم) سب سے چھوٹی چیز ہے۔ اور اسکی تقسیم ناممکن ہے۔ موجودہ دور کے سائنس دانون نے اسپر تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اسکی تقسیم ممکن ہے اور اس تقسیم کی بنیاد پر انہوں نے قنبلہ ذریہ (ایٹم بم) بنایا تو انہیں ذرے کی تقسیم اور تجزی کا آج پتہ چلا۔

جبکہ قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے اس طرف اشارہ کر دیا تھا۔ وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّکَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَلَا اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْبَرَ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ یونس) اور تمہارے پروردگار سے زمین و آسمان میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز نہ بڑی چیز مگر سب کچھ کتاب روشن میں موجود ہے۔ یہاں ذرہ سے بھی ''اصغر'' یعنی چھوٹی چیز کا ذکر کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسکی تجزی ممکن ہے۔

۳) جب سے انسان نے فضاء میں پرواز کرنا شروع کی تو اسے یہ انکشاف ہوا کہ جتنا اوپر جائیں وہاں آکسیجن کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور آدمی اپنے سینہ

میں گھٹن اور تنگی تنفس محسوس کرتا ہے۔ اسی لئے بلند پروازوں میں مصنوعی طریقہ سے آکسیجن بنا کر استعمال کی جاتی ہے اور زیادہ اوپر جانے والے کو سلنڈر اپنی پشت پر باندھنا پڑتا ہے۔ جبکہ قران کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ حقیقت واضح کر دی تھی کہ اونچائی پر جانے سے تنگی تنفس پیدا ہوتی ہے اور آکسیجن کی کمی کا احساس ہوتا ہے۔

فَمَنْ یُّرِدِاللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْاَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقاً حَرَجاً کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ الخ (سورۃ انعام) تو جس شخص کو خدا چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اسکا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اسکا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا کہ وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

دیکھئے قرآن نے وہی بات اپنے مخصوص انداز میں سینکڑوں سال پہلی بیان فرما دی۔

۴) شروع سے لوگوں کا یہ اعتقاد چلا آ رہا ہے کہ زوجیت یعنی مذکر و مونث ہونا یہ صرف انسان اور حیوان میں پایا جاتا ہے۔ پھر جدید دور کے سائنس دانوں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ زوجیت تو ہر چیز میں پائی جاتی ہے حتی کہ نباتات اور جمادات میں بھی۔ بلکہ کائنات کے ذرہ ذرہ میں پائی جاتی ہے۔ حتی کہ بجلی میں ایک جز مثبت ہوتا ہے اور ایک منفی۔ ایک ایٹم میں بھی زوجیت پائی جاتی ہے پروٹون اور نیوٹران۔ تو اس طرح سائنس دان آج اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر چیز میں زوجیت پائی جاتی ہے جبکہ قرآن کریم نے آج سے چودہ سو سال پہلے اس حقیقت کا انکشاف کر دیا تھا۔ وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (سورہ ذاریات) اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تاکہ تم نصیحت

حاصل کرو۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ یس) پاک ہے وہ ذات جس نے زمین کی نباتات کے اور خود ان انسانوں کے اور جن چیزوں کی انکو خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے۔ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالٰی نے انسان وحیوان کے علاوہ نباتات کے بھی جوڑے بنائے بلکہ ہر چیز کے جوڑے بنائے جن چیزوں کو ہم جانتے ہیں اور جنکو ہم نہیں جانتے ہر چیز جوڑا جوڑا ہے۔

۵) خوردبین کی ایجاد کے بعد انسانی بدن کے ایک ایک عضو کی تشریح کی گئی۔ اور اطباء جدید نے اس بات کا انکشاف کیا کہ ماں کے پیٹ میں بچہ جس جھلی کے اندر موجود ہوتا ہے وہ درحقیقت تین جھلیوں کا مجموعہ ہے۔ اگر چہ ظاہری نظر میں وہ ایک ہی جھلی نظر آتی ہے مگر درحقیقت اسکے تین پرت ہیں۔ اطباء نے ان تینوں پرتوں کے الگ الگ نام تجویز کیے ہیں الغشاء المعباری' الحور بون' اللفائی۔ جبکہ قرآن نے آج سے چودہ سو برس پہلے (جبکہ نہ علم تشریح الابدان تھا نہ یہ آپریشن تھا نہ خوردبین تھی) اعلان کر دیا اور اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ خَلْقاً مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ (سورۃ زمر) وہی تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں درجہ بدرجہ تین اندھیروں میں تخلیق کرتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اطباء نے ان کو جھلی سے تعبیر کیا اور قرآن نے ظلمات یعنی اندھیرے سے تعبیر کیا ہے (اندھیرے سے اس لیے تعبیر کیا ہے کہ ان میں سے روشنی نفوذ نہیں کر سکتی)۔

۶) اطباء نے آج بڑی تحقیق کے بعد یہ بات ثابت کی ہے کہ رحم مادر میں بچے کے مذکر یا مونث ہونے کا دارومدار مرد کے پانی پر ہے۔ عورت کے بیضہ کا اس سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ عورت کے بیضہ میں ۲۳ کروموسوم ایک ہی جیسے

ہوتے ہیں جنہیں X سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ مرد کے نطفہ میں ۲۲ کروموسوم تو اسی شکل کے ہوتے ہیں اور ۲۳ واں کروموسوم جنس کی تحدید کرتا ہے جس کے اندر مذکر ومونث کی دونوں خوبیاں موجود ہوتی ہیں۔ یعنی x + y

گرامی قدر سامعین! یہ بات ذرا دقیق ہے آپ اتنا سمجھ لیں کہ مذکر اور مؤنث بننے کا تعلق مرد کے نطفہ سے ہے نہ کہ عورت کے انڈے سے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سائنس نے جو بات آج اتنی تحقیق وتفتیش کے بعد ثابت کی ہے قرآن نے آج سے چودہ سو برس پہلے بیان فرما دی۔ وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ (سورۃ نجم) اسی نے پیدا کیں دونوں قسمیں مذکر بھی مونث بھی اس نطفے سے جو رحم میں ڈالا جاتا ہے۔

۷) سورج کے متعلق سائنس دانوں نے دعویٰ کر رکھا تھا کہ سورج ساکن ہے اور زمین اسکے آس پاس گھوم رہی ہے۔ اس نظریہ کو بڑی شدومد کے ساتھ بیان کیا جاتا رہا اور صدیوں تک سائنس دان اس کے حق میں دلائل دیتے رہے۔ بالآخر سرولیم ہرشل نے تحقیق کر کے یہ بات ثابت کر دی کہ سورج ساکن نہیں ہے بلکہ یہ اپنے سیاروں اور سیارچوں سمیت ایک نامعلوم مستقر کی طرف رواں دواں ہے۔ یہ کہاں جارہا ہے اسکا کوئی پتہ نہیں۔ بہرحال ۱۰ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے یہ پورا نظام شمسی چل رہا ہے۔

قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا تھا۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ (سورۃ یس) کہ سورج اپنے مستقر کی طرف چل رہا ہے یہ خدا تعالیٰ جو غالب اور علم والا ہے کا اندازہ ہے۔

۸) دنیا کتنی مدت تک بارش کے پانی سے بے خبر تھی کہ یہ پانی کہاں سے آتا

ہے بالآخر سائنس دان اس نتیجے پر پہنچے کہ سمندروں کا پانی بخارات بن کر اوپر اٹھتا ہے پھر اس میں تکاثف پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ واپس زمین کی طرف لوٹتا ہے۔

قرآن مجید نے یہی حقیقت چودہ سو سال پہلے بیان کر دی تھی وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ (سورۃ طارق) کہ آسمان واپس لوٹانے والا ہے۔ یعنی آسمان کی طرف جو چیز بھی جاتی ہے وہ واپس زمین کی طرف آتی ہے تو قرآن حکیم نے واضح کر دیا کہ آسمان کی خصوصیت یہ ہے جو پانی بخارات بن کر اوپر اٹھتا ہے وہی واپس آتا ہے اور اسی کا نام بارش ہے۔

۹) انسان کو قدیم زمانے سے معلوم تھا کہ دو دریاؤں کا پانی جب مل کر چلتا ہے تو ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوتا اگر ایک کا پانی کھاری ہے اور دوسرے کا میٹھا تو دونوں پانی الگ الگ چلتے ہیں۔ مگر انسان کو اسکی اصل وجہ معلوم نہ تھی۔ جدید سائنسی تحقیق نے دنیا کو اب بتایا ہے کہ رقیق اشیاء میں سطحی تناؤ کا ایک خاص قانون ہے۔ چونکہ دونوں کا تناؤ مختلف ہوتا ہے اس لیے یہ تناؤ کا اختلاف دونوں پانیوں کو اپنی اپنی حدود میں رکھتا ہے۔

قرآن مجید نے آج سے چودہ صدیاں قبل بتا دیا مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ (سورۃ رحمان) اس نے دو دریا ملتے ہوئے چلائے۔ دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا (الفرقان) وہی ہے جس نے ملے ہوئے چلائے دو دریا۔ یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور یہ کھاری ہے کڑوا۔ اور دونوں کے درمیان آڑ رکھ دی۔ جدید سائنس نے صرف یہ کیا کہ قرآنی اصطلاح برزخ کی تشریح کر کے اسے سطحی تناؤ کا نام دے دیا۔

۱۰) انیسویں صدی میں یہ حقیقت واضح ہوئی کہ ہر انسان کی انگلیوں کے نشانات دوسرے انسان سے مختلف ہیں۔ اور تاحیات یہ لکیریں اسی شکل پر قائم رہتی ہیں کبھی بدلتی نہیں ہیں۔ تو لوگوں نے انگلیوں کے ان نشانات کو شناخت کا ذریعہ بنالیا۔

خدا تعالیٰ کی کتنی بڑی قدرت ہے کہ کروڑوں انسانوں کی انگلیوں کی لکیریں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ پھر خدانخواستہ انگلی پر کوئی کٹ آ جائے یا زخم ہو جائے تو زخم ٹھیک ہونے کے بعد لکیروں کے ڈیزائن میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اس لیے آج کل بھی انگلیوں کے ان نشانات سے چور وغیرہ کو شاخت کیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے آج سے چودہ سو سال پہلے اپنی اس قدرت کا اظہار فرما دیا اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ عِظَامَہٗ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ (سورۃ قیامہ) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اسکی بکھری ہوئی ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے بلکہ ہم تو اس بات پر قادر ہیں کہ اس کا پور پور درست کریں۔
اللہ تعالیٰ نے یہ پور پور کے درست کرنے کو اپنی خصوصی قدرت اور شان کے طور پر اسی لیے بیان فرمایا ہے کہ ہر انسان کے پور دوسرے انسان سے مختلف ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں اس انسان کو دوبارہ زندہ کرنے اور بنانے پر قادر ہوں۔ بلکہ میری تو اتنی قدرت ہے کہ میں اسکا ایک ایک پور بھی ویسا ہی بناؤں گا۔

۱۱) دنیا نے آج ثابت کیا ہے کہ ہر زندہ اور جاندار کا بنیادی عنصر پا[illegible]ہے۔ پانی کے بغیر زندگی محال ہے۔ قرآن نے اس چیز کو چودہ سو سال پہلے بیان فر[illegible]یا وَجَعَلۡنَا مِنَ الۡمَآءِ کُلَّ شَیۡءٍ حَیٍّ (سورۃ انبیاء) کہ ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا۔

۱۲) دنیا کو آج معلوم ہوا ہے کہ ہوا کے ذریعے عمل تلقیح ہوتا ہے یعنی ہوا نر درخت کے ذرات کو اٹھا کر مادہ درخت کے ذرات سے ملاتی ہے اور اس طرح آگے سلسلہ چلتا ہے۔

قرآن مجید نے چودہ سوسال پہلے بیان کر دیا وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً (سورۃ الحجر) اور گابھن کرنے والی ہوائیں ہم ہی چلاتے ہیں اور ہم ہی آسمان سے مینہ برساتے ہیں۔

۱۳) دنیا نے آج تحقیق کر کے یہ بات ثابت کی ہے کہ مکڑی کا جو گھر ہوتا ہے وہ گھر مذکر نہیں بناتا بلکہ اسکی مادہ بناتی ہے۔ قرآن نے چودہ سوسال پہلے مونث کا صیغہ استعمال کر کے یہ حقیقت بیان کر دی مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا (سورۃ عنکبوت) کہ جن لوگوں نے خدا کے سوا اوروں کو کارساز بنا رکھا ہے انکی مثال مکڑی کی سی ہے وہ بھی ایک طرح کا گھر بناتی ہے۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ ''اِتَّخَذَتْ'' فرما کر مونث کا صیغہ استعمال کر کے یہ حقیقت واضح کر دی کہ جالا بنانا نر کا کام نہیں بلکہ مادہ مکڑی کا کام ہے۔

۱۴) دنیا کو آج پتہ چلا کہ خون میں بکثرت یورک ایسڈ موجود ہوتا ہے۔ جو تیزابی مادہ ہونے کی وجہ سے زہریلے اثرات رکھتا ہے۔ اسلام نے ذبح کا طریقہ بتا کر اس خون کو خارج کرنے کا سلیقہ چودہ سوسال پہلے بیان فرما دیا۔ اور اس خون کو اسی لیے حرام قرار دیا کہ یہ انسانی جسم کے لیے مضر ہے۔

اسی طرح خنزیر کے بارے میں جدید تحقیق نے ثابت کیا کہ خنزیر کے گوشت میں بکثرت یورک ایسڈ موجود ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خنزیر خود بھی وجع المفاصل کا مریض ہوتا ہے اور اس کا گوشت بھی طرح طرح کی بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔

قرآن نے چودہ سو سال پہلے خنزیر کا گوشت حرام کر کے انسان کو اس حقیقت سے آگاہ کر دیا۔

(۱۵) سائنس دانوں کو آج پتہ چلا کہ شمسی اور قمری سال میں کیا تناسب ہے۔ قرآن نے چودہ سو سال پہلے یہ حساب بتا دیا کہ وَلَبِثُوْا فِیْ کَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعاً (سورۃ الکھف) اور اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو سال رہے اور مزید نو سال۔ تین سو سال کا الگ ذکر ہے اور پھر آگے نو سال کا الگ ذکر کیا۔

اس میں اشارہ کر دیا کہ شمسی سالوں کے اعتبار سے وہ تین سو سال رہے اور قمری سال کے اعتبار سے تین سو نو سال رہے۔ آج کوئی حساب کر کے دیکھ لے تین سو شمسی سالوں کے پورے تین سو نو قمری سال بنتے ہیں۔

گرامی قدر سامعین! میں نے آپ کے سامنے یہ چند مثالیں اس لیے پیش کی ہیں تاکہ آپ کو یقین ہو جائے کہ قرآن مجید نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل برحق فرمایا ہے۔ اگر سابقہ حالات بیان فرمائے ہیں تو وہ بھی بالکل درست ہیں آئندہ آنے والے حالات جو بیان فرمائے وہ بھی بالکل درست ہیں۔ اور جو کائناتی حقائق بیان فرمائے وہ بھی بالکل درست ہیں۔ دنیا ادھر کی اُدھر ہو جائے دھکے کھا کھا کر بالآخر قرآن کی صداقت اور سچائی کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑیں گے۔

تو قرآن اپنی سچائی اور صداقت کی وجہ سے بھی معجزہ ہے اور یہ واقعی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ کسی بشر اور انسان کی یہ طاقت نہیں کہ وہ ان حقائق کو اس دور میں جان سکے اور بیان کر سکے۔

معجزہ من حیث الاکمال:

قرآن مجید اس لحاظ سے بھی معجزہ ہے کہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔

زندگی کے ہر شعبے میں یہ راہنمائی کرتا ہے۔ کسی بھی موضوع کو اس نے تشنہ نہیں چھوڑا۔ اس کا موضوع چونکہ انسان ہے اس لیے یہ انسان کے جملہ احوال وافعال میں اسکی مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ عبادات سے لیکر نجی زندگی اور خانگی زندگی تک کے لیے اس میں راہنمائی موجود ہے۔

میں چند موضوعات پر آیات پیش کر کے ان کا محض ترجمہ کردوں گا مقصد یہ ہے کہ آپ کو اس کتاب کی اکملیت کا علم ہو جائے۔

ذات الٰہی کا تصور:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَيُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (سورۃ انعام) کہ انسانی آنکھیں اسکا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہی ہے جو آنکھوں کا ادراک کرتا ہے لیکن اسکے باوجود هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ کہ تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے ایک مقام پر فرمایا لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْئٌ کہ اس جیسی تو کوئی چیز ہے ہی نہیں۔

صفاتِ الٰهیه:

هُوَاللّٰهُ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى الخ (سورۃ الحشر) وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ حقیقی ہے' پاک ذات ہے' ہر عیب سے سالم ہے' امن دینے والا ہے' نگہبان ہے' غالب ہے' زبردست اور کبریائی والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا خالق' ایجاد و اختراع کرنے والا' صورتیں بنانے والا ہے۔ اسکے سب سے اچھے نام ہیں۔

تصورِ رسالت:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلاً اَنِ اعْبُدُوا اللہَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (سورۃ النحل) اور ہم نے ہر جماعت میں رسول بھیجا کہ خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی عبادت سے اجتناب کرو۔ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَنْ کَلَّمَ اللہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجَاتٍ (سورۃ البقرہ) یہ پیغمبر جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ بعض ایسے ہیں جن سے خدا نے گفتگو فرمائی اور بعض کے دوسرے امور میں مرتبے بلند کردیے۔

ایمانیات:

وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالْکِتَابِ وَالنَّبِیِّیْنَ الخ (سورۃ البقرہ) نیکی تو یہ ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور خدا کی کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائیں۔

عبادات:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ وَ قُرْآنَ الْفَجْرِ (سورۃ بنی اسرائیل) اے محمد ﷺ سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی) نمازیں اور صبح کو قرآن پڑھا کرو۔

وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ (سورۃ بنی اسرائیل) اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کرو۔ یہ تمہارے لیے زائد ہے۔ وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَ اَنْتُمْ عَاکِفُوْنَ فِی الْمَسَاجِدِ (سورۃ بقرہ) اور تم عورتوں سے قربت نہ کرو جبکہ تم مساجد میں اعتکاف میں ہو۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا

كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (سورۃ بقرہ) تمہارے اوپر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔

وَ آتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیا کرو (سورۃ البقرہ) وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (سورۃ البقرہ) اور حج اور عمرہ اللہ کی رضاء کے لیے پورا کرو۔

تخلیقِ انسان:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (الحجر) اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (سورۃ النحل) اس نے انسان کو نطفے سے بنایا مگر وہ اس خالق کے بارے میں علانیہ جھگڑا کرنے لگا۔

انسانی زندگی کا مقصد:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (مؤمنون) کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بے فائدہ پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورۃ ذاریات) اور ہم نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

دنیا کی حقیقت:

اِعْلَمُوْا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ الخ (سورۃ حدید) جان رکھو کہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا اور زینت وآرائش اور تمہارے آپس میں فخر وستائش اور مال واولاد کی ایک دوسرے سے زیادہ طلب ہے۔

معاشرتی اور اخلاقی اقدار:۔

اِنَّ اللہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ (سورۃ النحل) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدل کرنے اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے اور تمہیں بے حیائی اور نامعقول کاموں اور سرکشی سے منع فرماتا ہے۔

☆ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (سورۃ لقمان) اور لوگوں کے سامنے گال نہ پھلانا یعنی غرور و تکبر نہ کرنا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا کہ خدا تعالیٰ کسی اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی چال میں اعتدال رکھنا اور اپنی آواز نیچی رکھنا۔ بے شک سب آوازوں سے بری آواز گدھوں کی ہے۔

☆ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (البقرہ) اے ایمان والو! اپنے صدقات اور خیرات کو احسان جتلا کر اور تکلیف دے کر برباد نہ کر لینا۔

☆ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَھُمَا (حجرات) اور اگر مومنوں میں سے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو۔

☆ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ (سورۃ حجرات) مومنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں۔

☆ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا (سورۃ حجرات) اے ایمان والو! بہت

گمان کرنے سے بچو کہ بعض گمان گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے۔

☆ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِنْ جَاءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ فَتَبَیَّنُوْا (حجرات) اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آئے تو خوب تحقیق کرلیا کرو۔

☆ وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا کِرَامًا (فرقان) اور اللہ کے خاص بندے جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب بیہودہ چیزوں سے گزرنے کا اتفاق ہوتو بزرگانہ انداز میں گزر جاتے ہیں۔

☆ لَاخَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَجْوَاهُمْ (سورۃ النساء) ان لوگوں کی بہت سی سرگوشیاں اچھی نہیں ہوتی۔

☆ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ (سورۃ ضحیٰ) پس تم یتیم پر ستم نہ کرنا اور سائل کو جھڑکی نہ دینا۔

☆ وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ (سورۃ ہمزہ) ہر طعنہ مارنے والے اور چغلی کھانے والے کے لیے خرابی ہے۔

☆ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (سورۃ البقرہ) لوگوں سے اچھے انداز میں اچھی بات کرو۔

معاشیات:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ (سورۃ نساء) اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔ ہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو تو الگ بات ہے۔

☆ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَهُمَا (سورۃ مائدہ) چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔

☆ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (سورۂ بقرہ) خدا تعالیٰ سود کو بے برکت کرتا ہے اور خیرات کی برکت کو بڑھاتا ہے۔

☆ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ (سورۂ انعام) اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری کیا کرو۔

☆ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (توبہ) بے شک زکوٰۃ یعنی خیرات تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا حق ہے جن کی تالیف قلب منظور ہے اور غلاموں کو آزاد کرنے میں اور قرضداروں کے لیے اور خدا کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں یہ مال خرچ کرنا چاہیے۔

☆ علاوہ ازیں قرآن مجید میں جا بجا زکوٰۃ ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے جو اسلامی معیشت میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

عائلی قوانین ☆

قرآن مجید میں کئی جگہ خانگی امور کے لئے قوانین بیان کیے گئے ہیں نکاح، طلاق، ایلاء، عدت، مہر، میراث وغیرہ کے احکامات مفصل انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں [illegible] کے احکام یعنی ان کا حکم [illegible] اور حد قذف کا بیان بھی کیا گیا ہے۔

سیاسیات ☆

قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ

الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (آل عمران) کہواے خدا اے بادشاہی کے مالک !تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔

☆ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ (سورۃ یوسف) خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی حکومت اور حکم نہیں ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اسکے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

☆ وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (سورۃ انعام) وہی تو ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا اور ایک کا درجہ دوسرے سے بلند کر دیا۔

☆ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (اعراف) بے شک زمین تو خدا تعالیٰ کی ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسکا مالک بناتا ہے اور آخرت کی کامیابی متقین کے لیے ہے۔

☆ وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ (سورۃ شوریٰ) اور مسلمانوں کے معاملات باہم مشورہ سے طے ہوتے ہیں۔

قانون کی پابندی:

☆ وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَاءَ ھُمْ (سورۃ مائدہ) اور جو حکم خدا تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق فیصلہ کرنا۔

☆ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ (مائدہ) اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔

جہاد فی سبیل اللہ:

☆ وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (سورۃ الحج) اور خدا کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔

☆ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ (ج) جن مسلمانوں سے خواہ مخواہ لڑائی کی جاتی ہے انکو اجازت ہے کہ وہ بھی لڑیں کیونکہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور خدا تعالیٰ یقیناً انکی مدد پر قادر ہے۔

☆ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (سورۃ انفال) اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب خدا ہی کا ہو جائے۔

☆ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (سورۃ البقرہ) اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں انکی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم انکی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔

علمِ فلکیات:

☆ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ (سورۃ الملک) اور بے شک ہم نے آسمان کو ستاروں کے چراغوں سے زینت دی اور انکو شیطان کے مارنے کا آلہ بنایا۔

☆ اَلَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ (سورہ الملک) اس نے سات آسمان اوپر تلے بنائے اے دیکھنے والے کیا تو رحمان کی تخلیق میں کچھ نقص دیکھتا ہے۔ ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو آسمان میں کوئی شگاف نظر آتا ہے۔

☆ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (سورۃ یٰس) سورج کی یہ مجال نہیں کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔

علم طب

قرآن مجید ایسی کامل کتاب ہے کہ اس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کی کامل راہنمائی موجود ہے یہاں تک کہ اس میں علم طب کے بھی اصول موجود ہیں۔ کہتے ہیں ایک عیسائی طبیب نے ایک مسلمان سے سوال کیا کہ تمہاری کتاب میں علم طب کے بارے میں بھی کچھ موجود ہے؟ اس نے فوراً جواب دیا کہ ہاں بالکل ہے كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا (سورۃ الاعراف) کہ کھاؤ پیو اور حد سے نہ بڑھو۔ وہ طبیب یہ آیت سن کر پھڑک اٹھا اور کہنے لگا کہ اگر اسی ایک اصول پر عمل کر لیا جائے تو انسان بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔ یقیناً صحت کا راز اسی اصول میں ہے۔

۷۔ اعجاز قرآن (۴)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ہُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ وَمَا اَدْرٰىکَ مَا سَقَرُ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ لَوَّاحَۃٌ لِّلْبَشَرِ عَلَیْہَا تِسْعَۃَ عَشَرَ وَمَا جَعَلْنَا اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِکَۃً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَہُمْ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیَسْتَیْقِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِیْمَانًا الخ (سورۃ مدثر)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

گرامی قدر سامعین! آج کے بیان میں قرآن مجید کے اعجاز پر گفتگو ہو رہی ہے پچھلے بیانات میں آپ نے اعجاز قرآن کی سات وجوہ ملاحظہ فرمائیں۔ (۱) اعجاز من حیث البلاغۃ۔ (۲) اعجاز من حیث التعلیم (۳) اعجاز من حیث الحفاظۃ۔ (۴) اعجاز من حیث الترکیب (۵) اعجاز من حیث الاخبار عن الغیب (۶) اعجاز من حیث صدق المقال (۷) اعجاز من حیث الاکمال۔ آج آٹھویں وجہ پر گفتگو ہوگی۔

معجزہ من حیث الاعداد:

آپ نے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کی مذمت بیان فرمائی ہے اولاً یہ شخص قرآن سے متاثر ہوا پھر آخرکار اس نے ابوجہل وغیرہ کے کہنے میں آکر اپنا حتمی فیصلہ یوں سنایا کہ اِنْ ہٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ اِنْ ہٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ کہ یہ تو جادو ہے جو اگلے لوگوں سے نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ بشر کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ عنقریب اسے

سقر میں داخل کروں گا اور تم کیا سمجھے کہ سقر کیا ہے؟ وہ آگ ہے جو نہ باقی رکھے گی نہ چھوڑے گی اور بدن کو جھلسا کر سیاہ کر دے گی۔ اس پر انیس داروغہ ہیں اور ہم نے دوزخ کے داروغہ فرشتے بنائے ہیں اور انکی تعداد کفار کی آزمائش کے لیے مقرر کی گئی ہے اور اس لیے کہ اہل کتاب یقین کریں اور مومنوں کا ایمان زیادہ ہو جائے۔

گرامی قدر سامعین! آپ جان چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ میں نے جہنم کے داروغوں کی تعداد ۱۹ (انیس) اسلئے بنائی ہے کہ:-

(ا) یہ تعداد کفار کے لئے آزمائش بن جائے۔

(ب) اہل کتاب کے لیے وجہ یقین بن جائے۔

(ج) اہل ایمان کے لیے زیادتی ایمان کا ذریعہ بن جائے۔

(د) مومنوں اور اہل کتاب کے تمام شکوک ختم ہو جائیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تعداد (انیس) کسی خاص مقصد کے لیے رکھی ہے۔ اس میں کوئی خاص راز ہے۔ اس سے قبل کہ میں اپنی بات کی وضاحت کروں آپ یہ سمجھ لیں کہ سب سے پہلے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو وحی نازل ہوئی وہ سورۃ علق کی ابتدائی آیات ہیں۔ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ بعد ازاں نٓ وَ الْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ نازل ہوئی پھر سورۃ مزمل کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا الخ پھر اس کے بعد ولید بن مغیرہ کی مذمت میں سورۃ مدثر کی مذکورہ آیات نازل ہوئیں جن میں ۱۹ کے عدد کا ذکر ہے۔ اس کے فوراً بعد سورۃ فاتحہ بسم اللہ سمیت نازل ہوئی گویا عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ کے بعد جو وحی نازل ہوئی وہ ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

آج کے اس دور میں جب قرآن مجید کے حروف کا جائزہ کمپیوٹر کی مدد

سے لیا گیا تو یہ عجیب بات نظر آئی کہ قرآن مجید میں اس انیس کے عدد کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

حدیث شریف میں ہے وَلَا یَنْقَضِیْ عَجَائِبُہٗ کہ اسکے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے۔ جب ہم نے بسم اللہ کے حروف گنے تو یہ پورے انیس ہوئے۔ یعنی یہ آیت انیس حروف پر مشتمل ہے۔ پھر لطف یہ کہ یہ جملہ قرآن مجید میں ۱۱۴ مرتبہ آیا ہے۔ اور اس تعداد کا ۱۹ کے ساتھ گہرا ربط ہے یعنی یہ ۱۹ پر تقسیم ہو گیا ۱۹x۶۔

اس آیت کے اندر چار کلمات ہیں اسم۔ اللہ۔ الرحمٰن۔ الرحیم۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہ چاروں کلمات قرآن مجید میں ایک خاص حساب سے بیان ہوئے ہیں۔

لفظ بسم پورے قرآن میں ۱۹ مرتبہ آیا ہے۔

لفظ اللہ پورے قرآن میں ۲۶۹۸ مرتبہ آیا ہے جو کہ ۱۹ پر پورا تقسیم ہوتا ہے۔ ۱۹x۱۴۲۔

لفظ رحمٰن پورے قرآن میں ۵۷ بار آیا ہے جو کہ انیس پر پورا تقسیم ہوتا ہے۔ ۱۹x ۳۔

اور لفظ الرحیم پورے قرآن میں ۱۱۴ مرتبہ آیا ہے یہ بھی انیس پر پورا تقسیم ہوتا ہے۔ ۱۹x۶

اور یہ تو آپ جانتے ہیں کہ قرآن مجید کی کل ۱۱۴ سورتیں ہیں یہ تعداد ۱۹ پر تقسیم ہوتی ہے۔

یہ محض اتفاق نہیں ہے:

آپ غور فرمائیں پورا قرآن مجید ۲۳ سال تک مختلف حالات میں مختلف مواقع پر نازل ہوتا رہا لیکن کہیں بھی اس حساب میں فرق نہیں آیا۔ ان کلمات کا ایک مخصوص اور معین تعداد میں آنا محض ایک اتفاقی معاملہ ہرگز نہیں ہے۔ الفاظات

ایک آدھ مرتبہ پیدا ہو جاتے ہیں مگر اس طرح کبھی نہیں ہوا کہ ایک کتاب مختلف حالات میں ۲۳ سال کی مدت میں نازل ہوئی ہو اور اسکے اندر یہ پورا موزوں نظام ہو کہ آپ اپنی مرضی کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں اس کا پہلا جملہ نکال لیں پھر اس جملے کا تجزیہ کر کے اسکے الفاظ اس کتاب میں تلاش کریں تو وہ ہرگز ایک مخصوص تعداد اور مقدار اس میں نہیں ہوں گے اور یہ تو عقلاً محال ہے۔

۱۹×۲ اور یہ بھی ایسی بات کی دلیل ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان کتاب ہے یہ ایک بشر کی طاقت سے یہ بات بالکل باہر ہے کہ مختلف حوادثات اور مختلف مواقع پر نازل ہوئی اور مختلف موضوعات پر مشتمل کتاب کو بالکل اس طرح مرتب کر دے کہ اسکے الفاظ گنے ہوئے ہوں یا آیت ۲۱۹ ... اگر اسی مقدار میں آجائیں جس طرح یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مجید کسی بشر کا کلام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اسی طرح اس سے یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ قرآن مجید اس طرح محفوظ چلا آ رہا ہے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل اور کمی بیشی ہرگز نہیں ہوئی۔ اگر کچھ بھی کمی بیشی ہوتی تو یہ تعداد گڑبڑ ہو جاتی ... آیت ۱۱۱ ... الفاظ

☆ سورۃ اخلاص ہی کو لیجیے اس میں لفظ "اللہ" کے بعد تو یہ لفظ دو مرتبہ آیا ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ اللّٰهُ الصَّمَدُ یہاں اگر ایک جگہ لفظ اللہ نہ لایا جاتا تو بھی معنی واضح تھا۔ لیکن اس طرح یقیناً اس حساب اور گنتی میں فرق آ جاتا۔ قرآن مجید میں لفظ "اللہ" کی تعداد ۲۶۹۷ مرتبہ ہو جاتی اور ۱۹ پر تقسیم نہ ہو سکتا ...

... اسی طرح سورۃ البقرہ کی آیت ۲۲۵ میں غور فرمائیں لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ... لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ

اَشْهُرٍ فَاِنْ فَاۗءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ایک جگہ آیا ہے "غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ"
دوسری جگہ آیا ہے "غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ" تو اس کا مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ محض اتفاقی
معاملہ ہے کبھی حلیم فرما دیا تو کبھی رحیم، بلکہ یہ آپ کے حساب اور گنتی کے مطابق
ہے۔ اگر دونوں جگہ ایک ہی لفظ آ جاتا تو مخصوص تعداد انیس کی نہیں ہو پاتی
کیونکہ قرآن مجید میں لفظ "رحیم" ایک مخصوص تعداد یعنی ۱۱۴ مرتبہ آیا ہے جو
انیس پر تقسیم ہوتا ہے۔ [illegible]

☆ بسم اللہ کو عام طور پر یہ جملہ اس طرح لکھا جاتا ہے "باسم" یعنی
"ب" کے بعد "الف" لکھا جاتا ہے لیکن بسم اللہ الرحمن الرحیم میں یہ الف نہیں لکھا
گیا اگر یہاں بھی الف لکھ دیا جاتا تو بسم اللہ کے حروف کی تعداد ۲۰ ہو جاتی
مطابق ۱۹ اور حساب غلط ہو جاتا [illegible] ☆
[illegible] اسی طرح جب ہم نے حروف مقطعات پر غور کیا تو ہماری حیرت کی
انتہا نہ رہی کہ یہ حروف بھی ایک پورے نظام میں منسلک ہیں اور ان کی ایک
مخصوص تعداد ہے [illegible]
[illegible] سورۃ ق [illegible] "ق" سے شروع ہوتی ہے۔ جب اس
سورۃ کے اندر موجود قاف گنے گئے تو ان کی تعداد ۵۷ تھی جو انیس پر پوری پوری
تقسیم ہوتی ہے [illegible] سورۃ شوریٰ کی ابتداء میں بھی آیا ہے "حم
عسق" [illegible] ان سورتوں کے اندر سے جو قاف [illegible] تو ان کی تعداد بھی ۵۷ ہی ہے
انیس پر پوری تقسیم ہوتی ہے [illegible] نظر رکھنی چاہئے کہ [illegible]
[illegible] دونوں میں "ق" [illegible]
والی سورتوں کے اندر ۱۱۴ قاف [illegible] پوری ہو گئی کہ ایک ایک قاف
[illegible] حرف مقطعات کی صورت میں لایا گیا ہے [illegible]

☆ ایک اور بات غور طلب ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی قوم لوط کا ذکر آیا ہے وہاں لفظ آیا ہے "قَوْمُ لُوْطٍ"۔ یہ لفظ قرآن مجید میں تقریباً بارہ مرتبہ آیا ہے۔ مگر جب یہی مفہوم اللہ تعالیٰ نے سورۃ "ق" میں ادا کرنا چاہا تو یہاں قوم لوط کی بجائے لفظ لایا گیا "وَاِخْوَانُ لُوْطٍ" مفہوم اگرچہ دونوں تعبیروں کا ایک ہی ہے مگر غور کریں اگر یہاں بھی قوم لوط کہا جاتا تو یقیناً ایک "ق" کی تعداد زیادہ ہو جاتی اور نظام عددی میں خلل واقع ہو جاتا۔

☆ سورۃ نون کی ابتداء حرف "ن" سے ہوئی ہے نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ جب ہم نے اس سورت کے تمام "ن" جمع کیے تو انکی تعداد ۱۳۳ بنی جو ۱۹ پر پوری پوری تقسیم ہوتی ہے۔ ۱۹ x ۷

☆ قرآن مجید کی تین سورتوں کی ابتداء میں حرف "صاد" آیا ہے۔ سورۃ اعراف میں "المص" سورۃ مریم میں "کھیعص" اور سورۃ "ص" میں "صٓ وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ"۔ جب ہم نے ان تینوں سورتوں کے اندر تمام صاد گنے تو ان کی کل تعداد بنی ۱۵۲۔ اور یہ تعداد ۱۹ پر پوری پوری تقسیم ہوتی ہے۔ ۱۹ x ۸

گرامی قدر سامعین! یہ بات قابل توجہ ہے کہ سورۃ المص میں ایک لفظ آیا ہے "بَصْۜطَةً" عموماً لغت عرب میں یہ کلمہ "ص" کی بجائے "س" سے لکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ میں آیا ہے وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ مگر یہاں اس سورۃ میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم الٰہی تعالیٰ یہ لفظ "س" کی بجائے "ص" سے لکھوایا جائے اور آپ نے ایسا ہی لکھوا دیا۔ لکھنا تو دونوں طرح جائز تھا مگر یہاں خصوصی ہدایت کی گئی کہ "ص" سے لکھنا ہے۔ اگر یہاں بھی "س" سے لکھ دیا جاتا تو اس سورۃ میں موجودہ صادوں کی تعداد ۱۵۱ ہو جاتی جو ۱۹ پر تقسیم نہ ہو سکتی تھی۔ اس لیے یہاں یہ کلمہ "ص" سے لکھوایا گیا۔

اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ تمام محض اتفاقی امور نہیں ہیں بلکہ ابتدا ہی اس علیم وخبیر کے علم میں یہ بات تھی۔

☆ قرآن مجید کی سترہ سورتوں کی ابتداء میں حرف میم آیا ہے۔ اور ان تمام سورتوں میں کل میموں کی تعداد بنتی ہے ۸۶۸۳۔ اور یہ انیس پر پوری پوری تقسیم ہوتی ہے۔ ۱۹ x ۴۵۷

انہی سورتوں میں سے ایک سورت آل عمران بھی ہے جس کی ابتداء میں حرف "میم" آیا ہے۔ سورۃ آل عمران میں جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کا ذکر فرمایا تو بجائے اسکے معروف نام کے لفظ "بکہ" استعمال کیا حالانکہ یہی لفظ سورۃ فتح میں مکہ آیا ہے۔ تو اگر بالفرض سورۃ آل عمران میں بھی بکہ کی بجائے مکہ لکھ دیا جاتا تو میموں کی تعداد میں ایک میم کا اضافہ ہو جاتا اور ۱۹ پر تقسیم نہ ہوسکتی۔ اس لیے یہ سوچ سمجھ کر لفظ استعمال کیا گیا ہے اور اس میں یہ خاص حکمت تھی۔

☆ قرآن مجید کی چھ سورتوں کی ابتداء میں حرف "راء" آیا ہے اور اس حرف کی کل تعداد ۱۲۳۵ ہے جو ۱۹ پر پوری پوری تقسیم ہوتی ہے۔ ۱۹ x ۶۵

☆ قرآن مجید کی سات سورتوں کی ابتداء میں حرف "ح" آیا ہے اور اسکی کل تعداد ۳۰۴ ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہوتی ہے۔ ۱۹ x ۱۶

☆ قرآن مجید کی تیرہ سورتوں کی ابتداء میں "الف" آیا ہے اسکی کل تعداد ۱۷۴۹۹ ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہوتی ہے۔ ۹۲۱x۱۹

☆ "لام" تیرہ سورتوں کی ابتداء میں آیا ہے اسکی تعداد ۱۱۷۸۰ ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہوتی ہے۔ ۶۲۰x۱۹

☆ اسی طرح قرآن مجید کی سات سورتوں کی ابتداء میں حرف "حم" آیا ہے اور ان حروف کی تعداد ان سات سورتوں میں ۲۱۴۷ ہے اور یہ ۱۹ پر پوری پوری

تقسیم ہوتی ہے۔ ۱۱۴x۱۹

☆ سورۃ یٰسٓ میں ان دونوں حروف کی تعداد ۲۸۵ ہے جو انیس پر پوری پوری تقسیم ہوتی ہے۔ ۱۵x۱۹

☆ سورۃ طٰہٰ میں ان دونوں حروف کی تعداد ۳۴۲ ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہوتی ہے۔ ۱۸x۱۹

☆ طٰسٓمٓ قرآن مجید کی چھ سورتوں کی ابتداء میں آتے ہیں۔ انکی کل تعداد [illegible] ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہوتی ہے۔ [illegible]

☆ حٰمٓ قرآن مجید کی سات سورتوں کی ابتداء میں آتے ہیں ان کی کل تعداد [illegible] ہے جو ۱۹ پر پوری پوری تقسیم ہوتی ہے۔ [illegible]x۱۹

☆ [illegible] قرآن مجید کی [illegible] سورتوں کی ابتداء میں آیا ہے۔ ان تمام سورتوں میں ان حروف کی تعداد [illegible] ہے جو ۱۹ پر پوری پوری تقسیم ہوتی ہے۔ [illegible]x۱۹

☆ [illegible] کی تعداد سورۃ شوریٰ میں [illegible] ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہوتی ہے۔ [illegible]x۱۹

☆ حٰمٓ عٓسٓقٓ کی تعداد سورۃ شوریٰ میں [illegible] ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہوتی ہے۔ [illegible]

☆ الٓمٓ قرآن مجید کی آٹھ سورتوں کی ابتداء میں آیا ہے۔ ان سورتوں میں ان حروف کی تعداد ۲۶۶۷۶ ہے جو ۱۹ پر پوری پوری تقسیم ہوتی ہے۔ ۱۴۰۴x۱۹

☆ الٓرٰ پانچ سورتوں کی ابتداء میں آیا ہے۔ ان سورتوں میں ان حروف کی تعداد ۹۷۰۹ ہے جو ۱۹ پر پوری پوری تقسیم ہوتی ہے۔ ۵۱۱x۱۹

☆ الٓمٓصٓ قرآن مجید کی ایک سورت کی ابتداء میں آئے ہیں اور ان کی تعداد [illegible] ہے جو ۱۹ پر پوری پوری تقسیم ہوتی ہے۔ [illegible]x۱۹

☆ الٓمّٓرٰ ایک سورت کی ابتداء (رعد) میں آئے ہیں انمیں ان کی تعداد
۱۵۰۱ ہے جو انیس پر پوری پوری تقسیم ہوتی ہے (۷۹×۱۹)

☆ کٓھٰیٰعٓصٓ ایک سورت (مریم) کی ابتداء میں آئے ہیں ان کی تعداد اس
میں ۷۹۸ ہے جو ۱۹ پر تقسیم ہوتی ہے (۴۲×۱۹)

گرامی قدر سامعین! یہ تحقیق بڑی طویل ہے اور محققین نے بڑے بڑے اسرار و رموز ان ضخیم کتب میں بیان فرمائے ہیں جن کا احاطہ اس مختصر مجلس میں ناممکن ہے میں نے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر یہ چند باتیں عرض کر دی ہیں۔

۱۔ [illegible] جس سے قرآن مجید کا حیرت انگیز اعجاز ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک متعصب ترین شخص بھی اس کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے گا کہ یہ بشری کلام نہیں ہے بلکہ خالق بشر کا کلام ہے۔ اور اس سے یقیناً [illegible] زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید آج تک [illegible] ہر قسم کی تحریف سے محفوظ چلا آ رہا ہے۔ اس میں ایک حرف کی بھی کمی بیشی نہیں ہوئی [illegible] حیرت انگیز کتاب پیش کرنے [illegible] ☆

معجزہ من حیث التوازن [illegible]

قرآن مجید کی ایک آیت ہے اَللّٰہُ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ (سورۃ شوریٰ) یعنی اللہ تعالیٰ ہی تو ہے جس نے یہ کتاب سچائی اور توازن کے ساتھ نازل فرمائی۔ میزان کا معنیٰ آپ جانتے ہیں یعنی ایک ایسا ترازو جو انصاف پر قائم ہو اور بالکل ناپ تلی [illegible] ☆

قرآن مجید کے موضوعات کے الفاظ جب شمار کیے گئے تو [illegible] سامنے آئی کہ ان کے اندر ایک خاص توازن اور تناسب پایا جاتا ہے [illegible] ☆

۱) [illegible] ۵ [illegible] کی تعداد ایک ہزار ہے۔ ☆

(۲) آیات امر کی تعداد ایک ہزار ہے اور آیات نہی کی تعداد بھی ایک ہزار ہے۔

(۳) آیات امثال کی تعداد بھی ایک ہزار ہے۔ جبکہ آیات قصص کی تعداد بھی ایک ہزار ہے۔

(۴) اسی طرح آیات تحلیل وتحریم کی تعداد بھی برابر ہے۔ اور کچھ آیات متفرقہ ہیں۔

یہ توازن اور تسویہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ایک معجز کلام ہے۔ اگر آپ مزید گہرائی میں جائیں تو عقل حیران رہ جاتی ہے اور یہ یقین مزید پختہ ہو جاتا ہے کہ یہ مافوق البشر طاقت کا کلام ہے۔

☆ دنیا کے موضوع کے مقابلہ میں آخرت کا موضوع ہے۔ قرآن مجید میں دنیا کا لفظ ۱۱۵ مرتبہ آیا ہے جبکہ آخرت کا لفظ بھی ۱۱۵ بار آیا ہے۔

☆ اسی طرح شیاطین اور ملائکہ ہیں۔ شیاطین نمائندہ شر ہیں اور ملائکہ نمائندہ خیر ہیں۔ قرآن مجید میں "شیاطین" کا لفظ ۸۸ مرتبہ آیا ہے جبکہ "ملائکہ" کا لفظ بھی ۸۸ مرتبہ آیا ہے۔

☆ لفظ "حیات" اور اسکے مشتقات کی تعداد ۱۴۵ ہے جبکہ لفظ "موت" اور اسکے مشتقات کی تعداد بھی ۱۴۵ ہے۔

☆ بصر اور بصیرت کا تعلق قلب اور فواد سے ہے۔ بصر اور بصیرت کا ذکر ۱۴۸ بار آیا ہے جبکہ قلب اور فواد کا ذکر بھی ۱۴۸ بار آیا ہے۔

☆ نفع کا ذکر ۵۰ مرتبہ آیا ہے تو فساد کا ذکر بھی ۵۰ مرتبہ آیا ہے۔

☆ "الصیف والحر" کا ذکر ۵ بار آیا ہے جبکہ "شتاء اور برد" کا ذکر بھی ۵ بار

آیا ہے۔

☆ "بعثت" اسکے مشتقات و مترادفات کی تعداد ۴۵ ہے تو" صراط" اسکے مشتقات ومترادفات کی تعداد بھی ۴۵ ہے۔

☆ "صالحات" اور اسکے مشتقات کا ذکر ۱۶۷ بار آیا ہے جبکہ "سیئات" اور اسکے مشتقات کا ذکر بھی ۱۶۷ بار آیا ہے۔

☆ "جحیم" (جہنم) کا ذکر ۲۶ بار آیا ہے تو" عقاب" (سزا) کا ذکر بھی ۲۶ بار آیا ہے۔

☆ لفظ "الفاحشة" اور اسکے مشتقات کی تعداد ۲۴ ہے جبکہ "غضب" اور اسکے مشتقات کی تعداد بھی ۲۴ ہے۔

☆ اصنام، خمر، خنزیر تینوں محرمات کی ذکر ۵، ۵ بار آیا ہے۔

☆ "اللعنة" اور اسکے مشتقات کی تعداد ۴۱ ہے جبکہ "الکراهیة" اور اسکے مشتقات کی تعداد بھی ۴۱ ہے۔

☆ الرجس (برے اعمال) کا ذکر (۱۰) بار آیا ہے۔ جبکہ الرجز (عذاب) کا ذکر بھی (۱۰) بار آیا ہے۔

☆ الضیق کا ذکر ۱۳ مرتبہ جبکہ الطمانینة کا ذکر بھی ۱۳ مرتبہ آیا ہے۔

☆ الطهر کا ذکر ۳۱ بار آیا ہے جبکہ اخلاص کا ذکر بھی ۳۱ بار آیا ہے۔

☆ الناس کا ذکر ۳۶۸ بار آیا ہے۔ جبکہ الرسل کا ذکر بھی ۳۶۸ بار آیا ہے۔

☆ لفظ الفرقان کا ذکر ۷ بار آیا ہے۔ جبکہ لفظ بنی آدم بھی ۷ بار آیا ہے۔

☆ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے سراج سے تشبیہ دی ہے۔ لفظ محمد بھی چار بار آیا ہے جبکہ لفظ سراج بھی چار بار آیا ہے۔

☆ القران کا ذکر ۷۰ بار آیا ہے جبکہ الاسلام کا ذکر بھی ۷۰ بار آیا ہے۔

☆ لفظ ایمان کا ذکر ۱۷ بار آیا ہے جبکہ لفظ کفر کا ذکر بھی ۱۷ بار آیا ہے۔

☆ [illegible] ابلیس اور [illegible] استعاذہ کا ذکر [illegible] بار آیا ہے [illegible]

☆ السحر اور فتنہ کا ذکر مع اپنے مشتقات [illegible] بار آیا ہے [illegible]

☆ مصیبت اور شکر کا ذکر مع اپنے مشتقات کے [illegible] ۷۵ مرتبہ آیا ہے۔

☆ الانفاق اور الرضاء کا ذکر مع اپنے مشتقات کے [illegible] بار آیا ہے۔

☆ [illegible] البخل، الطمع، الجحود، الحسرة [illegible] کا ذکر ۱۲ مرتبہ آیا ہے۔ ☆

☆ السلطان اور النفاق کا ذکر ۳۷، ۳۷ بار آیا ہے۔ [illegible]

☆ [illegible] العجز، القهر [illegible] ہر ایک کا ذکر [illegible] بار آیا ہے [illegible]

☆ العجب، الغرور ہر ایک کا ذکر مع اپنے مشتقات [illegible]

آیا ہے۔ [illegible]

☆ [illegible] الخيانة [illegible] مع اپنے مشتقات [illegible] بار آیا ہے جبکہ [illegible] کا [illegible]

مع اپنے مشتقات کے ۱۶ بار آیا ہے۔ [illegible]

☆ [illegible] الکافرون کا ذکر [illegible] بار آیا ہے جبکہ النار کا ذکر بھی [illegible] بار آیا ہے۔ ☆

☆ المسلمون کا لفظ ۴۱ بار آیا ہے۔ جبکہ الجهاد کا لفظ بھی ۴۱ بار آیا ہے [illegible]

☆ [illegible] کا ذکر [illegible] مرتبہ آیا ہے جبکہ [illegible] کا ذکر بھی [illegible] مرتبہ آیا ہے ☆

☆ الصلوٰۃ [illegible] کا لفظ [illegible] بار آیا ہے [illegible] کا لفظ بھی ۶۸ بار آیا ہے۔ ☆

☆ [illegible] الزکوٰۃ کا ذکر [illegible] مرتبہ آیا ہے [illegible] البرکات کا ذکر بھی [illegible] مرتبہ آیا ہے۔ ☆

☆ [illegible] العقل [illegible] النور [illegible] مع اپنے مشتقات [illegible] مرتبہ آیا ہے۔ ☆

☆ [illegible] اللسان [illegible] الموعظة دونوں کا ذکر مع اپنے مشتقات [illegible] ۲۵ بار آیا ہے۔ ☆

☆ السلام، الطیبات [illegible] مع اپنے مشتقات [illegible] ۵۰ بار آیا ہے [illegible]

☆ [illegible] قرآن حکیم [illegible] [illegible]

بار کیا ہے اور یہ ذکر بھی سات ہی سورتوں میں کیا ہے۔

☆ لفظ محمد. روح القدس' شریعت ہرایک کا ذکر ۴ ' ۴ بار آیا ہے۔

☆ رحمت کا لفظ ۷۹ بار آیا ہے جبکہ ھدی کا لفظ بھی ۷۹ بار آیا ہے۔

☆ شدت کا ذکر ۱۰۲- بار آیا ہے جبکہ صبر کا ذکر بھی ۱۰۲ بار آیا ہے۔

☆ انسان کی تخلیق اولاً طین سے ہے اور ثانیاً نطفہ سے۔

ان دونوں لفظوں کا ذکر ۱۲' ۱۲ بار آیا ہے۔

☆ فعل اور اجو لازم وملزوم ہیں دونوں کا ذکر ۱۰۸' ۱۰۸ بار آیا ہے۔

☆ الصلوٰة کا لفظ ۶۸ بار الزکوٰة کا لفظ ۳۲ بار الصوم کا لفظ ۱۴ بار آیا ہے اور یہ کل تعداد ۶۸ +۳۲+۱۴ = ۱۱۴ بنتی ہے جو قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد ہے اور یہ تعداد انیس پر تقسیم ہوتی ہے۔

☆ ابرار کا ذکر ۶ مرتبہ جبکہ فجار کا ذکر اس سے آدھا یعنی تین مرتبہ آیا ہے۔

☆ الیسر اور اسکے مشتقات کا ذکر ۳۶ بار آیا ہے جبکہ العسر کی تعداد اسکا چوتھا حصہ یعنی ۱۲ ہے۔

☆ النبوة کا ذکر ۸۰ بار جبکہ السنة کے لفظ کا ذکر اس کا پانچواں حصہ یعنی ۱۶ بار آیا ہے۔

☆ سلطان کا لفظ ۳۷ بار اور ابتلاء کا لفظ بھی ۳۷ بار آیا ہے اور فرعون کا لفظ انکی مجموعی تعداد کے برابر یعنی ۷۴ بار آیا ہے گویا فرعون' ابتلاء اور سلطان کا مجموعہ ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں لفظ ''قل'' کا استعمال ۳۳۲ مرتبہ کیا ہے جبکہ اسکی مخلوق جن' بشر اور ملائکہ نے بھی اسکا استعمال ۳۳۲ مرتبہ کیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد ۱۲ ہے۔ قرآن مجید میں شہر (مہینہ) کا لفظ

بارہ مرتبہ آیا ہے۔

☆ قرآن مجید میں جزاء کا ذکر ۱۱۷ بار ہوا ہے اور مغفرت کا ذکر ۲۳۴ بار ہوا ہے گویا کہ اسکی مغفرت جزاء سے دگنی ہے۔

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید کے اس حرفی، لفظی، موضوعی توازن سے پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعی اللہ تعالیٰ کی معجز کتاب ہے۔ جو کسی بشر کی طاقت سے ماوراء ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بالکل سچ فرمایا ہے کِتَابٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (ھود) کہ اس کتاب کی آیات مستحکم ہیں اور پھر خدائے حکیم وخبیر کی طرف سے بالتفصیل بیان کر دی گئی ہیں۔ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو حق اور میزان کے ساتھ نازل فرمایا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

پانی پانی کر گئی مجھکو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

☆ ☆ ☆

۸:- ایمان و اسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَ سَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَ عَلٰى آلِهِ وَ اَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعُرْبَاءِ وَ خَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (سورۃ حجرات)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

ایمان و اسلام میں فرق:

گرامی قدر سامعین! عام طور پر ہمارے ہاں ایمان واسلام کا ایک ہی مفہوم لیا جاتا ہے اور ان دونوں الفاظ کو مترادف سمجھا جاتا ہے لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

ایمان نام ہے "تَصْدِيْقُ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِيُّ ﷺ" کا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دین ہمارے سامنے پیش فرمایا ہے اس سارے کی دل و جان سے تصدیق کرنا اور اسے ماننا۔ اور اسلام نام ہے اطاعت وفرماں برداری کا' تسلیم وانقیاد کا' اعمال ظاہریہ پر عمل کرنے کا۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایمان کا تعلق قلب سے ہے اور اسلام کا تعلق ظاہری اعضاء و جوارح سے ہے۔ یوں سمجھیے کہ ایمان روح اور جان کی حیثیت رکھتا ہے اور اسلام اسکا بیرونی ڈھانچہ ہے۔ دونوں لازمی اور ضروری ہیں کسی ایک کی افادیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا مگر بہرحال ایمان کی اہمیت اسلام سے زیادہ ہے۔

حدیث جبریل:

ایمان و اسلام کا یہ فرق ہم نے اپنے طور پر بیان نہیں کیا بلکہ یہ فرق حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں موجود تھے۔ ایک انتہائی خوبصورت آدمی سفید لباس میں ملبوس آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نہ تو وہ مسافر معلوم ہوتا تھا اور نہ ہی مدینے کا باسی۔ وہ نہایت بے تکلفی سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا اور آپؐ سے سوال کیا "مَا الْاِسْلَامُ" کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا "اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ تُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَ تَصُوْمَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" کہ اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ اور معبود نہیں ہے اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اسکے رسول ہیں۔ اور تو نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے اگر تو وہاں تک جانے کی استطاعت رکھے۔

آپؐ کی طرف سے یہ جواب سن کر اس شخص نے فوراً کہا "صَدَقْتَ" کہ آپ نے سچ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرماتے ہیں کہ ہم بڑے حیران ہوئے "يَسْاَلُهٗ وَ يُصَدِّقُهٗ" کہ سوال بھی کرتا ہے (گویا کہ نہیں جانتا) اور تصدیق بھی کرتا ہے (گویا کہ پہلے سے جانتا ہے)۔

پھر اسی طرح اس شخص نے دوسرا سوال کیا کہ "اَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ" کہ مجھے بتایئے کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ" کہ ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسکے فرشتوں پر، اور اسکی کتابوں پر اور

اسکے رسولوں پر اور آخرت کے دن پر اور تقدیر پر اچھی تقدیر ہو یا بری۔ یہ جواب سن کر پھر اس شخص نے تصدیق کرتے ہوئے کہا "صَدَقْتَ" کہ آپ نے سچ فرمایا۔

بعدازاں اس شخص نے احسان کے بارے میں قیامت کے وقت کے بارے میں اور قیامت کی نشانیوں کے بارے میں بھی سوالات کیے اور آپؐ نے جوابات ارشاد فرمائے۔ وہ سوال وجواب ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب وہ شخص چلا گیا تو کافی دیر بعد آپؐ نے پوچھا "یَا عُمَرُ اَتَدْرِیْ مَنِ السَّائِلُ؟" اے عمرؓ! کیا تو جانتا ہے کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا؟ میں نے عرض کیا "اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ" کہ اللہ اور اسکے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا "فَاِنَّهٗ جِبْرِیْلُ اَتَاكُمْ یُعَلِّمُكُمْ دِیْنَكُمْ" یہ جبریلؑ امین تھے جو تمہیں دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔

اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی ہے کہ جب حضرت جبریلؑ نے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے اسکے جواب میں ظاہری اعمال یعنی پانچ ارکان اسلام بیان فرمائے۔ اور یہ پانچوں اعمال ہیں اور انکا تعلق انسان کے ظاہری اعضاء و جوارح سے ہے۔ اسی طرح جب حضرت جبریلؑ نے ایمان کے متعلق سوال فرمایا تو آپؐ نے ایمانیات کا بیان فرمایا۔ جسے ہم ایمان مفصل کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ان کا تعلق قلب سے ہے۔

حضرت جبریل علیہ السلام کا الگ الگ سوال کرنا اور پھر آپؐ کا الگ الگ جواب دینا اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان الگ شے ہے اور اسلام الگ شے ہے۔ ایمان ماننے کی چیزوں کا نام ہے اور اسلام کرنے کی چیزوں کا نام ہے۔

قرآن شاهد ہے:

قرآن مجید کے اندر بھی اسکی وضاحت موجود ہے کہ ایمان واسلام الگ الگ ہیں ایک دفعہ پیغمبر علیہ السلام کی خدمت میں قبلہ بنی اسد بن خزیمہ کے کچھ لوگ آئے۔ یہ لوگ دیہاتی تھے۔ شہری آداب اور تہذیب وتمدن سے ناواقف تھے۔ مدینہ منورہ کی گلیوں میں ہی قضاء حاجت کر لیتے تھے۔ جو انکی ناسمجھی کی دلیل ہے۔

یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آ کر آپکو آوازیں دینا شروع کر دیں اور آپکو آپ کے نام سے پکارنا شروع کر دیا "یا محمدؐ یا محمدؐ" کہنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے بارے میں فرمایا "اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَا دُوْنَکَ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ" کہ جو لوگ آپ کو حجروں سے باہر آوازیں دیتے ہیں وہ اکثر لوگ بے عقل ہیں۔

یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے دنیاوی مفاد حاصل کرنے کے لیے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان کا دعویٰ کیا قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا. اعرابی کہنے لگے کہ ہم ایمان لا چکے ہیں ہم مؤمن بن چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے پیغمبر! انکو جواب دیجیے۔ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْ خُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ الخ فرما دیجیے کہ تم ابھی ایمان نہیں لائے، مومن نہیں بنے۔ لیکن تم یوں کہو کہ ہم اسلام لا چکے ہیں۔ ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ یعنی ابھی تم ایمان کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ ہاں اسلام کا دعویٰ کر سکتے ہو۔ معلوم ہوا کہ ایمان کچھ اور ہے اور اسلام کچھ اور ہے۔ ایمان کا مقام قلب ہے اور اسلام کا تعلق اعمال ظاہری سے ہے۔ ایمان نظر نہیں آتا اور اسلام نظر آتا ہے۔

ایک مثال:

آپ اس حقیقت کو درخت کی مثال سے سمجھیں۔ درخت کے بنیادی طور پر دو (۲) حصے ہوتے ہیں۔ ایک زمین کے اندر جو نظر نہیں آتا' دوسرا زمین سے باہر جو نظر آتا ہے۔ اندر والے حصے کا نام جڑ ہے اور ظاہری حصے کا نام تنا اور شاخیں ہیں۔ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ زمین کے اندر والا حصہ انتہائی قیمتی ہے۔ ساری غذائیت اسی کو پہنچائی جاتی ہے۔ اسکو نقصان پہنچے تو پورے درخت کو نقصان پہنچے گا۔ اسکے بالمقابل اگر بیرونی حصہ کو کوئی نقصان پہنچ بھی جائے مگر جڑ درست ہو تو اسکی جلد ہی تلافی ہو جاتی ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ فکر جڑ کی کی جاتی ہے۔ یہی حال ایمان اور اسلام کا ہے۔ ایمان اگر مضبوط ہو تو اللہ کے فضل سے اعمال کی کمی کی تلافی ہو جاتی ہے۔

پھر یہ بھی سوچئے جب تک جڑ صحیح سلامت موجود ہے اگر سو دفعہ بھی درخت کو کاٹ دیا جائے تو یقیناً وہ دوبارہ پھر پھوٹے گا۔ اسی طرح جب تک ایمان اندر موجود ہو گا اسلام کسی نہ کسی شکل میں ضرور نظر آئے گا۔

ایمان بمنزل بیج کے ہے اور اسلام بمنزل پودے کے ہے۔ اگر کوئی آدمی دعویٰ کرے کہ میں نے اس زمین کے اندر گندم کا بیج بویا ہے۔ اب گندم کا بیج تو ہمیں نظر نہیں آ رہا' وہ تو زمین کے اندر ہے۔ اسکی بات کی تصدیق اسوقت ہو گی جب وہ گندم کا دانہ اُگے گا اور اس کا پودا باہر نکلے گا۔ تب ہم معلوم کر سکتے ہیں کہ زمین کے اندر گندم بوئی گئی تھی یا جو۔ اسی طرح اگر کوئی شخص دعویٰ کرے کہ میرے دل میں ایمان موجود ہے۔ اسکے دعویٰ کی تصدیق اسکے اعمال سے ہو گی اگر اعمال صحیح ہیں' جاندار ہیں تو یقیناً ایمان موجود ہے اگر اعمال بڑے اور خراب ہیں تو یقیناً ایمان موجود نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے اندر فرماتے ہیں مَثَلُ كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (سورۃ ابراہیم) کہ اچھے کلمے کی مثال ایک درخت کی سی ہے۔ جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں بلند ہیں۔

گرامی قدر سامعین! اگرچہ ایمان اور اسلام دو الگ الگ حقیقتیں ہیں مگر انکا باہمی تعلق اتنا مضبوط ہے کہ ہم انہیں بالکل الگ بھی نہیں کر سکتے۔ علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ ایمان یہ ہے کہ اگر وہ پھوٹے، پھیلے اور بارآور ہو تو اسلام بن جائے۔ اور اسلام اگر سمٹے تو سمٹتے سمٹتے ایمان بن جائے گا جس طرح بیج اور درخت ہے۔ بیج اگر پھیلے تو پھیلتے پھیلتے درخت بن جائے گا۔ اور درخت اگر سمٹے تو سمٹتے سمٹتے بیج بن جائے گا۔

ایمان کے ارکان:

ایمان کے دو ارکان ہیں۔ (۱) تصدیق بالقلب۔ (۲) اقرار باللسان یعنی تصدیق قلب کے ساتھ زبانی اقرار بھی ضروری ہے۔ اگر محض تصدیق ہی تصدیق ہو اسکا اظہار نہ کیا جائے تو ایمان مکمل نہ ہوگا۔ جیسے عکرمہؓ بن ابی جہل کا واقعہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ کشتی میں بیٹھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا دین سچا ہے۔ مگر وہ مومن اس وقت شمار ہوئے جب انہوں نے خدمت نبوی میں آکر اسکا اظہار کیا۔

اسی طرح حضرت ابوسفیانؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر کے دن ہی مجھے اندر سے یقین ہو گیا تھا کہ یہ دین سچا ہے۔ مگر اسکا اظہار انہوں نے فتح مکہ کے موقع پر کیا۔ اور وہ اس دن سے مؤمن شمار ہوئے۔ ثابت ہوا کہ تصدیق قلب کے ساتھ ساتھ اقرار باللسان بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان:

یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ کسی کو ایمان و اسلام کی توفیق دے دے۔ دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی متاع ایمان ہے۔ قبیلہ بنو اسد کے لوگوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آ کر اپنا احسان جتلایا کہ دیکھو جی! ہم آپ کے دین کو قبول کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ (سورۃ حجرات) کہ وہ آپ پر احسان جتلاتے ہیں کہ ہم نے اطاعت قبول کر لی ہے فرما دیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس نے تمہیں ایمان کی طرف راہ نمائی فرمادی۔

مثلاً اگر کوئی نوکر کسی بادشاہ کی خدمت کرے۔ اسکے کام کاج کرے اور پھر اس پر اپنا احسان جتلائے کہ میں تمہاری خدمت کرتا ہوں تو یہ بہت عجیب بات ہے۔ اصل احسان تو اس بادشاہ کا ہے جس نے اسے نوکر رکھ لیا۔ اسی طرح ہم اگر خدا کی اطاعت و فرماں برداری کریں تو ہمارا احسان نہیں ہے بلکہ اصل احسان تو اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے ہمیں یہ توفیق عطاء فرمائی۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی　　منت ازو شناس کہ بخدمت گزاشت

ایمان اور امتحان:

گرامی قدر سامعین! یہ بات بھی یاد رکھیں کہ ایمان کے بعد آزمائش شرط ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایمان لائے اور اس پر آزمائش نہ آئے۔ ارشاد ربانی ہے۔ اَلٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ (عنکبوت) کیا

لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم محض ایمان کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے چھوڑ دیے جائیں گے؟ اور ہمارے اوپر آزمائش نہ آئے گی؟ ایسا یقیناً نہیں ہوسکتا۔ بے شک ہم نے اس سے پہلے لوگوں کو آزمایا اور ہم انہیں بھی آزمائیں گے اور سچے اور جھوٹے کو الگ الگ کریں گے۔

معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد آزمائش شرط ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ (سورۃ بقرہ) مومنو! کیا تم نے گمان کر رکھا ہے کہ تمہیں ایسے ہی جنت مل جائے گی۔ حالانکہ ابھی تک تمہارے اوپر وہ حالات نہیں آئے جو تم سے پہلے لوگوں پر آئے تھے وہ انتہائی سختی اور تکالیف سے دوچار ہوئے۔ اور اتنی کڑی آزمائش سے گزارے گئے یہاں تک کہ وقت کا رسول اور اسکے ایمان دار ساتھی پکار اٹھے کہ "کب آوے گی اللہ کی مدد" خبردار رہو اللہ کی مدد قریب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ انہیں ایمان کے بعد انتہائی کڑی آزمائش سے گزارا گیا۔ انہیں ہلایا گیا اور جانچا گیا۔ تب جا کر انکا ایمان قائم ہوا۔

اسی طرح غور کیجیے کہ معرکہ خندق میں صحابہ کرامؓ کو اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی آزمائش سے گزارا اور آزمائش میں پورا اترنے کے بعد انکے دعویٰ کی تصدیق فرمائی۔ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (سورۃ احزاب) جب تمہارے اوپر تمہارے دشمن اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی چڑھائی کر کے آگئے اور جب تمہاری آنکھیں

پتھرا گئیں اور جب تمہارے کلیجے منہ کو آنے لگے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس وقت اہل ایمان کو آزمایا گیا اور انہیں سخت ہلایا گیا۔

جب اس آزمائش سے مؤمنین بخیر وخوبی گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے انکی تعریف وتوصیف فرمائی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعَاهَدُوْا اللّٰهَ عَلَيْهِ کہ مؤمنوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے اللہ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ نبھا دیا۔ یعنی یہ سچے لوگ ہیں آزمائش میں ثابت قدم رہ کر انہوں نے عہد وفا نبھا دیا۔

حضرت خبابؓ کی تکالیف:

مکی دور مسلمانوں کے لیے انتہائی آزمائش کا دور تھا خاص طور پر ان غریب مسلمانوں کے لیے جنکی وہاں کوئی حمایت ورشتہ داری موجود نہ تھی۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ بھی انہی غرباء میں سے تھے۔ آپ ام انمار نامی ایک کافرہ کے غلام تھے۔ اسکے لیے لوہاروں کا کام کرتے تھے اور تیر تلوار وغیرہ بنا کر پھر بیچ کر رقم مالکن کو دیتے تھے۔ چونکہ یہ لوہے کا سامان تیار کرتے تھے اس لیے آگ کے بھٹی ضروری تھی۔ وہ اس بھٹی کے اندر لوہے کو گرم کرتے اور اسے سرخ کر کے پھر مطلوبہ شکل میں ڈھالتے تھے۔ انکی مالکن اتنی ظالمہ تھی کہ بعض اوقات وہ آ کر گرم لوہے کو اٹھا کر ان کے سر پر داغ دیتی تھی۔ اور یہ تڑپتے رہ جاتے تھے کبھی وجود کے کسی حصے کو جلا دیتی اور کبھی کسی حصے کو۔ اور ان پر یہ سارا ظلم محض اس لیے کیا جاتا تھا کہ وہ دین توحید پر ایمان لا چکے تھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کر چکے تھے۔ دامن نبویؐ سے وابستہ ہو چکے تھے۔

ایک دفعہ تو اس مالکن نے ظلم کی حد کر دی۔ اپنے دیگر اوباش نوکروں کی

مدد سے حضرت خبابؓ کو جلتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا۔ اور انکے سینے پر وزنی پتھر رکھ دیا گیا۔ حضرت خبابؓ بیچارے کیا کرتے! تڑپتے رہ گئے۔ انکی ساری کمر جل گئی، انکے وجود سے خون، چربی نکلتی رہی اور اسطرح وہ کوئلے بجھے۔ جب انکے سینے سے پتھر ہٹایا گیا تو یہ بیچارے جلی ہوئی کمر لیکر سیدھے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلی ہوئی کمر دکھائی اور رو کر عرض کیا "یَا رَسُوْلَ اللہِ اَلَا تَدْعُوْ اللہَ لَنَا"؟ اے اللہ کے رسول! کیا آپ ہمارے لیے دعاء نہیں فرمائیں گے؟ ہمارے یہ مصائب کب ختم ہونگے۔ آپؐ انکی بات سن کر اٹھ کر بیٹھ گئے اور انہیں صبر و ہمت کی تلقین فرمائی اور ارشاد فرمایا جانتے نہیں ہو تم سے پہلے گزرنے والے اہل ایمانؓ پر کیا تکالیف آئیں؟ اور کس طرح انہوں نے ثابت قدمی دکھائی؟ یہ تکلیفیں تو انکے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔

لَقَدْ کَانَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَیُمْشَطُ اَحَدُھُمْ بِاَمْشَاطِ الْحَدِیْدِ مَادُوْنَ عَظْمِهٖ مِنْ لَحْمٍ وَ عَصَبٍ مَا یَصْرِفُهٗ ذَالِکَ عَنْ دِیْنِهٖ انکے جسموں پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں۔ انکے وجود کا ریزہ ریزہ ہو جاتا تھا مگر وہ اپنے موقف اور نظریہ سے سرمو بھی نہ ہٹے۔ وَیُوْضَعُ الْمِنْشَارُ عَلٰی فَرْقِ رَأْسِ اَحَدِھِمْ فَیُشَقُّ مَا یَصْرِفُهٗ ذَالِکَ عَنْ دِیْنِهٖ انکے سروں پر آرہ رکھ کر چلا دیا گیا۔ انکا وجود دو ٹکڑے تو ہو گیا مگر ایمان و استقامت میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ اے خباب یقیناً تمہیں ان مصائب پر صبر کرنا ہوگا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غلبہ عطاء فرما دے۔ (تاریخ کی کتب میں صحابہ کرامؓ کے امتحان و استقامت کے عجیب عجیب واقعات مذکور ہیں)

ابتلاء بقدر دین و ایمان:

آپؐ کا ارشاد ہے کہ یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی قَدْرِ دِیْنِهٖ فَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِهٖ

صَلَابَۃٌ زِیْدَ فِیْ بَلَائِہٖ۔ کہ آدمی پر آزمائش اسکے ایمان کے مطابق ہوتی ہے۔ اگر ایمان بڑا ہے تو آزمائش بھی بڑی ہوگی۔ یہ جو ہمیں بڑی بڑی آزمائشوں سے نہیں گزارا جاتا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارا ایمان اتنا قوی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مضبوط ایمان عطاء فرمائے آمین۔

ایمان کی تکمیل و حلاوت:

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ ایک درخت لگانے والا آدمی کس طرح درخت لگاتا ہے کس طرح اس کی پرورش کرتا ہے پھر کتنی مدت کے بعد اس درخت پر میٹھا پھل لگتا ہے اور وہ شخص اس سے متمتع ہوتا ہے۔ اور اسکی حلاوت اور لذت سے آشنا ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک مؤمن بھی اپنے ایمان کی تکمیل کر کے بالآخر اس مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اسے اپنے ایمان کی حلاوت اور مٹھاس محسوس ہونا شروع ہو جاتی ہے اور جب یہ حلاوت آنا شروع ہو جائے تو پھر اسے یہ ساری تکالیف اور تلخیاں ہیچ نظر آتی ہیں۔

یقیناً آپ پوچھنا چاہیں گے کہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کب پیدا ہوتی ہے؟ اسکی علامت کیا ہے؟ اسکا جواب میں نہیں عرض کروں گا بلکہ خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرما دیا ہے۔ ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ بِھِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ کہ جب تین چیزیں پائی جائیں تو سمجھ لو ایمان کی حلاوت اور مزہ آنا شروع ہو گیا۔

(۱) اَنْ یَکُوْنَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس کے لیے ساری کائنات سے زیادہ محبوب بن جائیں۔ سب قرابتیں، رشتہ داریاں، سب تعلقات، سب محبتیں انکی محبت کے سامنے ہیچ ہو جائیں۔

۲) اَنْ یُحِبَّ الْمَرْءَ لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ. اللہ تعالیٰ کی محبت دل و دماغ میں اسقدر راسخ ہو جائے کہ اگر کسی سے محبت کرے تو اللہ تعالیٰ کے لیے کرے، نفرت کرے تو اللہ تعالیٰ کے لیے کرے۔ جوڑ پیدا کرے تو بھی اللہ تعالیٰ کے لیے، توڑ پیدا کرے تو بھی اللہ تعالیٰ کے لیے۔

۳) اَنْ یَّکْرَہَ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اسکے ساتھ کفر و شرک، اس کے لیے اتنا ناپسندیدہ ہو جائے کہ اس کے تصور سے ہی وجود لرز جائے۔ آگ میں جل جانا تو آسان نظر آئے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اس سے بھی مشکل نظر آئے۔

گرامی قدر سامعین! ان تین صفات کے اندر غور فرمائیں۔ واقعی اگر ہمارے اندر یہ تین باتیں پیدا ہو جائیں تو یقیناً ایمان کا مزہ اور مٹھاس نصیب ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ لذت عطاء فرما دے۔ آمین۔

شرائط ایمان:

اب آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپکے سامنے ایمان کی شرائط ستہ بیان کر دی جائیں تا کہ ہم انکی روشنی میں اپنے ایمان کو جانچ سکیں۔ علماء کرام نے فرمایا ہے کہ ایمان کی چھ شرطیں ہیں۔

۱) ایمان ماننے کا نام ہے جاننے کا نام نہیں۔ یہ شرط بڑی اہم ہے۔ ہم نے سمجھ رکھا ہے کہ فقط جان لینے کا نام ایمان ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ جاننا اور ہے ماننا اور ہے۔ جانتے تو کفار بھی ہیں کہ اسلام سچا دین ہے مگر مانتے نہیں۔ یہود مدینہ جانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں مگر مانتے نہیں تھے۔ بلکہ آپ کو اس طرح پہچانتے تھے جس طرح کوئی شخص بغیر کسی تردد کے اپنے بیٹے کو پہچان لیتا ہے یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ کا یہی مطلب ہے۔ اگر پہچاننے اور جاننے کا

نام ایمان ہوتا تو پھر وہ بھی اہل ایمان کہلاتے۔

اسی طرح آپ جانتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا ابوطالب کے سامنے اسکی وفات کے وقت دینِ توحید پیش کیا اور بڑی منت ساجت کر کے اسے دعوت توحید دی۔ وہ جواب دینے لگا۔

دَعَوْتَنِیْ وَ عَرَفْتُ اَنَّکَ نَاصِحِیْ   وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَ ثَمَّ کُنْتَ اَمِیْنَا
لَقَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ   مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّۃِ دِیْنَا
لَوْلَا الْمَلَامَۃُ اَوْحَذَارُ مَسَبَّۃٍ   لَوَجَدْتَنِیْ سَمْحاً بِذَاکَ مُبِیْنَا

کہ آپ نے مجھے دعوت دی ہے میں جانتا ہوں کہ آپ میرے خیرہ خواہ ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اور امین ہیں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کا دین تمام ادیانِ عالم سے بہترین دین ہے۔ اگر مجھے لوگوں کی ملامت اور طعن و تشنیع کا خوف نہ ہوتا تو میں کھلے دل سے یقیناً اس دین کو قبول کر لیتا۔

غور فرمایئے ابوطالب جان رہا ہے کہ آپ سچے ہیں مگر اس نے مانا نہیں اس لئے سمجھ لیجئے کہ ایمان جاننے کا نام نہیں بلکہ ماننے کا نام ہے۔

۲) ماننا اور یقین کے درجے میں ماننا۔ صرف ماننا معتبر نہیں ہے بلکہ یقین کے درجے میں ماننا ضروری ہے۔ اگر یقین کامل نہیں ہے تو ایمان نہیں ہے۔ پھر یقین کے بھی تین درجے ہیں (۱) علم الیقین۔ (۲) عین الیقین۔ (۳) حق الیقین تینوں میں سے ایک درجہ بھی مل جائے تو زہے قسمت۔ چوتھا درجہ جسے ڈھل مل یقین کہا جاتا ہے وہ نہ ہو۔ یعنی ذرہ برابر بھی شک وشبہ نہ ہو۔ اگر کروڑ واں حصہ بھی شک کا اظہار کرے تو ایمان رخصت ہو گیا۔

یادرکھیے دل میں شک وشبہ آ جانا اور بات ہے اور اسکا زبان سے اظہار کرنا اور بات ہے۔ شک آ جانا کمزوری ایمان کی دلیل ہے شک کا اظہار کرنا نفی

ایمان کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَایَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (سورۃ نساء) قسم ہے تیرے رب کی یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں تجھے حکم اور فیصل نہ مان لیں۔ پھر تیرے فیصلے سے اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی محسوس نہ کریں اور اسے پوری خوشدلی سے قبول کر لیں یعنی پوری طرح سر تسلیم خم کرنے کا نام ایمان ہے۔

۳) ماننا اور سارے دین کو ماننا۔ یعنی جو کچھ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام لائے ہیں ان سب تعلیمات کو ماننا۔ خدانخواستہ اگر کسی ایک چھوٹے سے مسئلہ کا بھی انکار کر دیا جائے تو ایمان باقی نہ رہے گا۔

بعض لوگ دین اسلام کی بعض باتیں مانتے ہیں اور بعض کا انکار کر دیتے ہیں وہ ہرگز مؤمن نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں یہودیوں کو تنبیہ کی گئی ہے اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کہ کیا تم کتاب کا کچھ حصہ مانتے ہو اور کچھ حصہ کا انکار کرتے ہو؟ یہ کتنی غلط بات ہے۔ اس لیے حکم دیا گیا یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً اے ایمان والو! پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ اس لیے یہ بات یاد رکھیں کہ کسی ایک بھی ثابت شدہ مسئلے کے انکار سے آدمی کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ سارے دین کو ماننے کا نام ایمان ہے۔

۴) ماننا اور اسی ہیئت میں ماننا۔ یعنی اس مسئلہ کی جو تشریح قرآن کریم یا نبی اکرمؐ یا آپ کے صحابہ کرامؓ نے فرمائی ہے اسی ہیئت میں ماننا۔ اگر الفاظ کو تو قائم رکھے مگر اسکی تشریح وتوضیح اپنی طرف سے کرے تو وہ ماننے والا نہیں ہے۔ صاحب ایمان نہیں ہے۔ جیسے بعض لوگ خاتم النبیین کے لفظ کو تو مانتے ہیں مگر اسکو اس

ہیئت میں نہیں مانتے جس ہیئت میں آپؐ نے یا صحابہ کرامؓ نے حکم دیا۔ آپ نے تو اسکی تشریح فرمائی لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کہ میرے بعد نبی کوئی نہیں۔

بعض لوگ صلوٰۃ، زکوٰۃ، معجزات، ملائکہ، جنات وغیرہ کو تو مانتے ہیں مگر انکی تشریح اپنے طور پر کرتے ہیں جو کہ سراسر ایمان کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا آمِنُوْا کَمَا آمَنَ النَّاسُ کہ اسی طرح مانو جس طرح دیگر لوگوں (صحابہؓ) نے مانا۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا فَإِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا کہ اگر وہ اسی ہیئت میں مانیں جس طرح اے صحابہ کرامؓ تم نے مانا ہے تو تب وہ لوگ ہدایت یافتہ ہونگے۔

یہ شرط بڑی اہم ہے۔ اسکی تشریح کرنے سے بہت سارے فرق باطلہ کا رد ہو جاتا ہے۔

(۵) ماننا اور پیغمبر ﷺ کی زبان پر اعتماد کر کے ماننا۔ یعنی ماننا وہ معتبر ہے جو آپ پر اعتماد کر کے مانا جائے۔ اگر کوئی شخص کسی مسئلے کو مانتا تو ہے مگر آپؐ پر اعتماد کیوجہ سے نہیں مانتا۔ اپنی عقل کے بل بوتے پر مانتا ہے، اپنے تجربے کی بنیاد پر مانتا ہے یا لوگوں کے کہنے اور تصدیق کرنے کی بنیاد پر مانتا ہے۔ تو اس کا یہ ماننا قابل قبول نہیں ہے۔ اسے ایمان نہیں کہیں گے۔

ایمان تو اس کا نام ہے کہ عقل میں بات آئے یا نہ آئے۔ تجربہ سے ثابت ہو یا نہ ہو۔ لوگ تصدیق کریں یا نہ کریں پھر بھی رسول اللہ ﷺ کی زبان وحی ترجمان پر کامل اعتماد ہو۔

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دین کی بات تب مانتے ہیں جب انکی عقل میں آ جائے۔ اگر عقل میں نہ آئے تو اس میں تردد کرتے ہیں۔ اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ انکا اپنی عقل پر ایمان ہے خدا اور رسول کے فرمان پر ایمان نہیں ہے۔

یہ بات درست ہے کہ دین اسلام عقل سلیم کے مطابق ہے۔ یاد رکھیے اصل بنیاد عقل نہیں ہے بلکہ بنیاد درحقیقت دین اسلام ہے۔ اگر ہماری عقل میں دین اسلام کی کوئی بات آ گئی تو زہے قسمت۔ ہمیں خوش ہونا چاہیے کہ الحمد للہ ہماری عقل عقل سلیم ہے۔ اگر دین کی کوئی بات ہماری عقل میں نہ آئے تو پھر سمجھنا چاہیے کہ ہماری عقل درست نہیں ہے ہمیں عقل کی درستگی کی فکر کرنی چاہیے۔

مطلب یہ نکلا کہ یہاں مطلق عقل کی بات نہیں ہے' عقل سلیم کی ضرورت ہے۔ اور عقل سلیم کونسی ہے؟ عقل سلیم وہی ہے جو خدا اور رسول ﷺ کے فرامین کے تابع ہو۔ **فافهم و تدبر**۔

۶) ماننا وہ معتبر ہے کہ اسکی اضداد سے برأت کا اظہار کیا جائے۔ اجتماع ضدین محال ہے۔ ایک آدمی ایک چیز کو مانتا ہے پھر اسکی ضد کو بھی مانتا ہے تو اسکا وہ ماننا ایمان نہیں ہے۔

ایک شخص توحید کو بھی مانے' شرک کو بھی مانے وہ مؤمن کیسے ہو سکتا ہے؟ جبکہ توحید و شرک دونوں ضدین ہیں۔ اسی طرح کوئی شخص نظام اسلام کو بھی مانے اور سوشلزم کو بھی مانے وہ مؤمن نہیں ہے۔ اجتماع ضدین ہو گیا۔ ایک آدمی محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو بھی مانتا ہے غلام احمد قادیانی کی نبوت کو بھی مانتا ہے۔ تو وہ مؤمن نہیں ہے۔

ایمان کے لیے ضروری ہے کہ اسکی ضد سے برأت اور لاتعلقی کا اظہار کرے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ فَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (سورۃ البقرہ) کہ جو آدمی طاغوت کا انکار کرے پھر اللہ پر ایمان لائے وہی مضبوط ایمان والا ہے۔ یعنی طاغوت (باطل معبود) کا انکار پہلے کرنا ہے' سچے معبود کو بعد میں ماننا ہے۔ پہلے تخلیہ (صفائی) ہوگا

پھر تحلیہ (تزئین) ہوگا۔

کلمہ طیبہ میں یہی نکتہ ہے "لَاإِلٰہَ" میں معبودان باطلہ سے برأت کا اظہار ہے "إِلَّا اللّٰہُ" میں معبود حقیقی کا اقرار ہے۔

اسوہ ابراھیمی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ (سورۃ ممتحنہ) انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے اور تمہارے معبودوں سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔ تمہارے عقائد باطلہ کا انکار کرتے ہیں۔ تمہارے اور ہمارے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے توڑ پیدا ہو چکا ہے عداوت و نفرت پیدا ہو چکی ہے ۔ہاں جوڑ کی ایک ہی شکل ہے۔ حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهُ کہ تم اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لاؤ۔

ثابت ہوا کہ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ اسکی اضداد سے تبری کا اظہار کیا جائے۔ ورنہ ایمان درست نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچا اور سُچا ایمان نصیب فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

ہُوا ہے دامن گل چیں کوتاہ ورنہ گلشن میں
وہی ہے لالہ و گل وہی برگ و بہار اب بھی

☆ ☆ ☆

۹:- مسئلہ الٰہ

الحمد للّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی سید الرسل وخاتم الأنبیاء وعلی آلہ وصحبہ الأتقیاء الذین ہم خلاصۃ العرب العرباء وخیر الخلائق بعد الأنبیاء۔ اما بعد فأعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ (الصافات)۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم۔

حضرات گرامی! آپ جانتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حد عزت و تکریم تھی۔ آپ کو صادق اور امین کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کی دیانت و تقویٰ کی بنیاد پر کفار مکہ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھا کرتے تھے۔ اپنے جھگڑوں میں آپ کو فیصل اور جج مانتے تھے۔ پورے مکہ میں آپ کو ہر لحاظ سے عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ کوئی ایک شخص بھی آپ کا مخالف نہ تھا۔

پھر اچانک اس ماحول کے اندر تبدیلی پیدا ہوگئی۔ صادق اور امین کہنے والے کذاب اور جھوٹا کہنے لگے۔ جھگڑوں کے فیصلے کروانے والے مجنون اور پاگل کہنے لگے۔ اپنے پرائے سب دشمن ہوگئے۔ اور آپ کے لیے عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔

آپ کو تنگ کرنے کے لیے مختلف القاب سے یاد کیا جاتا۔ کبھی کاہن کہا گیا تو کبھی مجنون، کبھی ساحر کہا گیا تو کبھی شاعر، کبھی مفتری کہا گیا تو کبھی کذاب کے لقب سے یاد کیا جاتا۔ آپ کے مبارک نام "محمد" کی بجائے آپ کو "مذمم" کہ

جانے لگا۔ کبھی آپؐ کو ابن ابی کبشہ کہہ کر پکارا جاتا۔ کبھی بے دین اور صابی کا فتویٰ لگایا جاتا۔ آپؐ کے سر مبارک میں خاک ڈالی گئی۔ راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔ گردن پر ناپاک اوجھڑی رکھی گئی۔ گلے میں رسی ڈالی گئی۔ پتھر برسا کر لہولہان کیا گیا۔ آپؐ کے چہرۂ انور پر تھوکا گیا' آپ کی بچیوں کو طلاقیں دلوادی گئیں۔ دانہ پانی' بول چال بند کر کے معاشرتی اور معاشی بائیکاٹ کیا گیا۔ حتیٰ کہ آپؐ اپنا شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔

آپؐ کے ساتھ ساتھ آپؐ کے ساتھیوں کو بھی ظلم و جور کا نشانہ بنایا گیا۔

☆ حضرت بلالؓ کو کڑکتی دھوپ میں حرہ کے کالے پتھروں پر لٹایا جاتا اور اوپر وزنی پتھر رکھ دیے جاتے۔ کبھی ہاتھ پاؤں باندھ کر اور لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں ڈال دیا جاتا۔ گلے کے اندر رسی ڈال کر مکے کی گلیوں کے اندر گھسیٹا جاتا۔ رات دن اتنا مارا جاتا کہ مارنے والے تھک جاتے انکی ڈیوٹیاں تبدیل ہو جاتیں مگر مار کھانے والا اکیلا بلالؓ ہی ہوتا۔

☆ حضرت صہیبؓ کو پانی کے اندر غوطے دیے جاتے۔ حضرت لبینہؓ کو اتنا مارا جاتا کہ مارنے والا تھک جاتا' حضرت زنیرہؓ کو اتنا مارا گیا کہ انکی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔

☆ حضرت خبابؓ کو دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا کر اوپر وزنی پتھر رکھ دیا جاتا۔ اکثر اوقات لوہے کی سلاخ آگ کے اندر سرخ کر کے ان کے وجود کو داغا جاتا۔

☆ حضرت یاسرؓ کے پورے خاندان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے' انکی بوڑھی اور ناتواں بیوی کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ کر چیر دیا گیا۔ یہ مظلوم صحابہ ان مظالم کی تاب نہ لاتے ہوئے وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ ظلم و جور کا ایک سلسلہ تھا جو ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔ حتیٰ کہ آپ کو

قید کرنے اور مارنے کے منصوبے بننے لگے۔

وجہ کیا تھی؟

گرامی قدر سامعین! آپ سوچیں کہ اس دشمنی اور مخالفت کی بنیاد کیا تھی؟ کیا کوئی دنیوی جھگڑا تھا؟ مال و دولت' مکان' جائیداد کا جھگڑا تھا؟ سیاست و سیادت' عہدہ اور منصب کا جھگڑا تھا؟ لین دین اور تجارت وجہ نزاع تھی؟ آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ایسی کوئی بات نہ تھی بلکہ وہ لوگ تو آپ کو مال و دولت سرداری اور رشتہ دینے کو تیار تھے۔

کیا ان لوگوں نے آپؐ سے جھوٹ سنا تھا؟ کیا آپؐ کے پاکیزہ کردار میں انہیں کوئی خرابی نظر آئی تھی؟ کیا آپ نے کوئی اخلاقی اور معاشرتی جرم کیا تھا؟ نہیں' ایسی کوئی بات نہیں وہ تو آپؐ کو بے عیب مانتے تھے اور آپؐ کی زندگی کے کسی گوشہ پر انگلی نہ اٹھا سکتے تھے۔

دینی جھگڑا تھا:

سامعین گرامی! آپ جانتے ہیں کہ آپؐ کے ساتھ انکا دنیوی جھگڑا نہ تھا بلکہ دینی نوعیت کا جھگڑا تھا۔ پھر سوچیے اگر دینی جھگڑا تھا تو کس نوعیت کا تھا؟

کیا اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا جھگڑا تھا؟

شاید آپ سوچیں کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کو نہ مانتے ہونگے۔ نہیں' ہرگز نہیں وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ اپنی اولاد کے نام عبداللہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں کھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر مال بھی خرچ کرتے تھے۔

کیا وہ خدا تعالیٰ کی صفات کے قائل نہ تھے؟ نہیں ہرگز نہیں وہ تو اللہ

تعالیٰ کو اپنا خالق مانتے تھے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللهُ (سورۃ زخرف) کہ اگر آپ ان سے سوال کریں کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو یقیناً جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللهُ (زمر) اگر آپ سوال کریں کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا تو جواباً کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللهُ (سورۃ عنکبوت) اگر آپ پوچھیں کہ آسمان سے بارش برسانے والا اور مردہ زمین کو زندہ کرنیوالا کون ہے؟ تو جواباً یہی کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللهُ (سورۃ یونس) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ تمہیں آسمان اور زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ تمہارے کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے؟ مردے سے زندہ کو اور زندہ سے مردے کو نکالنے والا کون ہے؟ کائنات کے امور کا مدبر (کنٹرولر) کون ہے؟ تو جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ۔

قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلّٰهِ (سورۃ مؤمنون) ان سے پوچھیے کہ ہر چیز کا اختیار رکھنے والا کون ہے؟ اکیلا پناہ دینے والا جس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہ دے سکے کون ہے؟ بتاؤ اگر تم جانتے ہو۔ تو جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ۔

گرامی قدر سامعین! آپ سمجھ چکے ہیں کہ مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ اپنا اور زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ بارشیں برسا کر مردہ

زمین کو زندہ کرنے والا خدا تعالیٰ ہی کو سمجھتے تھے۔ آسمان و زمین سے روزی دینے والا آنکھوں اور کانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتے تھے۔ مردہ کو زندہ سے اور زندہ سے مردہ کو نکالنے والا اور پوری کائنات کا اختیار رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہی کو سمجھتے تھے۔ مصائب سے بچانے والا اور ایسی تکالیف میں مبتلا کرنیوالا کہ ان سے کوئی کسی کو نہ بچا سکے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو تسلیم کرتے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ مشرک ہی تھے اور ان کا آپؐ سے جھگڑا بدستور قائم تھا۔

کیا اعمال خیر کا جھگڑا تھا؟

شاید آپ سوچیں کہ آپؐ سے انکا نماز' روزہ اور اعمال صالحہ کی بنیاد پر جھگڑا تھا؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ انکے اندر نماز کا تصور موجود تھا۔ وہ لوگ نماز پڑھتے تھے۔ زکوٰۃ دیتے تھے' عمرہ اور حج کرتے تھے۔ بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔ خانہ کعبہ کی تعمیر کرنے والے تھے۔ حاجیوں اور اللہ کے مہمانوں کی دل کھولکر خدمت کرتے تھے۔ داڑھی رکھتے تھے۔ ختنہ اور عقیقہ کرتے تھے۔ غلاموں کو آزاد کیا کرتے تھے۔ قربانی دیا کرتے تھے بلکہ کئی کئی سو اونٹ قربان کیا کرتے تھے۔ زناء اور چوری کے مرتکب کو برا اور گنہ گار سمجھتے تھے۔

گرامی قدر سامعین! اگر آپ غور فرمائیں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مکی دور میں بعض اہم احکام آپؐ پر نازل بھی نہ ہوئے تھے۔ بلکہ اکثر اعمال کا نزول مدنی دور میں ہوا۔ اس لیے اس زمانہ میں انکے وجہ نزاع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاد' صدقہ فطر و نماز عیدین اور رمضان المبارک کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے۔ پردہ' زناء کی سزا' حد قذف وغیرہ کے احکام ۵ھ میں نازل ہوئے۔ شراب ۳ھ میں اور سود ۱۰ھ میں حرام ہوا۔ حلال و حرام جانوروں کی تفصیل اور متعہ کی حرمت ۷ھ میں ہوئی۔ نماز جنازہ اور نماز جمعہ کا

حکم بھی مدنی دور میں نازل ہوا۔

صفاء پہاڑی کا وعظ:

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت سے قبل غار حراء میں یکسوئی کے ساتھ عبادت کرتے تھے۔ مشرکین مکہ کو اس پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ جھگڑا اس دن شروع ہوا جب آپؐ غار سے نکل کر صفاء پہاڑی پر تشریف لائے۔ سب اہل مکہ کو جمع کیا۔ اور ان سے سوال فرمایا هَلْ وَجَدْتُمُوْنِیْ صَادِقاً اَوْ کَاذِباً کہ میں نے تمہارے اندر اپنی زندگی کی چالیس بہاریں گزاری ہیں بتاؤ تم نے مجھے کیسا پایا؟ سچا یا جھوٹا؟ سب بیک زبان بولے جَرَّبْنَاکَ مِرَارًا فَمَا رَاَیْنَا فِیْکَ اِلَّا صِدْقًا کہ ہم نے بار ہا آپ کا امتحان لیا' آزمایا' یقیناً ہم نے آپؐ کو سچا ہی پایا۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کہوں کہ اس پہاڑی کی دوسری جانب سے ایک لشکر جرار تم پر حملہ کے لیے آ رہا ہے تو مان لو گے؟ انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ انہیں کوئی لشکر وغیرہ نظر نہ آیا۔ آپؐ نے وضاحت فرمائی کہ لشکر وغیرہ کوئی نہیں ہے۔ میں صرف اپنے اعتماد کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔ اب انہوں نے جواب دیا کہ اگر آپ فرمادیں کہ لشکر آ رہا ہے تو ہم اپنی آنکھوں کو جھٹلا دیں گے' مگر آپ کی زبان کو ہرگز نہیں جھٹلا سکتے۔ کیوں کہ آپؐ سچے اور امین ہیں۔

پھر آپؐ نے اعلان فرمایا یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً کہ لوگو! میں تم سب کی طرف خدا کا رسول اور پیغام بر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اب انہوں نے پوچھا کہ پھر آپ کا پیغام کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا تُطِیْعُکُمُ الْعَرَبُ وَالْعَجَمُ کہ میرا پیغام یہ ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ لو۔ اگر تم نے اس پیغام کو دل و جان سے مان لیا تو عرب و عجم تمہارے مطیع و فرماں

بردار ہو جائیں گے۔ ورنہ میں تمہیں عذاب عظیم سے ڈراتا اور متنبہ کرتا ہوں۔

سامعین گرامی! اس اعلان کے بعد جھگڑا شروع ہو گیا۔ دشمنی کی ابتداء ہو گئی۔ اسی اعلان کی بناء پر اپنے بھی پرائے ہو گئے اور دوستی اور محبت دشمنی اور نفرت میں بدل گئی۔ ہاتھ اٹھنے لگے اور زبانیں چلنے لگیں۔ سازشیں ہونے لگیں منصوبے بننے لگے اور ظلم و جور کا ایک لا متناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ (صافات) ان کا حال یہ تھا کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو غرور تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر چھوڑ دیں؟

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُوْنَ هٰذَا سَاحِرٌ كَذَّابٌ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (سورہ ص) انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔ اور کافر کہنے لگے کہ یہ تو جادوگر ہے جھوٹا۔ کیا اس نے اتنے الٰہوں کی جگہ ایک ہی الٰہ بنا دیا؟ یہ تو بڑی انہونی بات ہے۔

سامعین گرامی! یقیناً آپ بات کی تہہ تک پہنچ چکے ہوں گے کہ مشرکین مکہ کا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ "الٰہ واحد" کے مسئلہ پر جھگڑا تھا۔ اسی مسئلہ کے بیان پر وہ سیخ پا ہو جاتے تھے اور بگڑ جاتے تھے۔ آپ کی دعوت یہ تھی کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ، وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ انہوں نے چونکہ ڈھیر سارے الٰہ بنا رکھے تھے اس لیے وہ ان سب کو چھوڑ کر الٰہ واحد کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ وہ تعجب کرتے تھے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ

عجاب کہ اس نے اتنے الٰہوں کی بجائے ایک ہی الٰہ بنالیا ہے یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔

گرامی قدر سامعین! آپ یہ بات بخوبی سمجھ گئے ہیں کہ آپ ﷺ کی بنیادی اور مرکزی دعوت یہی تھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔

اس سے قبل کہ میں آپ کے سامنے اسکا معنیٰ عرض کروں، اس ایک مختصر سے جملہ کی اہمیت اور عظمت بیان کرنا چاہوں گا۔ تا کہ آپ کو اسکی مرکزیت کا یقین ہو جائے۔

اھمیّتِ لا الٰہ الا اللّٰہ:

یہ جملہ بظاہر تو چھوٹا سا ہے مگر اس پوری کائنات کا مرکز و محور یہی کلمہ ہے۔ سارے دین، ساری کتب، ساری وحی کا خلاصہ یہی کلمہ ہے۔ جنت و جہنم کا معیار یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء مبعوث فرمائے ان سب کی مرکزی اور بنیادی دعوت یہی کلمہ ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (سورۃ انبیاء) اے پیغمبر ﷺ! آپ سے پہلے ہم نے جتنے بھی رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی فرمائی کہ میرے سوا الٰہ اور معبود کوئی نہیں۔ لہذا میری ہی عبادت کرو۔

گرامی قدر سامعین! اس سے قبل آپ جان چکے ہیں کہ کوہ صفاء پر آپ ﷺ کی بھی بنیادی دعوت یہی تھی قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا تُطِیْعُکُمُ الْعَرَبُ وَالْعَجَمُ کہ لوگو! لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کرلو، کامیاب ہو جاؤ گے اور عرب و عجم تمہارے زیر نگین ہو جائے گا۔

سب سے بہترین ذکر:

حدیث پاک میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْکُرُکَ بِہٖ کہ یا اللہ مجھے کوئی ورد بتا دیجیے جس سے میں آپ کو یاد کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑے حیران ہوئے کہ یہ ورد تو سب لوگ جانتے ہیں۔ اے اللہ! مجھے تو کوئی خاص الخاص ورد چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہی پڑھا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سہ بارہ عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ورد اتنا قیمتی ہے کہ اس سے قیمتی اور خاص وظیفہ اور کوئی نہیں۔ اگر سارے آسمان و زمین ایک پلڑے میں رکھ دیئے جائیں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو مَالَتْ بِھِمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ والا پلڑا وزنی ہو کر جھک جائے گا۔ یعنی ساری کائنات سے قیمتی اور بھاری چیز یہی ہے۔

اس لیے حدیث پاک میں ہے اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔

سابقہ تمام گناہ معاف:

حدیث پاک میں ہے۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں ایک دفعہ بھی خلوص دل کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے طُمِسَتْ مَافِی الصَّحِیْفَۃِ مِنَ السَّیِّئَاتِ تو اسکے نامہ اعمال سے تمام گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور انکی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

شیطان کی آہ و زاری:

اس لیے شیطان آہ و زاری کرتا ہے۔ روتا ہے پیٹتا ہے کہ میں نے تو

اس بندے سے گناہ کروا کروا کر اسے ہلاک کر دیا تھا۔ اور اس نے ایک دفعہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ کر سارے گناہ معاف کرا لیے اور میری محنت ضائع کر دی۔
اَهْلَكْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ وَاَهْلَكُوْنِیْ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْاِ سْتِغْفَارِ۔

شفاعت کا مستحق کون ہے :

ایک دفعہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آپ ؐ سے سوال کیا مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اے اللہ کے رسولؐ! قیامت کے دن سب سے زیادہ آپ ؐ کی شفاعت کا مستحق کون ہوگا؟ آپ ؐ نے جواباً ارشاد فرمایا اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصاً مِنْ قَلْبِهٖ اَوْنَفْسِهٖ۔ کہ میری شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہوگا جس نے خلوص قلب کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ پڑھا ہوگا۔

نجات کا دارومدار:

حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ایک دفعہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کسی گہری سوچ میں مستغرق تھے کہ پاس سے سیدنا عمر بن الخطاب ؓ گزرے۔ انہوں نے سلام دیا تو حضرت عثمانؓ ان کا سلام نہ سن سکے اور جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ کو بڑا غصہ آیا' فوراً خلیفہ بلا فصل سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو شکایت لگائی۔ وہ تشریف لائے بات چیت ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا مجھے نہ تو حضرت عمرؓ کے گزرنے کا علم ہے نہ انکے سلام کا۔ اب حضرت ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ پھر یقیناً آپ کسی گہری سوچ میں ہوں گے؟ آپؓ نے فرمایا ہاں میں ایک سخت فکر میں مبتلا تھا۔ اور وہ بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ تو دنیا سے رخصت ہو گئے اور میں آپ ؐ سے اس چیز کے بارے میں سوال نہ کر سکا جس پر نجات کا دارومدار

ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا گھبراتے کیوں ہو۔ یہ مسئلہ میں نے آپؐ سے پوچھ لیا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا تھا مَنْ قَبِلَ مِنِّی الْکَلِمَۃَ الَّتِیْ عَرَضْتُھَا عَلٰی عَمِّی فَھِیَ لَہٗ نَجَاۃٌ کہ جس نے اس کلمہ کو قبول کر لیا جو میں نے اپنے چچا (ابوطالب) کی موت کے وقت اسکے سامنے پیش کیا تھا اور اس نے انکار کر دیا تھا۔ وہی کلمہ نجات کا دارومدار ہے۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ آپؐ نے چچا کی وفات کے وقت کون سا کلمہ پیش کیا تھا۔ وہ کلمہ یہی تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے یَا عَمِّ قُلْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنِّیْ اُحَاجُّ لَکَ عِنْدَ اللّٰہِ اے چچا! ایک دفعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھ لے قیامت کے دن میں تیرے حق میں اللہ کے سامنے بات کرنے والا تو بن جاؤں گا۔

جنت کی چابی:

حدیث پاک میں ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا مَفَاتِیْحُ الْجَنَّۃِ شَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی چابی ہے۔

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہے اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا۔ کہ میرے سوا الٰہ اور معبود کوئی نہیں۔ جس نے اس بات کا اقرار کر لیا میں اسکو عذاب نہ دوں گا۔

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اعلان فرمائیں گے اَخْرِجُوا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِّنَ الْاِیْمَانِ۔ کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لیا جائے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو۔

کاغذ کا پرزہ بھاری ہو گیا:

حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے حضور ایک انتہائی گنہ گار شخص کو پیش کیا جائے گا۔ جسکی برائیوں کے رجسٹروں کی تعداد ۹۹ ہو گی۔ ایک ایک رجسٹر حد بصر تک لمبا چوڑا ہو گا اور ان تمام رجسٹروں میں اسکی ایک نیکی بھی نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اس سے سوال فرمائیں گے کہ کوئی عذر ہے تو پیش کر۔ اگر میرے لکھنے والے فرشتوں پر یا میرے نظام حفاظت پر کوئی اعتراض ہے تو پیش کر لے۔ وہ ڈرتا ہوا عرض کرے گا کہ اے اللہ! واقعی یہ سب گناہ میں نے کیے ہیں۔ اس لیے میرا کوئی اعتراض نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے' آج کا دن انصاف کا دن ہے' آج کوئی ظلم نہ ہو گا۔ ہمارے پاس تیری ایک نیکی بھی ہے' آج ہم اسکا بھی وزن کریں گے۔ پھر وہ شخص دیکھے گا کہ ایک فرشتہ ایک کاغذ کا پرزہ لیے ہوئے حاضر ہو گا۔ وہ شخص انتہائی ذلت و شرمندگی سے عرض کرے گا اے اللہ مَاهٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ. تولنے کی کیا ضرورت ہے! بات تو واضح ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا کاغذ کا پرزہ ان ۹۹ رجسٹروں کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے' نہیں آج پورا پورا انصاف ہو گا۔

پھر ساری خلقت کے سامنے ترازو کے ایک پلڑے میں برائیوں والے ۹۹ رجسٹر رکھ دیے جائیں گے اور دوسرے پلڑے میں کاغذ کا پرزہ رکھ دیا جائے گا۔ حدیث پاک میں ہے فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ کاغذ کا پرزہ اتنا وزنی ہو گا کہ وہ پلڑا جھک جائے گا۔ اور تمام رجسٹر ہلکے ہو کر وہ پلڑا اٹھ جائے گا۔ اور اس انسان کی کامیابی و کامرانی کا اعلان ہو جائے گا۔

اب یہ شخص دربار الٰہی میں عرض کرے گا کہ مولا! کام تو میرا بن گیا

کامیاب تو میں ہوگیا۔ مجھے یہ تو بتا کہ اس پرزہ میں ہے کیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اس کاغذ کے پرزہ میں تیرا عقیدہ ہے تو نے ایک دفعہ خلوص دل کے ساتھ پڑھ لیا تھا۔ اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پس آج تو اپنے عقیدہ کیوجہ سے کامیاب ہوگیا۔

ایمان کی جان:

آپ جانتے ہیں کہ قیامت والے دن کامیابی کا اصل دارومدار ایمان پر ہوگا۔ اگر ایمان نہ ہوتو اعمال صالحہ کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ وہ اعمال تو ایسے ہیں جیسے راکھ کا ڈھیر۔ جس طرح راکھ کا ڈھیر بے قیمت ہے اس طرح اعمال بغیر ایمان کے بے قیمت ہیں۔

اس لیے یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ اعمال کی روح اور جان ایمان ہے۔ اور آپ کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ ایمان کی ستر (۷۰) سے زائد شاخیں ہیں۔ پھر ان تمام شاخوں کی روح اور جان لا الٰہ الا اللہ ہے۔ آپؐ نے ارشادفرمایا اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ شُعْبَۃً فَاَفْضَلُھَا قَوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ ایمان کی ستر سے زائد شاخیں ہیں اور ان میں سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ کا پڑھنا ہے۔

گرامی قدر سامعین! اس کلمہ کی اتنی اہمیت جاننے کے بعد یقیناً آپ چاہیں گے کہ اسکا معنی بھی معلوم ہو جائے۔

اس کلمہ میں بنیادی طور پر سمجھنے والا ایک ہی لفظ ہے اور وہ ''الٰہ'' اگر الٰہ کا معنیٰ سمجھ آجائے تو یقیناً کلمہ کا معنیٰ سمجھ آجائے گا۔

معنیٰ سمجھ آئے گا تو تب اس پر ایمان لائیں گے۔ معنیٰ سمجھ آئے بغیر تو ایمان نہیں لایا جاسکتا۔

آیئے قرآن مجید کی رو سے لفظ ''الٰہ'' کا معنیٰ سمجھیں۔

الٰہ کا معنیٰ:

سامعین گرامی! آپ جانتے ہیں کہ الٰہ عربی زبان کا لفظ ہے اور ہم عربی زبان نہیں جانتے۔ کلمہ کا معنی ہم تب ہی صحیح طور پر سمجھ سکیں گے جب ہم نے الٰہ کا معنیٰ سمجھ لیا۔

مشرکین مکہ چونکہ خود عربی دان تھے وہ ابتداً ہی اس کا معنی سمجھ گئے۔ انہیں پتہ چل گیا کہ اس ایک جملے کا اقرار کرنے سے ہمیں کیا کچھ کرنا پڑے گا اور کیا کچھ چھوڑنا پڑے گا۔ اسی لیے وہ اس سے بدکتے تھے۔

آیئے قرآن مجید کی رو سے الٰہ کا معنیٰ سمجھیں۔

قرآن کریم نے جہاں بھی مسئلہ الٰہ بیان کیا ہے وہاں عموماً اللہ تعالیٰ کی دو صفات کا ذکر کیا ہے جو معبود اور الٰہ کے لیے بنیادی صفات ہیں

۱) عالم الغیب ہونا (۲) مختار کل ہونا۔

یعنی معبود اور الٰہ وہ ہوتا ہے جو مافوق الاسباب طور پر حالات جاننے والا، پکاریں سننے والا اور ہر چیز پر قبضہ وقدرت رکھنے والا ہو۔ جب ہم یہ دونوں صفات مافوق الاسباب طور پر کسی کے لیے بھی مانیں گے تو گویا ہم نے اسکو الٰہ اور معبود بنا لیا۔ حالانکہ کلمہ طیبہ میں ہم نے اقرار کیا کہ لا الٰہ الا اللہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔

مثال اوّل:

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (سورۃ طٰہٰ) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

اور جو کچھ آسمان وزمین کے درمیان میں ہے اور جو کچھ زمین کی تہہ کے نیچے ہے سب کچھ اسی کا ہے۔ اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔ وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں اسی کے لیے اچھے نام ہیں۔

غور فرمائیں! اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی دو صفات بیان ہوئی ہیں پہلی صفت یہ ہے کہ ہر چیز کا مالک ومختار قبضہ وقدرت رکھنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی مختار کل وہی ہے۔ دوسری صفت یہ کہ کوئی پکار کر بات کرے یا دل میں چھپائے وہ سب کچھ جانتا ہے یعنی عالم الغیب وہی ہے۔

یہ دوصفات بیان کر کے آگے نتیجہ نکالا گیا ہے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کہ جب یہ دوصفات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں تو ثابت ہوا کہ الٰہ اور معبود بھی وہی ہے۔

مثال ثلثی:

وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَیَخْتَارُ مَاکَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَ تَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ وَرَبُّکَ یَعْلَمُ مَاتُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ وَھُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورۃ قصص) اور تمہارا پروردگار جو چاہتا پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے۔ انکو اسکا اختیار نہیں۔ یہ جو شرک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک وبالاتر ہے۔ اور تیرا رب جانتا ہے جو کچھ چھپ رہا ہے ان کے سینوں میں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور وہی اللہ ہے کوئی الٰہ نہیں اسکے سوا۔

غور فرمایئے! یہاں بھی مسئلہ الوہیت کے اثبات کے لیے بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ کی دو صفات کا بیان ہے۔ یعنی پیدا کرنے اور پسند کرنے کا اختیار اسی کے پاس ہے۔ تمہارے معبودوں کے پاس کچھ اختیار نہیں ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار وتصرف کا بیان ہے یعنی مختار کل اور متصرف فی

الامور وہی ہے۔ آگے دوسری صفت کا بیان ہے کہ سینوں میں چھپی اور ظاہر باتیں وہی جانتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا بیان ہے۔ یعنی عالم الغیب والشھادۃ وہی ہے۔

آگے نتیجہ کا بیان ہے وَهُوَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ یعنی جب مختار کل وہی ہے، عالم الغیب وہی ہے تو ثابت ہوا کہ الٰہ اور معبود بھی وہی ہے۔

مثال ثالث:

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (نمل)

کیوں نہیں سجدہ کرتے وہ اللہ تعالیٰ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہو تم اور ظاہر کرتے ہو تم۔ وہ اللہ تعالیٰ ہے کوئی الٰہ نہیں سوائے اسکے۔ وہی عرش عظیم کا رب ہے۔

(یہ ہدہد پرندے کا درد بھرا بیان ہے)

غور فرمائیں! یہاں بھی جب اس نے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو ثابت کرنا چاہا تو اسکی دو صفات کا ذکر کیا۔ پہلی صفت یہ کہ وہ آسمان و زمین کی چھپی چیز نکالتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت و اختیار کو بیان کیا کہ مختار کل وہی ہے۔ آگے دوسری صفت کا بیان کیا۔ کہ وہ ہر چھپی اور ظاہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم کا بیان ہے کہ عالم الغیب والشھادۃ وہی ہے۔

آگے نتیجہ نکالا اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ کہ جب یہ دونوں صفات اسی ذات عالی کے لیے خاص ہیں تو ثابت ہوا کہ الٰہ اور معبود بھی وہی ہے۔

گرامی قدر سامعین! آپ یقیناً سمجھ چکے ہیں کہ مشرکین مکہ کا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کیا نزاع اور جھگڑا تھا۔ جھگڑا مسئلہ الٰہ کا تھا اور الٰہ کی دو

بنیادی صفات کا تھا۔ آج بھی اگر ہم یہ دو صفات اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی ہستی کے لیے مافوق الاسباب طور پر مانیں گے تو گویا ہم نے اس ہستی کو الٰہ اور معبود بنا لیا اور کلمہ طیبہ کا انکار ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کلمہ طیبہ کا معنیٰ سمجھنے اور اس پر استقامت کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ہماری کتاب

شرک کیا ہے؟ اور بدعت کیا ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتان وہم و گماں لا الٰہ الا اللہ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الٰہ الا اللہ

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الٰہ الا اللہ

☆ ☆ ☆

١٠:- مسئلہ علمِ غیب و مختارِ کل

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْاَتْقِيَاءِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ الخ (سورۃ الانعام)

قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَامَسَّنِيَ السُّوْءُ (سورۃ الاعراف)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

حضرات گرامی! مسئلہ توحید اور مسئلہ الٰہ کے سلسلہ میں دو بنیادی عقائد کی اہمیت آپ جانتے ہیں۔ یہی دو مسئلے پوری توحید کی جان ہیں۔

١) اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے۔ (٢) اللہ تعالیٰ ہی مختار کل ہے۔

چونکہ سارے دین کی اساس اور بنیاد مسئلہ الٰہ ہے اور مسئلہ الٰہ کی بنیاد یہ دو مسئلے ہیں۔ اس لیے قرآن مجید کے اندر ان مسائل پر بڑا زور دیا گیا ہے۔

سمجھانے کے مختلف انداز:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر مختلف انداز اپنا کر مختلف پیرایوں میں یہ دو مسائل سمجھائے ہیں۔ کبھی مثبت انداز اپنایا ہے تو کبھی منفی انداز۔

مثلاً مسئلہ علم غیب سمجھانے کے لیے مثبت انداز اس طرح اپنایا ہے وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ ہود) یعنی اللہ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔

منفی انداز کچھ یوں ہے قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ (سورۃ نمل) آپ فرما دیں کہ آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا غیب جاننے والا کوئی نہیں۔

مسئلہ مختار کل سمجھانے کیلئے مثبت انداز اس طرح اپنایا ہے لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ المائدہ) کہ زمین وآسمان کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے۔
منفی انداز کچھ یوں ہے لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ (سورۃ سباء) کہ تمہارے معبود زمین وآسمان میں ایک ذرہ کے مالک بھی نہیں ہیں۔

آج کا عجیب عنوان:

اگر اللہ تعالیٰ مخلوقات کے ہر ہر فرد سے الگ الگ ان صفات کی نفی کرتے تو کام بہت لمبا ہو جاتا۔ کتنے انبیاء ہیں جنکو لوگوں نے الٰہ اور معبود بنایا۔ کتنے فرشتے ہیں جنکی عبادت کی گئی۔ کتنے جنات وشیاطین ہیں جنہیں مشکلات میں پکارا گیا۔ کتنے اولیاء وصلحاء ہیں جنہیں خدا کا اوتار سمجھا گیا۔ شمس وقمر، شجر وحجر ماء ومدر کس کس کی نفی ممکن تھی؟

اللہ تعالیٰ نے یہ مسئلہ سمجھانے کے لیے اپنی مخلوقات کے سب سے اعلیٰ فرد کو چنا۔ اتنا اعلیٰ فرد کہ خدا تعالیٰ کے بعد جس کا مقام ومرتبہ ساری مخلوقات سے زیادہ ہے۔ وہ فرد ساری مخلوقات سے زیادہ خدا کو محبوب ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے ہر طرح سے کامل ومکمل اور افضل واعلیٰ پیدا کیا۔

اسی کی شان میں کہا گیا ہے۔ ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''

اور وہ ذات ہے امام الانبیاء سید الکونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ان سے اللہ تعالیٰ نے اعلان کروایا اور وہ اعلان قرآن مجید کے اندر ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ کہ آپ فرما دیں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے نہیں ہیں۔ سب خزانوں اور قدرتوں کا مالک وہی ہے۔ یعنی میں مختار کل نہیں ہوں۔ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ اور یہ بھی اعلان فرما دیں کہ میں غیب کا علم نہیں رکھتا' میں عالم الغیب نہیں ہوں۔ سمجھانا یہ مقصود ہے کہ جب اتنی اونچی شان ہونے کے باوجود میں بھی عالم الغیب اور مختار کل نہیں ہوں تو اور کون ہوسکتا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو یہ صفات دیتا تو یقیناً مجھے ہی دیتا۔ لیکن میں بھی اعلان کر رہا ہوں کہ مجھے بھی اس نے یہ صفات عطاء نہیں فرمائیں۔

پھر مزید وضاحت کے لیے اعلان کروایا قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا کہ لوگو! میں تو اپنے نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اگر میں مختار کل ہوتا نفع اور نقصان کا اختیار رکھتا تو کم از کم سب سے پہلے اپنے آپ کو نقصان سے بچاتا۔ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ہوتا تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ چاہے یعنی میں مختار کل نہیں ہوں۔

آگے فرمایا وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَا سْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِىَ السُّوْٓءُ اگر میں غیب جانتا تو اپنے لیے سب منافع جمع کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ لیکن تم دیکھتے ہو مجھے تکلیف بھی آتی ہے۔ بعض اوقات نقصان بھی پہنچتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نہ میں عالم الغیب ہوں اور نہ مختار کل۔ جب مجھے یہ صفات نہیں دی گئیں تو اور کون ہوسکتا ہے؟

گرامی قدر سامعین! یقیناً آپ قرآن مجید کا یہ انداز سمجھ چکے ہوں گے اس انداز میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمتِ شان اور علوِ مرتبت بھی ثابت ہو رہی ہے اور آپ سے ان دو خدائی صفات کی نفی بھی ہو رہی ہے۔

احادیث کی رو سے:

قرآن مجید کی آیات کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ازروئے احادیث شریفہ بھی یہ مسئلہ سمجھا دیا جائے۔ اگر ایک مسلمان کے دل میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان دوصفات کی نفی کا یقین بیٹھ گیا تو پھر وہ یقیناً کسی اور کو ان صفات کا حامل نہ سمجھے گا اور شرک سے بچ جائے گا۔

نفی علم غیب:

۱) ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ آپ سے کچھ سوالات پوچھے آپ نے ان کے کامل اور مکمل جواب دے دیے۔ پھر قیامت کے متعلق پوچھا کہ مَتَی السَّاعَۃُ؟ قیامت کب ہوگی؟ آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا مَاالْمَسْئُولُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ کہ اس بارے میں مسئول عنہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ یعنی جس طرح پوچھنے والا نہیں جانتا اسی طرح جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ بھی نہیں جانتا۔ اگر آپ قیامت کا معین وقت جانتے ہوتے تو یقیناً یہ جواب نہ دیتے۔ ثابت ہوا کہ ذرے ذرے کا علم رکھنا آپ کی بھی شان نہیں ہے۔

۲) ایک دفعہ آپؐ جوتے پہن کر نماز پڑھا رہے تھے۔ آپؐ کے جوتے کے ساتھ نجاست لگی ہوئی تھی مگر آپ کو اسکا علم نہ تھا۔ دوران نماز بحکم الٰہی حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر آپ کو اطلاع دی تو آپ نے وہ جوتے اتار دیے۔ ثابت ہوا کہ آپ بھی علم غیب کلی نہیں رکھتے۔

۳) ایک دفعہ سفر میں حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہو گیا۔ آپؐ ہار کی تلاش کے لیے رک گئے۔ صحابہ کرامؓ کو اسکی تلاش کے لیے بھیجا مگر ہار نہ ملا۔ بالآخر مایوس ہو کر

آپؐ نے روانگی کا ارادہ فرمایا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ہم نے وہ اونٹ اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہار اسکے نیچے پڑا ہوا تھا۔ یہاں سے بھی معلوم ہوا کہ جَمِیْعُ مَاکَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا علم رکھنا آپؐ کی صفت نہیں ہے۔

۴) اسی طرح ایک سفر میں حضرت عائشہؓ کا پھر یہ ہار گم ہو گیا۔ آپ اسکی تلاش میں پھرتی رہیں۔ صحابہ کرامؓ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انکی غیر موجودگی کا علم نہ ہوا۔ اور قافلہ روانہ ہو گیا۔ اسی وجہ سے منافقین نے حضرت عائشہؓ پر تہمت بھی لگائی۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سخت پریشان ہوئے۔

اگر آپؐ جانتے ہوتے کہ حضرت عائشہؓ پیچھے رہ گئی ہیں تو یقیناً انہیں چھوڑ کر سفر نہ کرتے۔ ثابت ہوا کہ آپؐ بھی ذرہ ذرہ کا علم نہیں رکھتے۔

۵) ایک دفعہ ایک قبیلہ کے کچھ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے کچھ مبلغ اور قاری قرآن طلب کیے تاکہ ہمارے علاقے میں آکر لوگوں کو دین سکھائیں۔ آپؐ نے انکے ساتھ ستر (۷۰) صحابہ روانہ فرما دیے۔ ان لوگوں نے آگے جا کر ان سب صحابہ کرامؓ کو دھوکے سے شہید کر دیا۔ صحابہ کرامؓ انتہائی بے بسی کے عالم میں تھے اور خدا تعالیٰ سے دعاء مانگ رہے تھے اَللّٰھُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا بِنَبِیِّکَ کہ اے اللہ! ہمارے حالات کی خبر اپنے نبی کو پہنچا دے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس جانکاہ واقعہ کی خبر دی تو آپ کو انتہائی دکھ ہوا اور کافی عرصہ تک ان کے لیے بددعاء فرماتے رہے۔

اگر آپؐ سب کچھ جانتے ہوتے تو یقیناً ان دھوکہ بازوں کے ساتھ صحابہ کرامؓ کو روانہ نہ فرماتے۔

۶) ایک دفعہ منافقینِ مدینہ نے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے

لیے مسجد کے نام پر ایک کمین گاہ تعمیر کی۔ آپؐ سے آ کر عرض کیا کہ ہم نے ضرورت کے تحت مسجد بنائی ہے آپؐ اس کا افتتاح فرما دیں۔ آپؐ نے وعدہ فرما لیا کہ غزوہ تبوک سے واپسی پر میں انشاء اللہ وہاں آ کر جماعت کراؤں گا۔

جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو منافقین نے یاد دہانی کرائی۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپکو وہاں جانے سے منع فرما دیا۔ اور اس کی ساری حقیقت حال واضح فرما دی۔ بعد میں آپ نے اس عمارت کو منہدم کروا دیا۔

اگر آپ سب کچھ جانتے ہوتے تو یقیناً منافقین کے ساتھ وعدہ نہ فرماتے۔

۷) ایک دفعہ مشرکین مکہ نے یہود مدینہ کے مشورہ سے آپ سے چند سوالات پوچھے۔ آپ نے اس امید پر کہ کل تک وحی آ جائے گی اور میں جواب دے دونگا وعدہ فرما لیا کہ میں تمہیں کل بتاؤں گا اور آپ نے انشاء اللہ نہ کہا۔ مگر دوسرے دن وحی نہ آئی۔ مشرکین مکہ نے پروپگنڈہ کیا۔ آپؐ نے پھر وعدہ فرما لیا کہ کل آنا، میں بتادونگا۔ مگر تیسرے دن بھی وحی نہ آئی۔ اسطرح پندرہ دن تک وہ مشرکین سوال پوچھنے کے لیے آتے رہے اور آپ انکو کل پر ٹالتے رہے۔ پروپگنڈہ بھی انہوں نے بے حد کیا۔ آخر پندرہ دن کے بعد وحی کا نزول ہوا اور ان سوالوں کے جوابات اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما دیئے۔

اگر آپ غیب جانتے ہوتے تو پہلے دن ہی سوالوں کے جواب دے دیتے یا پھر ان شاء اللہ کہنا نہ بھولتے۔ ثابت ہوا کہ سب کچھ جاننا آپؐ کی صفت بھی نہیں ہے۔

۸) ایک غزوہ سے واپسی پر منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی نے مسلمانوں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کچھ نازیبا کلمات کہے۔ یہ باتیں ایک نو

عمر صحابی حضرت زید بن ارقمؓ نے سن لیں۔ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مطلع کر دیا۔ آپؐ نے جب عبداللہ ابن ابی کو بلایا تو وہ صاف مکر گیا۔ اور قسمیں اٹھا اٹھا کر اپنے سچا ہونے کی یقین دہانی کراتا رہا۔ حتیٰ کہ آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ سچا ہے۔

چنانچہ آپؐ نے عبداللہ بن اُبی کو سچا تسلیم کر لیا اور حضرت زید بن ارقمؓ کو جھوٹا قرار دیا۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر بذریعہ وحی حقیقت حال کھولی اور سورہ منافقون نازل فرمائی۔ تب آپ کو پتہ چلا کہ زید بن ارقمؓ سچا تھا اور عبداللہ بن ابی جھوٹا تھا۔

اگر آپ سب کچھ جانتے ہوتے تو پھر یقیناً ایک سچے کو جھوٹا اور ایک جھوٹے کو سچا نہ سمجھتے۔

۹) ایک دفعہ آپؐ کی بیبیوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ چونکہ حضرت زینبؓ کے ہاں شہد نوش فرمانے کے لیے کچھ زیادہ دیر بیٹھ جاتے ہیں اور ہمیں وقت کم ملتا ہے اس لیے آپ کو کسی طرح شہد نوش فرمانے سے متنفر کر دیا جائے۔ پھر حسب مشورہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد پر ان بیبیوں نے آپؐ سے کہہ دیا کہ آپ کے دہن مبارک سے کچھ بُو سی آ رہی ہے۔ شاید شہد میں مغافیر تھا جس کی یہ بُو ہے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چونکہ بدبو سے انتہائی نفرت تھی اس لیے آپؐ نے فوراً شہد نہ پینے کی قسم کھالی کہ میں آئندہ شہد کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔

بعد میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر وحی نازل فرما کر تنبیہ فرمائی کہ آپؐ نے ایک حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں قرار دیا؟ آپ اپنی قسم توڑیں اور اسکا کفارہ ادا کریں۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا۔

اگر آپ ذرہ ذرہ کا علم رکھتے ہوتے تو یہ واقعہ یقیناً پیش نہ آتا۔

۱۰) ایک دفعہ آپؐ نے جماعت کرائی اور چار رکعات کی بجائے دو رکعت پر

سلام پھیر دیا۔ سب صحابہ کرامؓ ادباً خاموش تھے کہ ایک صحابی نے آپؐ سے سوال کیا کہ آیا نماز کم ہوگئی ہے یا آپؐ نے بھول کر کم پڑھائی ہے؟ آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی۔ نہ میں بھولا ہوں اور نہ ہی نماز کم ہوئی ہے۔ یعنی آپ کو یقین تھا کہ میں نے مکمل نماز پڑھائی ہے۔ پھر جب اس صحابیؓ نے اصرار کیا اور دیگر صحابہؓ نے بھی اسکی تصدیق کر دی تو آپؐ نے نماز کی تکمیل فرمائی۔

اگر آپ سب کچھ جانتے ہوتے تو دو رکعت پر سلام نہ پھیرتے اور پھر یہ بھی نہ فرماتے کہ میں نہ بھولا ہوں نہ نماز کم ہوئی ہے۔

نفی مختار کل:

۱) گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کی دور میں کس حد تک کفار مکہ کا ظلم و جور سہنا پڑا۔ گالیاں دی گئیں۔ گلے میں رسی ڈالی گئی۔ سر پر خاک ڈالی گئی۔ بدبودار اوجھڑی سے وجود مقدس کی بے حرمتی کی گئی۔ اگر آپ سب کچھ کر سکتے ہوتے۔ ذرے ذرے کا اختیار رکھتے ہوتے تو یقیناً ان مظالم کا نشانہ نہ بنتے۔

۲) طائف کے سفر میں آپؐ پر مظالم کی انتہاء کر دی گئی۔ آپؐ لہولہان ہو گئے۔ پھر درد بھری دعاء مانگی اور بڑی مشکل سے جان بچائی۔ اگر آپ کو ذرے ذرے کا اختیار ہوتا تو ان حالات سے دوچار نہ ہوتے۔

۳) ہجرت کی رات آپؐ نے کس طرح جان بچائی۔ چھپ کر نکلے پھر غار میں چھپے رہے۔ اگر سب کچھ کرنے کا اختیار رکھتے تو یقیناً ہجرت پر مجبور نہ ہوتے۔

۴) بدر کی رات آپؐ نے رو رو کر اللہ سے دعا مانگی۔ اسکی مدد طلب کی۔ اگر سب کچھ کرنے کا اختیار آپ کو دے دیا گیا ہوتا تو پھر آپ کو اتنی زاری سے دعا

مانگنے کی کیا ضرورت تھی؟

۵) غزوہ اُحد میں آپؐ شدید زخمی ہوئے۔ آپؐ کا ماتھا زخمی ہوا' رخسار مبارک زخمی ہوئے' ہونٹ کٹ گیا' دانت شہید ہوئے اور غش کھا کر ایک گڑھے میں گر گئے۔ اگر آپؐ مختار کل ہوتے تو یقیناً ان مصائب سے دوچار نہ ہوتے۔

۶) غزوہ خندق کے موقعہ پر آپؐ بذات خود خندق کھودتے رہے۔ کھانے پینے کے لیے کچھ نہ تھا پیٹ پر پتھر باندھ لیے۔ انتہائی تنگی اور مفلسی کا عالم تھا۔ اگر آپ مختار کل ہوتے اور ذرے ذرے کا اختیار رکھتے تو ان تکالیف میں مبتلا نہ ہوتے۔

۷) ایک دفعہ آپ صحابہ کرامؓ کے ہمراہ عمرہ کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کے لیے عازم سفر ہوئے تو کفار مکہ نے آپ کو راستہ میں ہی روک دیا۔ آپ کئی دن تک احرام کی حالت میں وہاں رُکے رہے۔ بالآخر آپ کو احرام کھولنا پڑا اور عمرہ کیے بغیر واپس آنا پڑا۔ اگر آپؐ سب کچھ کرنے کا اختیار رکھتے تو اس طرح کے حالات سے دوچار نہ ہوتے۔

۸) غزوہ تبوک کے موقع پر آپؐ نے جنگی اخراجات کے لیے صحابہ کرامؓ سے چندہ طلب کیا۔ بار بار اپیل فرمائی۔ پھر بھی ضروریات پوری نہ ہوئیں۔ بعض صحابہ کرامؓ جو جنگ میں جانا چاہتے تھے مگر انکے لیے سواری کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے آپؐ نے انہیں واپس کر دیا۔ اور وہ صحابہؓ اپنی کم مائیگی پر آنسو بہاتے ہوئے واپس تشریف لے گئے۔ اگر آپؐ کے پاس ذرہ ذرہ کا اختیار ہوتا تو آپ چندہ نہ مانگتے۔ اور ان صحابہؓ کو واپس نہ بھیجتے۔

۹) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آخری عمر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے ایک بیٹا عطاء فرمایا۔ آپؐ نے اسکا نام ابراہیم رکھا۔ آپؐ اس کیساتھ

انتہائی پیار کرتے تھے۔ اُسے دیکھ دیکھ کر جیتے تھے۔ مگر خدا کی قدرت کہ آپ کا وہ بیٹا بیمار ہو گیا' اتنا سخت بیمار ہوا کہ بچنے کی امید نہ رہی۔ آپ نے اسے اپنی گود میں لے لیا اور آپؐ کے آنسو ٹپکنے لگے۔ اس کی زندگی کی شدید تمنا رکھنے کے باوجود آپؐ کا وہ بیٹا آپ کی گود میں وفات پا گیا۔ اگر آپ کے پاس سارے اختیارات ہوتے تو اپنے بیٹے کو نہ مرنے دیتے۔ آنسو نہ بہاتے۔ افسوس نہ کرتے۔

۱۰) اسی طرح آپؐ خود بیمار ہوئے۔ شدید بخار میں مبتلا ہوئے اور اتنا ضعف اور کمزوری آ گئی کہ مسجد میں نماز پڑھانے کے لیے نہ جا سکے۔ بالآخر اسی بیماری میں آپؐ پر عالم نزع طاری ہوا۔ اور آپؐ وفات پا گئے۔ اگر آپ کے پاس سارے اختیارات ہوتے تو آپؐ بیمار نہ ہوتے' کمزوری نہ آتی اور آپؐ پر وفات نہ آتی۔

گرامی قدر سامعین! میں نے نفی علم غیب پر دس دلائل پیش کیے ہیں اور اسی طرح نفی مختار کل کے لیے بھی دس دلائل آپکے سامنے پیش کیے۔ امید ہے کہ آپ کو مسئلہ سمجھ آ گیا ہو گا کہ سب کچھ جاننے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے یہ صفت اپنے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطاء نہیں فرمائی۔ اسی طرح آپ یہ بھی جان چکے ہیں کہ سب کچھ کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے یہ صفت اپنے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطاء نہیں فرمائی۔ اور جب آپ کو یہ صفات عطاء نہیں کی گئیں تو یقیناً اور بھی کوئی ان صفات کا حامل نہیں ہو سکتا۔

اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے دیکھیے ہماری کتاب
''شرک کیا ہے اور بدعت کیا ہے''

۱۱:- مسئلہ رُبوبیّت

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہِ الْأَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ الخ (سورۃ حم السجدہ)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

قرآن مجید کے اندر جا بجا مسئلہ ربوبیّت بیان کیا گیا ہے۔ ربوبیّت کا معنی ہے اِنْشَاءُ الشَّیْئِ حَالاً فَحَالاً اِلٰی حَدِّ التَّمَامِ یعنی کسی چیز کو ہر طرح کی ضروریات مہیا کر کے اسے درجہ کمال تک پہنچانا۔ اس لیے رب کا معنیٰ کیا جاتا ہے پروردگار، پالنہار، حاجت روا، مشکل کشا، ضروریات پوری کرنے والا۔

ظاہر ہے ربوبیّت یا پرورش کرنے میں تین بنیادی چیزیں ہوتی ہیں۔ (۱) ضروریات بہم پہنچانا۔ (۲) نقصان سے بچانا۔ (۳) محبت و شفقت۔ ان تینوں چیزوں کے باہم ملنے سے ربوبیّت کا عمل پورا ہوتا ہے۔

ربوبیّت کی ادنیٰ جھلک:

اسباب کے درجے میں ربوبیّت کی ایک ادنیٰ جھلک بچے کی پرورش میں نظر آتی ہے کہ کس طرح وہ کمزور اور ناتواں ہوتا ہے اور کس طرح والدین اسکی جملہ ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ اسکو نقصان دہ چیزوں سے بچاتے ہیں۔ اور انکے دل کے اندر اس بچے کے لیے کتنی شفقت اور محبت ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن

مجید نے والدین کی اس پرورش کو ربوبیت کا نام دیا ہے۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا اے میرے رب اصل اور حقیقی رب اور پالنہار تو تو ہی ہے لیکن اسباب کے درجے میں میرے والدین بھی میرے پالنے والے ہیں اس لیے تو ان پر رحمت فرما۔

مسئلہ ربوبیّت کی اہمیت:

مسئلہ الوہیت کی طرح مسئلہ ربوبیّت بھی انتہائی اہم مسئلہ ہے۔ بلکہ میرے خیال میں مسئلہ الوہیت کی اساس مسئلہ ربوبیّت ہے۔ جب ایک آدمی اللہ تعالیٰ کو اپنی جملہ ضروریات پوری کرنے والا مان لے گا۔ ہر قسم کے نقصان و خطرات سے بچانے والا اللہ تعالیٰ ہی کو جان لے گا۔ تو لازمی بات ہے جب اسے ضرورت پڑے گی تو اللہ تعالیٰ سے ہی مانگے گا۔ اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے گا۔ اسی کے دروازے پر دستک دے گا لازمی بات ہے جب کھائے گا اس کا تو گائے گا بھی اسی کا۔ یعنی کھا کر شکریہ بھی اسی کا ادا کرے گا۔ یہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ درحقیقت شکریہ ہی تو ہیں کہ آدمی بندگی اور عبادت کی صورت میں اس ذات عالی کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ تو یہ بات طے ہوگئی کہ جس شخص نے مسئلہ ربوبیّت مان لیا اس نے یقیناً مسئلہ الوہیت بھی مان لیا۔

مسئلہ ربوبیّت کی حیثیت اساس، بنیاد اور بیج کی سی ہے۔ قرآن مجید کے اندر متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے مسئلہ ربوبیّت کو اساس بنا کر الوہیت کا مسئلہ سمجھایا۔ آیئے چند مثالیں سمجھئے۔

مثال اول:

سورۃ یونس کے اندر ارشاد فرمایا: إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَامِنْ شَفِیْعٍ اِلَّامِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ (سورۃ یونس) بے شک تمہارا رب وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا۔ پھر عرش پر استواء فرمایا وہی سب کاموں کی تدبیر کرنیوالا ہے۔

غور فرمائیں! یہ آسمانوں اور اسکا سارا نظام بنانا' زمین اور اسکے اندر ہماری جملہ ضروریات کا سامان رکھ دینا یہ سب ربوبیّت ہی تو ہے۔ زمین و آسمان کی سب چیزیں ہماری ضرورت کے لیے پیدا فرمائیں۔ سوچئے آسمان میں کیا کچھ رکھ دیا۔ زمین میں کیا کچھ ہے؟ اور سب کا سب کس لیے؟ حضرت انسان کے لیے۔ پھر اس نے زمین و آسمان کو تخلیق کر کے یونہی نہیں چھوڑ دیا۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ اسکو چلانے والا' کنٹرول کرنے اور سنبھالنے والا وہی ہے۔ ذرے ذرے کی تدبیر کرنے والا وہی ہے۔ یہ سب ربوبیّت کا بیان ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ کہ یہی اللہ تمہارا رب ہے تمہاری سب ضروریات پوری کرنے والا ہے۔ آگے فرمایا فَاعْبُدُوْهُ پس تم اسی کی عبادت کرو۔ جب دینے والا وہی ہے تو بوقت ضرورت سوال بھی اسی سے کرو۔

یاد رکھیے (ربوبیّت نام ہے اللہ تعالیٰ کی بندے کے ساتھ ڈیلنگ کا اور عبودیت نام ہے بندے کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ڈیلنگ کا)۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسئلہ ربوبیّت کو بنیاد بنا کر بڑے خوبصورت انداز میں مسئلہ الوہیت سمجھایا ہے۔

مثال ثانی:

سورۃ فاطر کے اندر غور فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف نظام بیان فرمائے کہ اے انسان میں نے یہ سب کچھ تیرے لیے پیدا کیا وَاللّٰهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ

فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنَاهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا الخ اس میں ہواؤں کا نظام، بادلوں کا نظام، کھیتی اور زراعت کا نظام بیان فرمایا۔

آگے فرمایا وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا الخ یہاں تخلیق انسان کا ابتدائی نظام بیان فرمایا کہ انسان کو اولاً مٹی سے بنایا گیا پھر ثانوی نظام بیان فرمایا کہ نطفہ سے اسکی تخلیق ہوئی۔ پھر اسکے جوڑے بنا دیے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا بیان ہے۔

آگے فرمایا وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَ مِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَ تَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهِ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. یہاں میٹھے اور کڑوے سمندر کا نظام، مچھلیوں کا نظام، سمندر میں پائے جانے زیورات اور کشتیوں اور جہازوں کے چلنے کا بیان فرمایا۔

غور فرمائیں! یہ سب ربوبیت کا بیان ہے کہ اے انسان! میں نے یہ سب کچھ تیرے لیے پیدا کیا۔

آگے فرمایا يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور اس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا رکھا ہے یہ سب اجرام ایک مقررہ میعاد تک کے لیے چل رہے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے رات دن کا نظام، انکے گھٹنے بڑھنے کا ذکر فرمایا۔ اسی طرح سورج کا نظام اور چاند کا نظام بیان فرمایا۔ یہ سب اسکی ربوبیت ہے کہ اس نے ہمارے فائدے اور ضرورت کے لیے یہ سب کچھ پیدا فرمایا۔

آگے فرمایا ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ کہ یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب

ہے ساری بادشاہی اسی کی ہے۔

ربوبیّت کا مسئلہ سمجھانے کے بعد اسی کو بنیاد بنا کر آگے الوہیت کا مسئلہ سمجھایا وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن جن ہستیوں کو تم پکارتے ہو وہ تو تمہارے لیے ایک کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ یہاں غیر اللہ سے دعاء وسورو پکار کی نفی کر کے اپنی الوہیت اور اپنی سورو پکار کا مسئلہ سمجھایا۔

مثال ثالث:

سورۃ مؤمن کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے یہی انداز اپنایا ہے۔ ارشاد فرمایا اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ. کہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے آرام وسکون کے لیے رات بنائی اور تمہارے دیکھنے اور کام کاج کے لیے دن بنایا۔ وہ تو بڑے فضل وکرم والا ہے لیکن لوگ اسکا شکریہ ادا نہیں کرتے۔ یہ سب اسکی ربوبیّت کا بیان ہے۔

آگے فرمایا ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ کہ یہی اللہ تمہارا رب ہے ہر چیز کو پیدا کرنے والا وہی ہے۔

آگے اسی چیز کو بنیاد بنا کر فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ کہ جب رب وہی ہے تو لازمی بات ہے الٰہ اور معبود بھی وہی ہے تم کدھر بھٹک رہے ہو۔

اسی طرح پھر آگے فرمایا اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ. کہ اسی نے تمہارے لیے زمین کو تمہاری رہائش گاہ بنا دیا' آسمان کو چھت بنا دیا۔ اور تمہیں بہترین صورت اور شکل عطاء فرمائی اور پاکیزہ چیزوں کا رزق عطاء فرمایا۔ یہ

سب اس کی ربوبیّت کا بیان ہے۔ آگے فرمایا ذَالِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ کہ یہی اللہ تمہارا رب ہے صرف تمہارا رب نہیں ہے بلکہ وہ بابرکت ذات ہے اوو تمام جہانوں کا رب ہے۔

مسئلہ ربوبیّت سمجھانے کے بعد آگے اسی کو بنیاد بنا کر فرمایا هُوَ الْحَیُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ وہی زندہ رہنے والا ہے اسکے سوا کوئی الہٰ نہیں ہے۔ لہٰذا تم مشکلات میں صرف اور صرف اسی کو پکارو۔

غور فرمائیں کس طرح اللہ تعالیٰ نے مسئلہ ربوبیّت بیان کر کے مسئلہ الوہیت سمجھایا ہے۔

مثال رابع:

اسی طرح سورۃ زمر کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا بیان اس طرح فرمایا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَیُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو حق کے ساتھ پیدا فرمایا وہ رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹنے والا ہے۔ اور اسی نے چاند اور سورج کو کام میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک ایک مقررہ وقت تک چلنے والا ہے۔

پھر آگے انسان کی تخلیق کا ذکر فرمایا خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ کہ اس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لیے آٹھ قسم کے جانور پیدا کیے۔ پھر فرمایا یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ کہ وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں بناتا ہے اور درجہ بدرجہ تمہیں ترقی دیتا ہے اور یہ ساری کاروائی تین اندھیروں کے اندر ہو رہی

ہوتی ہے۔ یہ سب اسکی ربوبیت کا بیان ہے۔ زمین و آسمان، لیل و نہار، شمس و قمر تخلیق انسان نزول انعام وغیرہ۔

آگے اسی کو بنیاد بنا کر فرمایا ذَالِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ کہ یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے۔ ساری بادشاہی اسی کے پاس ہے آگے فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کہ جب رب وہی ہے تو الٰہ بھی وہی ہے اسکے سوا کوئی معبود اور الٰہ نہیں ہے۔

گرامی قدر سامعین! آپ نے غور فرمایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنی خالقیت اور ربوبیّت کا بیان فرما کر اپنی الوہیت اور معبودیت کا مسئلہ سمجھا رہے ہیں۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسئلہ ربوبیّت کی کتنی اہمیت ہے۔

عالم ارواح اور مسئله ربوبیّت:

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انسانوں سے اسکا اقرار کروایا اور عہد لیا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ان سے مسئلہ ربوبیّت کا عہد لیکر انکی فطرت اور خمیر میں مسئلہ الوہیت کا بیج بو دیا۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِ ھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (سورۃ اعراف) سب اولاد آدم کو جمع کر کے ان سے پوچھا اور عہد لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کیا میں تمہارا پروردگار، پالنہار، روزی رساں، حاجت روا اور مشکل کشا نہیں ہوں؟ سب نے بیک زبان ہو کر جواب دیا قَالُوْا بَلٰی۔ کیوں نہیں؟ بے شک تو ہی ہمارا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں شَھِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غَافِلِیْنَ کہ ہم نے یہ وعدہ تم سے اس لیے لیا ہے کہ کہیں کل قیامت کے دن تم یہ بہانہ نہ کرو کہ ہمیں تو اس مسئلہ کی خبر نہ تھی۔ یعنی یہ مسئلہ خوب سمجھ لو ذہن میں بسا لو۔ اسپر یقین بنا لو کہ تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

پھر فرمایا اَشْهِدُ عَلَيْكُمُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرْضِيْنَ السَّبْعَ کہ میں تمہارے اس اقرار پر سات آسمانوں اور سات زمینوں کو گواہ بناتا ہوں۔ وَاَشْهِدُ عَلَيْكُمْ اٰبَاكُمْ اٰدَمَ اور تمہارے ابا حضرت آدمؑ کو بھی اس پر گواہ ٹھہراتا ہوں۔ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ لَكُمْ غَيْرِيْ وَلَا رَبَّكُمْ غَيْرِيْ وَلَا تُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا کہ میرے سوا تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ میرے سوا تمہارا کوئی رب نہیں ہے اور تم میرے ساتھ شرک نہ کرو گے۔

پھر اس کی شان رحمت دیکھیے۔ فرمایا کہ تمہیں دنیا میں بھیجنے کے بعد میں یونہی نہ چھوڑ دوں گا بلکہ اس مسئلہ کی یاد دہانی کے لیے انبیاء اور رُسل بھیجوں گا۔ سَاُرْسِلُ اِلَيْكُمْ رُسُلِيْ يُذَكِّرُوْنَكُمْ عَهْدِيْ وَمِيْثَاقِيْ۔ کہ میں تمہارے پاس اپنے رسول بھیجوں گا۔ جو تمہیں میرے ساتھ کیا ہوا یہ وعدہ اور عہد یاد دلائیں گے۔ وَاُنْزِلُ مَعَهُمْ كُتُبِيْ اور میں ان رسولوں پر کتابیں بھی نازل کروں گا تاکہ اگر رسول دنیا سے رخصت ہو جائے تو تذکیر و نصیحت کے لیے اس کی کتاب باقی رہے۔

انبیاء کرامؑ اور مسئلہ ربوبیّت:

پھر حسب وعدہ اللہ تعالیٰ نے نوع انسان کی راہنمائی کے لیے انبیاء و رسلؑ بھیجے۔ سب انبیاء کرام علیہم السلام نے اس مسئلہ کا اظہار کیا اور یہ مسئلہ یاد دلایا۔

☆ حضرت آدم علیہ السلام کی دعاء کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا ہے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورۃ الاعراف) کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اگر تو معاف نہ کرے گا اور رحمت نہ فرمائے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔ آدم علیہ السلام کی یہ دعاء شروع ہی "رَبَّنَا" سے ہوتی ہے۔ اسی

مسئلہ ربوبیّت کا اقرار ہے۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی جب دعاء مانگی تو یہی لفظ استعمال کیا رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ کہ اے میرے رب میرا بیٹا تو میرے خاندان میں سے تھا یہ دعاء بھی ''رب'' کے لفظ سے شروع ہو کر مسئلہ ربوبیّت کی یادتازہ کر رہی ہے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے ساتھ جو مباحثہ کیا اس کا موضوع ہی مسئلہ ربوبیّت تھا۔ نمرود لوگوں سے اپنی ربوبیّت کا اقرار کراتا تھا آپ نے صرف اور صرف اللہ کی ربوبیّت کا اعلان فرمایا۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَاجَّ اِبْرٰهِیْمَ فِیْ رَبِّهٖ (سورۃ البقرہ) ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اس نے جو جھگڑا کیا اس کا موضوع کیا تھا ''فِیْ رَبِّهٖ'' رب والا مسئلہ تھا۔

☆ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کے اندر جو مسئلہ بیان کیا اس کا موضوع بھی ربوبیّت ہی تھا۔ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورۃ یوسف) کہ اے میرے جیل کے ساتھیو! کیا علیحدہ علیحدہ رب بہتر ہیں یا ایک ہی زبردست اللہ تعالیٰ بہتر ہے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں جا کر جب دعوت دی تو وہاں بھی بنیادی موضوع ربوبیّت ہی تھا فرعون کا اعلان تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسکی تردید فرما کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیّت کا اعلان فرمایا۔ فرعون کا سوال یہی تھا وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ؟ فَمَنْ رَّبُّكُمَا؟ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کا تعارف کرایا رَبُّنَا الَّذِیْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى کہ میرا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو تخلیق کر کے اسکی راہنمائی فرما دی تخلیق کرنا بھی ربوبیّت ہے اور پھر راہنمائی کرنا بھی ربوبیّت ہے۔

بالآخر جادوگروں نے جب ایمان کا اعلان کیا تو اسی مسئلے کو بنیاد بنایا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ رَبِّ مُوْسىٰ وَ هَارُوْنَ کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے ہیں وہ رب جو موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا رب ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بنیادی دعوت میں اسی مسئلے کا اعلان فرمایا إِنَّ اللهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ (سورۃ مریم) کہ بے شک میرا اور تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔

☆ اصحاب کہف نے بادشاہ کے بھرے دربار میں اسی مسئلہ کا اعلان کیا۔ رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلٰهاً (سورۃ الکھف) کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمان وزمین کا رب ہے۔ ہم اسکے سوا کسی کو الٰہ اور معبود سمجھ کر نہ پکاریں گے۔

☆ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت تبلیغ کے واقعات سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ آپ کی مرکزی دعوت یہ تھی اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان لیا پھر اس پر قائم رہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ تم غم اور خوف سے بے نیاز رہو اور تمہیں جنت کی بشارت دی جاتی ہے جس کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ سے اعلان کروایا قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (سورۃ انعام) کہ مشرکو! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا رب بنالوں حالانکہ وہ تو ہر چیز کا رب ہے۔

قرآن مجید میں یہود و نصاریٰ کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَ هُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللهِ (سورۃ توبہ) کہ ان لوگوں نے اپنے مولویوں اور پیروں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب بنا رکھا ہے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اہل کتاب کو دعوت دیں تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ کہ میں تمہیں ایک ہی کلمہ کی طرف بلاتا ہوں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئاً وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللہِ (آل عمران) یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو خدا کے سوا اپنا رب بنائے اس آیت میں بھی مسئلہ ربوبیّت کا خصوصی طور پر بیان ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے بڑے واضح انداز میں بیان فرمایا کہ لوگو! اِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ نَبِیَّکُمْ وَاحِدٌ تمہارا باپ (حضرت آدمؑ) بھی ایک ہی ہے تمہارا رب (اللہ تعالیٰ) بھی ایک ہی ہے اور تمہارا نبی (محمد ﷺ) بھی ایک ہی ہے۔

یعنی جس طرح تم اپنے باپ کے علاوہ دوسرا باپ بنانے اور ماننے کے لیے تیار نہیں ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا رب بھی تسلیم نہ کرو۔ میں تمہارا آخری نبی ہوں میرے بعد نبی کوئی نہیں آئے گا۔

مختلف جہان اور مسئلہ ربوبیّت:

علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ جہان کل پانچ ہیں (۱) عالم ارواح (۲) عالم بطن۔ (۳) عالم دنیا۔ (۴) عالم برزخ۔ (۵) عالم آخرت۔

آپ سن چکے ہیں کہ عالم ارواح کے اندر یہی مسئلہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ پھر اسکے بعد عالم بطن سامنے رکھ کر یہی مسئلہ سمجھایا۔ یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ

اُمَّھَاتِکُمْ الخ پھر عالم دنیا میں انبیاء ورسل بھیج کر یہی مسئلہ بیان فرمایا۔ کہ میرے سوا تمہارا کوئی رب نہیں ہے۔ پھر مرنے کے بعد عالم برزخ میں پہنچنے کے بعد انسان سے سب سے پہلا سوال یہی ہوگا۔ مَنْ رَّبُّکَ؟ بتا تیرا رب کون ہے؟ تو نے دنیا کے اندر کس کو رب بنائے رکھا۔ کس کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتا رہا؟

پھر عالم آخرت میں دو ٹھکانے ہوں گے۔ (۱) جنت۔ (۲) جہنم۔

جنتی لوگ جنت میں پہنچنے کے بعد اسی مسئلہ کا اعلان کریں گے وَ آخِرُ دَعْوٰاھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (سورۃ یونس) ان کے آخری کلمات یہ ہوں گے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

جہنمی جہنم میں پہنچنے کے بعد اسی مسئلے کا اقرار کریں گے مگر اسوقت کا اقرار فائدہ نہ دے گا۔ رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا (احزاب) اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا تھا۔ رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا الخ (سورۃ غافر) اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندگی دی اے ہمارے رب اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ پانچوں جہانوں کے اندر اسی مسئلہ کا بیان ہوا۔

قرآن مجید اور مسئلہ ربوبیّت:

آپ غور فرمائیں آپ ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو اس کے اندر بھی اسی مسئلہ کا اظہار کیا گیا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (سورۃ علق) اس میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیّت کا ذکر اور بیان ہے۔

قرآن مجید کی ابتداء بھی اسی مسئلہ سے ہوئی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہ تمام جہانوں کا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

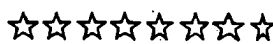
قرآن مجید کی انتہاء بھی اسی مسئلہ پر ہوئی قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کہ فرمادیں کہ میں لوگوں کے رب کی پناہ میں آتا ہوں۔ مَلِکِ النَّاسِ اِلٰہِ النَّاسِ جولوگوں کا بادشاہ بھی ہے اورلوگوں کا معبود اور الٰہ بھی ہے۔

نماز اور مسئلہ ربوبیّت:

نماز کی جملہ ہیئات میں اس مسئلے کا اظہار کیا گیا ہے۔نمازی قیام میں ہے تو کہتا ہے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ رکوع میں جاتا ہے تو کہتا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ۔ قومہ میں ہے تو کہتا ہے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ۔ سجدہ میں جاتا ہے تو کہتا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی۔ التحیات میں بیٹھتا ہے تو دعاء مانگتا ہے رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ الخ ۔

گرامی قدر سامعین! مسئلہ ربوبیت کی اہمیت کا اندازہ آپ کو یقیناً ہوگیا ہوگا۔ کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے گرد سارا دین گھومتا ہے۔ یہ مسئلہ جس نے مان لیا اسکے لیے مسئلہ الوہیت ماننا آسان ہوگیا۔ یہ مسئلہ پوری توحید کی اساس اور بنیاد ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ مسئلہ سمجھنے اور پھر اس پر استقامت کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)



جانور پیدا ہوئے تیری وفا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیاء کے واسطے
کھیتیاں سرسبز ہیں تیری غذا کے واسطے
سب جہاں تیرے لیے اور تو ہے خدا کے واسطے

۱۲:- مُشرک اور شرکاء

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَاِذَا رَأَی الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا شُرَکَاءَ ھُمْ قَالُوْا رَبَّنَا ھٰؤُلَاءِ شُرَکَاءُ نَا الَّذِیْنَ کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِکَ فَاَلْقَوْا اِلَیْھِمُ الْقَوْلَ اِنَّکُمْ لَکَاذِبُوْنَ وَاَلْقَوْا اِلَی اللّٰہِ یَوْمَئِذٍ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْھُمْ مَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ (سورۃ النحل) صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم

مذمت شرک:

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے اور حدود اطاعت سے نکلنے کو گناہ کہا جاتا ہے۔ گناہ بہت سے ہیں چھوٹے بھی ہیں اور بڑے بھی۔ مگر ان سب گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ ہے اَلْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔

☆ یہ گناہ تمام بڑے گناہوں میں سے بڑا گناہ ہے یعنی اَکْبَرُ الْکَبَائِرْ ہے۔

☆ قرآن مجید کے اندر جتنی مذمت شرک کی کی گئی ہے اتنی کسی اور گناہ کی نہیں کی گئی۔

☆ اسی کو ظلم عظیم کے نام سے یاد کیا گیا ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان)

☆ اسی کو بڑی گمراہی کہا گیا ہے وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً بَعِیْدًا. (سورۃ نساء)

☆ اس کو نجاست اور گندگی سے تعبیر کیا گیا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ (توبہ)

☆ اسکا ارتکاب کرنے والے کے سارے اعمال خیر برباد ہو جاتے ہیں
أُولٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ (سورۃ توبہ)

☆ اس کے مرتکب کے سابقہ سب اعمال بھی ضائع ہوجاتے ہیں۔ قرآن مجید کے اندر ایک مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء کرامؑ کا نام لیکر بیان فرمایا کہ وَلَوْ أَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۃ انعام) کہ اگر وہ لوگ بھی شرک کرتے تو انکے اعمال بھی ضائع ہوجاتے۔

☆ ایک مقام پر امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (سورۃ زمر) کہ اگر (بالفرض) آپ نے بھی شرک کیا تو آپؐ کے اعمال بھی برباد ہو جائیں گے اور آپ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہونگے۔

☆ یہی وہ گناہ ہے جس کے مرتکب کے لیے دعاء مغفرت کرنے کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْا أُولِيْ قُرْبٰى (سورۃ توبہ) یعنی پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ شرک کرنے والوں کے لیے بخشش مانگیں اگر چہ وہ انکے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

☆ اسی گناہ کے مرتکب کی بخشش نہ ہونے کا حتمی اور پکا اعلان کر دیا گیا ہے إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ (نساء) کہ خدا تعالیٰ شرک کے گناہ کو ہرگز نہیں بخشے گا اسکے علاوہ جس گناہ کو چاہے معاف کر دے۔

☆ اسی گناہ کے مرتکب پر جنت حرام کر دی گئی ہے إِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ (سورۃ مائدہ) یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک

کیا اللہ تعالیٰ نے اسپر جنت کوحرام کر دیا۔

☆ اسی گناہ کے مرتکب کے اعمال اسطرح ضائع ہو جائیں گے کہ وزن کرنے کی ضرورت نہ رہے گی یعنی جب ہے ہی کچھ نہیں تو وزن کس چیز کا کیا جائے؟ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِآیَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَزْنًا (سورۃ کہف) کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور قیامت کا انکار کر دیا انکے اعمال ضائع ہو گئے اور قیامت کے دن ہم انکے لیے کچھ بھی وزن مقرر نہ کریں گے۔

☆ اسی گناہ کے مرتکب کو حدیث پاک میں شفاعت سے محروم قرار دیا گیا ہے۔ شَفَاعَتِیْ لِاُمَّتِیْ مَنْ لَّا یُشْرِکُ بِاللّٰهِ شَیْئًا یعنی میں اپنی امت میں سے اس شخص کی سفارش کروں گا جس نے شرک نہ کیا ہوگا۔

گرامی قدر سامعین! آپ جان چکے ہیں کہ شرک کتنا خطرناک گناہ ہے! اللہ تعالیٰ نے انداز بدل بدل کر اسکی تردید فرمائی ہے اور اس سے ڈرایا ہے۔ دلائل عقلیہ اور نقلیہ بیان فرمائے۔ قصص و واقعات بیان کیے۔ تخاویف اور بشارتیں بیان فرمائیں، مختلف مثالیں دیں، غرضیکہ ہر طرح ہمیں اس گناہ سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

آج کا انداز:

آج جو انداز بیان کیا جائے گا یہ بھی نرالا اور انتہائی مؤثر انداز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کا حال بیان کر کے مسئلہ سمجھایا ہے کہ جن معبودوں کی تم عبادت کر رہے ہو، صبح و شام ان کو پکار رہے ہو۔ انکے نام کی نذر و نیاز دے رہے ہو قیامت کے دن وہ تمہارے کسی کام نہ آئیں گے۔ بلکہ اللہ کے وہ نیک بندے تمہارے دشمن بن جائیں گے اور تمہاری عبادت کا انکار کر دیں گے۔

ظاہر بات ہے ساری عمر جن کو پکارتا رہا' ہر قسم کی قربانی دیتا رہا انکو اپنا مدد و معاون سمجھتا رہا۔ انکی سفارش کی امید پر جیتا رہا۔ قیامت کے دن جب وہ پہچاننے سے بھی انکار کر دیں بلکہ الٹا دشمن بن جائیں اس سے بڑی ذلت اور کیا ہو سکتی ہے۔ سب قربانیوں اور محنتوں کا انکار کر کے اسے جھوٹا قرار دیں تو اس سے بڑا خسارہ کیا ہو سکتا ہے۔

☆ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُوا مِن دُونِكَ. قیامت کے دن جب مشرک لوگ اپنے شرکاء (انبیاء' اولیاء' صلحاء) کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ اے ہمارے رب یہ ہمارے شریک ہیں جنکو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے۔ اے اللہ ہم نے کسی غیر کو تو نہیں پکارا۔ تیرے دشمنوں کے دروازے پر تو نہیں گئے۔ تیرے پیارے اور مقرب لوگوں کو ہی تیری بارگاہ میں وسیلہ جان کر پکارتے رہے۔ مشرکین کا مقصد یہ ہو گا کہ اب شاید یہ نیک لوگ ہمارے کچھ کام آ سکیں۔ مگر اللہ کے وہ نیک بندے آگے سے جواب دیں گے فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ. وہ انہیں جواب دیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔ کتنا بڑا جھوٹ بول رہے ہو۔ نہ ہم نے تمہیں اسکی تلقین کی اور نہ تم نے ہمیں پکارا۔

گرامی قدر سامعین! اس بات پر ذرا گہرائی سے غور فرمائیں وہ انکی عبادت کا انکار کیوں کریں گے۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں نے ان صلحاء کی عبادت کی۔ انہیں پکارتے رہے۔ انکے نام کی نذر و نیاز دیتے رہے۔ پھر کم از کم انہیں انکی اس کاوش کا انکار تو نہ کرنا چاہیے۔ یہ کہہ دیں تو بجا ہے کہ تم نے ہماری عبادت کر کے غلطی کا ارتکاب کیا۔ مگر یہ کیوں کہتے ہیں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو تم نے ہماری عبادت کی ہی نہیں۔ اگر کی ہے تو کسی اور کی کی ہو گی۔ ہماری

نہیں کی۔

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اللہ تعالیٰ نے یہ نکتہ بیان فرمادیا ہے۔

☆ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ (احقاف) جب لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تو وہ صلحاء ان مشرکین کے دشمن بن جائیں گے اور انکی عبادت کا انکار کردیں گے۔

☆ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ (سورۃ یونس) انکے شرکاء کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے۔

☆ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ (سورۃ فاطر) اور وہ قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کردیں گے۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں اس انکار کی وجہ کیا ہے؟

وجه قرآن بتاتا هے :

اگر ہم قرآن مجید کے اندر غور کریں تو قرآن ہمیں انکے انکار کی وجہ بھی بتاتا ہے۔ اور وہ وجہ یہ ہے کہ ان صلحاء کو انکی عبادت اور سور و پکار کی خبر ہی نہ ہوئی۔ جب ان تک انکی پکار نہ پہنچی اور ان کو ان مشرکین کی نذر و نیاز، سجدے اور طواف کا پتہ نہ چلا تو وہ بھی اپنی جگہ سچے ہیں۔ معلوم یہ ہوا کہ فوت شدہ انبیاء، اولیاء، وصلحاء کو اُن کے اعمال وعبادات کی کوئی خبر نہیں۔

آیئے قران مجید کی چند آیات کا سادہ ترجمہ ملاحظہ فرما کر حقیقت حال تک پہنچیں۔

☆ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ (سورۃ احقاف) اور اس سے بڑا گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا اس کو پکارتا ہے جو قیامت تک اسکو جواب نہ دے سکے اور

وہ ان کی پکار سے بے خبر ہیں۔ یعنی ان نیک ہستیوں کو تمہاری سور و پکار کی خبر ہی نہیں ہے۔

☆ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِن كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ (سورۃ یونس) اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ تو ہم ان میں علیحدگی ڈال دیں گے۔ اور انکے شریک ان سے کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ کافی ہے ہم تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ ان صلحاء کو وفات کے بعد کسی کے حالات وعبادات کی خبر نہیں ہے۔

☆ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (سورۃ رعد) سچی پکار اللہ تعالیٰ کی پکار ہے۔ اور یہ لوگ جن ہستیوں کو اسکے سوا پکارتے ہیں وہ کسی طرح بھی انکی پکار کو قبول نہیں کر سکتے۔ انکی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص اپنے ہاتھوں کو پانی کی طرف پھیلا دے اور اسے پکارے تاکہ وہ اسکے منہ تک آ جائے حالانکہ وہ پانی اس تک کبھی نہیں آ سکتا اور کافروں کی پکار تو رائیگاں ہے۔

اس آیت میں یہ مثال دیکر وضاحت فرما دی گئی ہے کہ جس طرح پانی کسی کی پکار سے بے خبر ہے اسی طرح وہ ہستیاں بھی بے خبر ہیں۔ اور جس طرح پانی کے اندر اس کے منہ تک آنے کی طاقت نہیں ہے اسی طرح انکے اندر اس کی

حاجت پوری کرنے کی طاقت بھی نہیں ہے۔

☆ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَايَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَايَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ (سورۃ فاطر) اور جن لوگوں کو تم اسکے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو کسی چیز کے مالک نہیں اگر تم انکو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں گے۔ اگر سن بھی لیں تو تمہاری حاجت پوری نہ کر سکیں گے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور خدا باخبر کی طرح تمہیں کوئی خبر نہ دے گا۔

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ فوت ہو جانے والے ہماری پکاروں کو نہیں سنتے۔

کیا مُردے سنتے ہیں؟

گرامی قدر سامعین! مُردوں کے سننے کا مسئلہ یہاں سے واضح ہو گیا۔ یہ مسئلہ ہمارے درمیان باعث نزاع بنا ہوا ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مُردے سنتے ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مُردے نہیں سنتے۔ حالانکہ ان دونوں گروہوں نے ابھی مر کر نہیں دیکھا۔ اصل حقیقت تو تب کھلے گی جب مریں گے۔ برزخ کے حالات کو مکمل طور پر جاننا ہمارے بس میں نہیں ہے۔

اسکی ایک بہترین صورت یہ ہے کہ ہم علیم وخبیر، علام الغیوب، بکل شیٔ علیم یعنی اللہ تعالیٰ سے پوچھیں کہ یا اللہ تو تو سب کچھ جانتا ہے تو ہمیں بتا کیا مُردے سنتے ہیں؟ تیرا بتانا بالکل درست بتانا ہے۔

تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ فرما دیا لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَكُمْ کہ وہ تمہاری پکار نہیں سنتے۔ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ اور علیم خبیر (اللہ

تعالیٰ) کی طرح تمہیں اس بارہ میں کوئی سچی اور پکی خبر نہ دے گا۔

گرامی قدر سامعین! دوسری صورت یہ ہے کہ ہمیں کوئی آدمی ایسا مل جائے جس نے مرکر دیکھا ہو۔ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوا ہو ہم اس سے پوچھ لیں کہ تیرے اوپر تو یہ سب حالات بیتے ہیں۔ تو ہمیں بتا کہ کیا تجھے سنائی دیتا تھا؟ تجھے بیرونی حالات کی کچھ خبر تھی؟

ایک مُردہ حقیقت کھولتا ہے:

ہم نے تلاش کیا تو ہمیں ایسا آدمی مل گیا جو مرکر زندہ ہوا۔ اسکے مرنے اور زندہ ہونے کی خبر بھی قرآن نے دی۔ آدمی بھی معمولی نہیں ہے اللہ کا پیغمبر ہے۔ اسکا محبوب نبی ہے۔ اور وہ ہیں حضرت عزیر علیہ السلام جنہیں اللہ تعالیٰ نے سو سال تک موت دی اور پھر زندہ کیا۔ أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ الخ (سورۃ البقرہ) یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر سے گزرا جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اس مردہ بستی کو کیسے زندہ کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسپر موت طاری کر دی اور وہ سو (۱۰۰) برس تک مرا رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا اور اس سے سوال کیا کہ تو یہاں کتنا ٹھہرا؟ وہ کہنے لگا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم ٹھہرا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں بلکہ تو یہاں سو برس تک ٹھہرا ہے۔

غور فرمائیں! اگر حضرت عزیر علیہ السلام کو مرنے کے بعد بیرونی حالات کا ذرہ برابر بھی علم ہوتا تو کیا وہ یہ جواب دیتے کہ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔

حالانکہ آپ جانتے ہیں ان سو سالوں میں بڑے بڑے انقلابات آئے ہوں گے۔ درختوں کو جڑوں سے اکھیڑ دینے والے جھکڑ اور طوفان بھی چلے ہوں گے۔ زور دار بارشیں بھی ہوئی ہونگی۔ کانوں کو پھاڑ دینے والی بادلوں کی کڑک بھی پیدا ہوئی ہو گی۔ آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی بجلی بھی چمکی ہو گی۔ موسموں کے انقلابات بھی رونما ہوئے ہونگے۔ کبھی جسم کو جلا دینے والی گرمی بھی آئی ہوگی اور کبھی خون کو منجمد کر دینے والی سردی بھی آئی ہوگی۔ سورج روزانہ طلوع بھی ہوتا رہا اور غروب بھی۔ رات بھی آتی رہی اور دن بھی' ان سارے انقلابات کی حضرت عزیر علیہ السلام کو ذرہ برابر بھی خبر نہ ہوئی۔ اگر خبر ہوئی ہوتی تو وہ یقیناً یہ نہ کہتے لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ کہ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا ہوں۔

ثابت ہوا کہ مرنے والے کو بیرونی حالات کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔

سونے والے کا حال:

موت تو بڑی سخت چیز ہے۔ بدن سے روح مکمل طور پر نکل جاتی ہے۔ مگر سونے کی حالت میں تو روح اندر ہی ہوتی ہے سانس بھی چلتا ہے اور رگوں میں خون بھی دوڑتا ہے۔ دل بھی دھڑکتا ہے اور اندرونی اعضاء کام بھی کر رہے ہوتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ سونے والے کو بھی بیرونی حالات کا کچھ علم نہیں ہوتا اصحاب کہف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ سات ولی ایک غار میں آرام کرنے کے لیے لیٹے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ تین سو نو سال تک یہ سوئے رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے جگایا اور پوچھا كَمْ لَبِثْتُمْ؟ کتنا ٹھہرے ہو؟ بولے۔ لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ کہ ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے ہیں۔

یہاں سے بھی یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ سونے والے کو بیرونی حالات کا

علم نہیں ہوتا۔ جب سونے والے کو علم نہیں ہوتا تو مُردے کو کس طرح ہوسکتا ہے؟

امام الانبیاءؑ سو رہے ہیں:

حدیث کی کتابوں میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ آپ ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ انتہائی تھکے ہوئے تھے مگر آپ کے حکم سے سفر جاری تھا۔ بالآخر جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو بعض صحابہؓ نے پڑاؤ کرنے اور آرام کرنے کی درخواست کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ رات کافی گزر چکی ہے۔ صبح کی نماز بھی پڑھنی ہے پہلے یہ بتاؤ کہ جگائے گا کون؟ مَنْ يُّوْقِظُنَا؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا أَنَا أُوْقِظُكُمْ کہ میں جگاؤں گا۔ تب آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو سونے کی اجازت دے دی اور خود بھی سو گئے۔

خدا کی قدرت کہ حضرت بلالؓ جنہوں نے جگانے کی ذمہ داری لی تھی ان پر بھی نیند غالب آ گئی اور وہ بھی سو گئے۔ کھلے میدان میں سب سو رہے ہیں پیغمبر علیہ السلام بھی اور صحابہ عظام بھی (واضح رہے کہ سب صحابہ کرامؓ اعلیٰ درجے کے اولیاء اللہ ہیں) اسی طرح وقت گزرتا رہا حتیٰ کہ صبح کاذب ہوئی، پھر صبح صادق ہوئی حتیٰ کہ کافی وقت کے بعد سورج طلوع ہو گیا مگر کسی کو بھی پتہ نہ چلا۔

سورج جب ذرا اونچا ہوا تو اسکی شعاعیں ان سونے والی مقدس ہستیوں پر پڑیں۔ پھر اسکی شعاعوں میں گرمی اور حدت آ گئی۔ سورج کی گرمی اور تپش کیوجہ سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ بیدار ہوئے۔ اس طرح آپؐ اور صحابہ کرامؓ کی فجر کی نماز قضاء ہو گئی۔

آپؐ نے حضرت بلالؓ سے باز پرس فرمائی تو انہوں نے عرض کیا أَخَذَ بِنَفْسِيْ الَّذِيْ أَخَذَ بِنَفْسِكَ کہ مجھے بھی اس ذات نے سلا دیا جس نے آپ

کو سلا دیا۔ پھر آپ نے قافلہ کو وہاں سے چلنے کا حکم دیا اور اگلی منزل پر جا کر نماز پڑھی۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ سونے والے کو بھی بیرونی حالات کا علم نہیں ہوتا۔ جب سونے والے کو علم نہیں ہوتا تو مرنے والے کو کس طرح ہو سکتا ہے؟

زندہ ہیں مگر خبر نہیں:

قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے فرشتے انکے پاس انسانی شکلوں میں گئے تو انہوں نے گھر جا کر انکی ضیافت کا سامان کرنا شروع کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام کو پتہ نہ چلا کہ یہ انسان نہیں ہیں بلکہ فرشتے ہیں۔ اسی لیے تو کھانا تیار کر رہے ہیں۔ پھر جب کھانا تیار کر کے انکے سامنے لا رکھا تو انہوں نے اسکی طرف التفات نہ کیا۔ ابراہیم علیہ السلام خوف زدہ ہو گئے۔ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً (سورۃ ہود) پھر ان فرشتوں نے بتایا کہ ڈریے نہیں ہم انسان نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔

غور فرمائیں! ابراہیم علیہ السلام زندہ ہیں، جاگ رہے ہیں، ان سے باتیں بھی کر رہے ہیں مگر انکی حقیقت کا پتہ نہیں ہے۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ طرفین کو پتہ نہیں۔ فرشتے باہر بیٹھے ہیں انہیں اندر کا پتہ نہیں کہ ہمارے لیے کھانا تیار ہو رہا ہے، بچھڑا ذبح ہو رہا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اندر ہیں انہیں باہر والوں کا علم نہیں درمیان میں صرف ایک دیوار کا فاصلہ ہے۔

امام الانبیاءؐ کا سوال:

مرض الوفات میں ایک رات پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت انتہائی ناساز تھی۔ نماز عشاء کا وقت تھا۔ آپؐ نے نماز کی تیاری فرمائی، وضو وغیرہ کیا۔ مگر

آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے سوال فرمایا أَصَلَّى النَّاسُ؟ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ انہوں نے عرض کیا "نہیں" وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ وہ آپؐ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔

آپؐ نے پھر وضوء کیا اور نماز پڑھانے کے لیے تیار ہوئے خدا کی قدرت کہ پھر طبیعت خراب ہوگئی اور غشی طاری ہوگئی۔ اسکے بعد پھر آپؐ نے سوال فرمایا أَصَلَّى النَّاسُ؟ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس طرح آپؐ بار بار سوال فرماتے رہے حتیٰ کہ بالآخر آپؐ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

گرامی قدر سامعین! سوچیں مسجد نبوی اور حجرہ عائشہ میں کتنا فاصلہ ہے؟ محض ایک دیوار کا بلکہ دروازے میں لٹکنے والے پردے کا فاصلہ ہے مگر آپ کو مسجد کے حالات کا علم نہیں ہے۔ جب زندگی میں آپ کو دیوار کے پار کا علم نہیں ہے تو وفات کے بعد کس طرح ہوسکتا ہے فافھم و تدبر۔

انبیاء کرام علیہم السلام سے سوال:

قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کا حال بیان فرمایا ہے۔ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (سورۃ مائدہ) جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع فرما کر ان سے سوال فرمائے گا کہ بتاؤ تمہاری قوموں نے تمہیں کس طرح مانا؟ تمہاری دعوت کے جواب میں ان کا ردعمل کیا تھا؟

انبیاء کرامؑ جواب دیں گے لَا عِلْمَ لَنَا اے اللہ ہمیں اسکا کوئی علم نہیں ہے۔ بے شک غیبوں کو جاننے والا تو ہی ہے۔

انبیاء کرامؑ کے جواب کا مطلب یہ ہوگا کہ اے اللہ ہمیں تو اپنی زندگی

میں اپنے ہم زمانہ لوگوں کی اصل حقیقت کا علم نہیں ہے بھلا ہمیں وفات کے بعد کے حالات کا کس طرح علم ہوسکتا ہے۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے ارشاد فرمایا کہ انبیاء کرامؑ کے "لَا عِلْمَ لَنَا" کہنے کا معنیٰ یہ ہے۔ اَنْتَ تَعْلَمُ مَا اَظْهَرُوْا وَمَا اَضْمَرُوْا وَ نَحْنُ لَا نَعْلَمُ اِلَّا مَا اَظْهَرُوْا۔ اے اللہ! جو کچھ ان لوگوں نے ظاہر کیا اور جو کچھ دل میں چھپایا وہ تو ہی جانتا ہے۔ ظاہری و باطنی دونوں قسم کے حالات تو ہی جانتا ہے اور ہم تو صرف وہی کچھ جانتے ہیں جو انہوں نے ہمارے سامنے ظاہر کیا انکے باطن کا ہمیں علم کوئی نہیں۔ اس لیے حقیقی علم تیرا ہی ہے۔ لَا عِلْمَ لَنَا ہمیں حقیقت حال کا کوئی علم نہیں۔

اس آیت سے بھی پتہ چلا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنی وفات کے بعد کے حالات کا پتہ نہیں ہے لوگوں نے انکے ساتھ کیا کچھ کیا۔ انکی اطاعت کی یا عبادت کی۔ انکی تعظیم کی یا توہین کی۔ انہیں اسکا علم نہیں ہے۔

امام الانبیاءؐ کو بھی بعد کے حالات کی خبر نہیں:

قیامت کے دن پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام حوض کوثر پر اپنی امت کو پانی پلا رہے ہونگے کہ کچھ لوگ آپ کو آتے دکھائی دیں گے۔ آپؐ خوش ہو کر فرمائیں گے اُصَیْحَابِیْ اُصَیْحَابِیْ! میرے ساتھی آ رہے ہیں۔ پھر آپؐ پانی پلانے کے انتظامات میں لگ جائیں گے۔ اچانک انکے اور آپؐ کے درمیان پردہ حائل کر دیا جائے گا۔ آپؐ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے یا اللہ! یہ تو میرے ساتھی تھے کہاں گئے؟ اللہ تعالیٰ جواباً ارشاد فرمائیں گے اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ اے میرے پیغمبر آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپؐ کے بعد دین کے اندر کیا کیا بدعات داخل کر دیں۔ پھر آپؐ یہ سن کر غصہ کے عالم میں فرمائیں گے سُحْقًا

سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ دِیْنِیْ۔ لعنت ہو اس پر جس نے میرے بعد میرے دین کے اندر بدعات جاری کر کے اسے تبدیل کر دیا۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں بخاری شریف کی اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی وفات کے بعد لوگوں کے اعمال واحوال کا کوئی علم نہیں۔ اگر علم ہوتا تو اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتے اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ کہ اے میرے پیغمبر آپؐ نہیں جانتے۔

اسی طرح حدیث پاک میں ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں کے حالات کی خبر دیں گے فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَکُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ (بخاری) تو میں اسی طرح کہوں گا جس طرح میرے صالح بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے اللہ میں جب تک ان کے اندر موجود رہا ان کے حالات کی خبر رکھتا رہا اور انکی ہر طرح سے نگرانی کرتا رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اپنے پاس بلالیا تو مجھے اس کے بعد کے حالات کا کوئی علم نہیں ہے، تو ہی انکے حالات کا نگران تھا۔ اور تو ہر چیز سے باخبر ہے۔ گرامی قدر سامعین! قرآن و حدیث میں بیان شدہ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بعد از رفع دنیا کے حالات کی خبر ہے اور نہ ہی ہمارے پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو بعد از وفات لوگوں کے اعمال واحوال کی کچھ خبر ہے۔

ان سب گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین نے جن ہستیوں کی وفات کے بعد انکی عبادت وغیرہ کی دعاء اور سور و پکار کی، منت منوتی دی، نذر و نیاز چڑھائی، انکی قبروں کے سجدے اور طواف کیے انہیں مشکلات میں پکارا۔ ان ہستیوں کو انکی عبادات کی کچھ خبر نہیں۔ قیامت کے دن وہ انکی عبادت کا انکار کر

دیں گے اور انہیں جھوٹا قرار دیں گے۔ فَالْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ بلکہ انکے دشمن ہو جائیں گے وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ۔ جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو وہ شرکاء ان مشرکین کے دشمن بن جائیں گے اور انکی عبادات کا انکار کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے اور پھر اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہی آقا وہی داتا وہی مشکل کشا سب کا
وہی اک غوث اعظم ہے یہی للکار دیتا جا

اُسی کے نام پہ مر لے اسی کے نام جیتا جا
اُسی کے نام کی مے ہو تو بھر بھر جام پیتا جا

رہِ توحید میں گرہوں سمندر شرک کے حائل
لگا دے جست موجوں میں طوفاں سے نبٹتا جا

جو جلتے ہیں تو جلنے دو جو ہیں توحید کے دشمن
ندا وحدت کی قرآن سے گلی کوچوں میں دیتا جا

☆ ☆ ☆

۱۳:- مضطر کی دُعاء

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْءَ وَیَجْعَلُکُمْ خُلَفَاءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ (سورۂ نمل)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم۔

گرامی قدر سامعین! دعاء مانگنا عبادت ہے بلکہ عبادات کا مغز ہے قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ سے دعاء مانگنے والے کو مشرک قرار دیا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ فَادْعُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ کہ خالص اللہ تعالیٰ سے ہی دعاء مانگو۔

ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ دو حقائق بھی بیان فرمائے ہیں کہ جن سے تم دعائیں مانگتے ہو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے اور انہیں تمہارے حالات کا علم نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ وہ تمہاری حاجت روائی نہیں کر سکتے اور نہ ہی کام بنا سکتے ہیں۔

کسی آدمی کے کام کوئی تب ہی آ سکتا ہے جب اسکے اندر دو صفات موجود ہوں (۱) اسکے حالات سے واقف ہو۔ (۲) اسکے حالات بدلنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ سے ان دونوں صفات کی نفی فرمائی۔ اور فرمایا کہ مجھ سے دعاء مانگو۔ دعاء قبول کرنا میری شان ہے۔

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ الخ (سورۂ غافر) ایک اور مقام پر

ارشاد فرمایا أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (سورۃ بقرہ) کہ جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے میں اسکی دعاء قبول کرتا ہوں۔ زیر نظر آیت میں بھی یہی فرمایا کہ بھلا بتاؤ تو سہی ایک مضطر آدمی جب پکارتا ہے تو اسکی دعاء کو کون قبول کرتا ہے اور کون اسکی مشکل کشائی اور حاجت روائی کرتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور الٰہ بھی ہے؟ یعنی مضطر کی دعاء کو قبول کر کے اسکی حاجت روائی کرنا الٰہ کا خاصہ ہے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے مانگی ہوئی ہماری کوئی دعاء ضائع نہیں ہوتی بہرحال قبول ہوتی ہے البتہ قبولیت کی شکلیں مختلف ہیں۔

مضطر کا معنیٰ:

دعاء کی قبولیت کا دارومدار اسپر بھی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ سے انتہائی عاجزی، ذلت اور زاری سے مانگے۔ اکتا نہ جائے چمٹ کر مانگے۔ اسپر امید رکھ کر مانگے۔ غیر اللہ سے امیدیں ہٹا کر مانگے۔ ہماری حالت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانگ بھی رہے ہیں اور وسائل و اسباب بھی ذہن میں ہوتے ہیں، ان پر بھی نظر ہوتی ہے۔

مضطر کا معنیٰ یہی ہے کہ غیر اللہ سے بالکلیہ کٹ جانا۔ دنیا و مافیہا کے سب سہاروں، حیلوں، وسیلوں سے قطعی مایوس ہو کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے آس لگانا۔

گرامی قدر سامعین! یہ کیفیت پیدا ہونا ہمارے لیے یقیناً مشکل ہے اس لیے کہ ہماری نظر میں بہرحال اللہ کے سوا اور بھی سہارے، وسائل و اسباب وغیرہ ہوتے ہیں۔ کچھ نہ کچھ ان پر بھی امید ہوتی ہے کہ یوں کرلوں گا۔ فلاں میرے لیے یہ کردے گا۔ فلاں حیلہ استعمال کروں گا وغیرہ۔

جب یہ سارے حیلے وسیلے ٹوٹ جائیں۔ سب دروازے بند نظر آئیں صرف اور صرف اللہ کا آسراء ہوٗ اسی کا دروازہ کھلا نظر آئے اس وقت آدمی گویا کہ حالت اضطرار میں ہوتا ہے اور اسے مضطر کہتے ہیں۔ اور مضطر کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَادَعَاهُ کہ اسکی دعاء میں قبول کرتا ہوں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم پہلے اپنے آپ کو مضطر بنائیں پھر خدا سے مانگیں پھر دیکھیں قبول کرتا ہے یا نہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال:

حضرت یوسف علیہ السلام کی بے بسی اور بے کسی پہ غور کیجیے۔ سب دوازے بند ہیں۔ اور سب اسباب مفقود ہیں۔ زلیخا ہے اسکا حسن ہے' دعوت دہ دے رہی ہے' دھونس دھمکی بھی دے رہی ہے۔ بظاہر اس سے بچنے کی کوئی شکل نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس حالت اضطرار میں جب سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اور فرمایا "مَعَاذَ اللهِ" میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں تو اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر انکی دعاء کو شرف قبولیت بخشا اور اپنی قدرت کاملہ سے دروازے کھول دیے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی مثال:

حضرت یونس علیہ السلام کے واقع پر غور کیجیے۔ مچھلی کا پیٹ ہے۔ اندھیرا در اندھیرا ہے۔ تنہا اور اکیلے ہیں۔ بظاہر کوئی وسیلہ اور ذریعہ نہیں ہے۔ جب سب آسروں حیلوں' وسیلوں سے مایوس ہو کر اللہ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً دعاء قبول فرمائی۔ فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ الخ (انبیاء)۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی مثال:

اٹھارہ سال سے بیمار ہیں۔ علاج معالجے سب بیکار ثابت ہوئے۔ سب رشتہ دار اور غمخوار دور ہو گئے۔ مال و دولت سب کچھ چھن گیا۔ اولاد نوکر خدم سب ختم ہو گئے۔ ایک بیوی والا سہارا تھا جو اس مصیبت میں کام آ رہی تھی۔ آج جب اس پر بھی شیطان نے حملہ کر کے توڑنا چاہا تو یہ سہارا بھی ٹوٹتا ہوا نظر آیا اور درد سے اپنے رب کو پکارا۔ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ کہ اے اللہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے تو ارحم الراحمین ہے رحم فرما۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً دعاء قبول فرمائی۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ہم نے انکی دعاء کو قبول کرلیا۔

گرامی قدر سامعین! واقعات کی تفصیل بتانا مقصود نہیں ہے صرف اور صرف اسی نکتے کی طرف اشارہ کرنا مطلوب ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی مثال:

عرصہ دراز سے یوسف علیہ السلام گم ہیں۔ آج دوسرا بیٹا بن یامین بھی جدا ہو گیا۔ بن یامین کی جدائی سے آج پھر یوسف کی جدائی کا زخم ہرا ہو گیا۔ اور فرمانے لگے یَا اَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ الخ رو رو کر آنکھوں کی بینائی ختم ہو گئی۔ پاس والوں نے بجائے دلاسہ دینے کے طعنہ مارا۔ کہ آپ اسی طرح رو رو کر ماحول کو خراب رکھیں گے اور اپنا بھی نقصان کریں گے۔ تب اللہ کے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّیْ وَ حُزْنِیْٓ اِلَى اللّٰهِ (سورۃ یوسف) کہ میں تو اپنے غم والم کی فریاد اپنے اللہ سے کرتا ہوں۔ اسی درد بھری پکار کو اللہ نے شرف قبولیت بخشا۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ فرمانے لگے آج مجھے یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے دونوں بیٹے ملا دیے۔

حضرت عائشہؓ کی حالت:

آپؓ پر منافقین نے تہمت لگا کر پورے مدینہ میں بدنام کیا۔ حضرت عائشہؓ سخت پریشان ہیں رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ پریشان ہیں مختلف صحابہؓ سے مشورے کررہے ہیں۔

حضرت عائشہؓ اپنے میکہ تشریف لاتی ہیں ماں باپ سے کہتی ہیں۔ وہ پہلے بھی پریشان تھے اور مزید پریشان ہوئے مگر حضرت عائشہؓ کے کسی کام نہ آ سکے۔ رہ سہہ کے آپ کے لیے دنیاوی لحاظ سے ایک رسول اللہ ﷺ کا سہارا موجود تھا کہ وہ تو میرے محبوب شوہر ہیں اور میں انکی محبوب بیوی ہوں۔ مجھے تو ان پر ناز ہے وہ یقیناً ہر معاملہ میں میری تائید اور نصرت فرمائیں گے۔ فرماتی ہیں کہ بالآخر ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے میکے گھر تشریف لائے میرے ماں باپ سے میرے بارے میں پوچھا کہ عائشہ کہاں ہے؟ انہوں نے بتایا کہ وہ تو فلاں کوٹھڑی میں اس دن سے مسلسل رو رہی ہے نہ کھاتی نہ پیتی ہے۔

پھر آپ میرے پاس تشریف لائے اور آ کر بیٹھ گئے اور مجھے خطاب کر کے فرمایا۔ يَا عَائِشَةُ اِنْ كُنْتِ بَرِيْئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ وَاِنْ كُنْتِ اَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِى اللّٰهَ ثُمَّ تُوْبِىْ اِلَيْهِ فَاِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبِهٖ ثُمَّ تَابَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ کہ اے عائشہ! اگر تو بے گناہ و بے قصور ہے تو اللہ تعالیٰ تیری مدد فرمائے گا۔ اگر تجھ سے یہ گناہ سرزد ہو چکا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے۔ اس سے توبہ کر لے کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے اس سے معافی مانگتا ہے تو وہ یقیناً توبہ کو قبول کر لیتا ہے۔

یہ جملے حضرت عائشہؓ کے لیے بڑے بھاری تھے کہ خود رسول اللہ ﷺ جن پر بڑی امیدیں تھیں آج کہہ رہے ہیں کہ اگر گناہ ہو گیا ہے تو استغفار کر

لے۔ حضرت عائشہؓ کی اس وقت عجیب کیفیت ہوگئی۔ فرماتی ہیں کہ میرے آنسو اچانک خشک ہو گئے اور میں نے عرض کیا کہ میری حالت تو اسوقت حضرت یوسفؑ کے ابا کی سی ہے جنہوں نے فرمایا تھا اَشْکُوْ بَثِّیْ وَ حُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ کہ میں اپنے غم والم کی فریاد صرف اور صرف خدا تعالیٰ سے کرتا ہوں۔

حضرت عائشہؓ نے جب اس کیفیت میں اس درد کے ساتھ اللہ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً انکی دعاء کو قبول فرما لیا۔ فوری طور پر پیغمبر علیہ السلام پر وحی کے آثار نمودار ہوئے۔ آپ نے رخ انور جھکا لیا۔ سب پر خاموشی طاری ہوگئی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور انکی بیوی پر ایک سناٹے کا عالم طاری ہے کہ پتہ نہیں کیا بنتا ہے؟ کیا حکم آتا ہے؟ کیا وحی آتی ہے؟ مگر حضرت عائشہؓ بالکل مطمئن تھیں۔ پھر آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا اَبْشِرِیْ یَا عَائِشَہ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ بَرَاءَ تَکِ اے عائشہ تجھے خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تیری برأت اتار دی۔

ماں باپ کہنے لگے "بیٹی اٹھ اپنے شوہر کا شکریہ ادا کر" حضرت عائشہؓ پر عجیب ناز وانداز کی کیفیت طاری تھی فرمانے لگیں آج میں انکا شکریہ ادا نہیں کرونگی بلکہ آج میں پہلے اپنے رب کا شکریہ ادا کروں گی۔

فرماتی ہیں یہ تو مجھے بعد میں پتہ چلا کہ آسمان سے فقط میری برأت نہیں اتری تھی بلکہ میرے حق میں قرآن مجید کی اٹھارہ آیات نازل ہوئیں اور میری برأت و پاکیزگی وطہارت قرآن کا حصہ بن گئی۔

حضرت خولہؓ کی حالت:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں حضرت اوس بن صامتؓ نے اپنی بیوی حضرت خولہؓ کو ایک دفعہ یہ الفاظ کہہ دیے۔ "اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ" کہ تو میرے لیے اسی طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت۔ یہ الفاظ دور جاہلیت میں

طلاق کے قائم مقام سمجھے جاتے تھے۔ حضرت خولہ سمجھ گئیں کہ میرا تو گھر اجڑ گیا۔ میں تو لٹ گئی۔ فوراً پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاں مسئلہ پوچھنے حاضر ہو گئیں۔

حجرہ عائشہؓ کے ایک کونے میں علیحدگی میں بیٹھ کر آپؐ سے یہ مسئلہ پوچھا اپنے بڑھاپے اور کس مپرسی کا ذکر کیا اولاد کا ذکر کیا کہ میرے لیے کوئی بہتر راستہ نکل آئے۔ مگر آپؐ پر چونکہ ابھی تک اس بارہ میں کوئی وضاحت نہ آئی تھی آپ نے اسی پرانے دستور کے مطابق مسئلہ بتا دیا کہ مَاأَرَاکِ اِلَّاقَدْ حَرُمْتِ عَلَیْہِ کہ میرے خیال میں تو اس پر حرام ہو چکی ہے۔

حضرت خولہؓ منت وزاری پر اتر آئیں اور عرض کرنے لگیں کہ اس نے طلاق کا لفظ تھوڑا ہی بولا ہے اور اس بات پر آپ سے بحث کرنے لگیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا مَااُمِرْتُ فِیْ شَأْنِکِ حَتّٰی اَلْآنَ کہ بی بی اس بارہ میں ابھی تک مجھے خدا کی طرف سے کوئی ہدایات نہیں دی گئیں اس لیے میں اسی پرانے دستور کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ حضرت خولہؓ مزید پریشان ہو گئیں اور کہنے لگیں کہ روزانہ بلکہ صبح وشام آپ پر وحی آتی ہے جبریل امینؑ کا نزول ہوتا ہے مگر میرا معاملہ ایسا ہے کہ اس کے بارے میں ابھی تک کوئی وضاحت نہیں آئی؟ آپؐ نے اس بی بی کو جواب دے دیا کہ میں اس معاملہ میں کوئی رعایت نہیں دے سکتا مسئلہ یہی ہے جو میں نے بتا دیا ہے۔

بی بی خولہؓ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑی امیدیں لیکر آئی تھی۔ مگر جب یہ سب امیدیں ٹوٹ گئیں یہ سب سہارے ختم ہو گئے۔ اب ایک ہی سہارا باقی رہ گیا۔ سب دروازے بند نظر آئے صرف ایک دروازہ کھلا نظر آیا۔ فوراً سر سجدہ میں رکھ دیا اور اپنے مالک حقیقی سے گویا ہوئی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَشْکُوْ اِلَیْکَ کہ اے اللہ میں اپنے غم والم کی فریاد تجھ سے کرتی ہوں۔

جب اس انداز میں یعنی حالت اضطرار میں اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً انکی دعاء کو شرف قبولیت بخشا اور آپؐ پر وحی کے آثار ظاہر ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد آپؐ نے سر اٹھایا تو حضرت خولہؓ کا مسئلہ حل ہو چکا تھا۔ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْ اِلَى اللّٰهِ (سورۃ مجادلہ) کہ اللہ نے اس عورت کی بات سن لی جو اپنے خاوند کے بارے میں آپؐ سے بحث کر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرنے والی تھی وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اللہ تعالیٰ تمہاری بات کو سننے والا ہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں بھی اسی حجرہ کے اندر تھی۔ وہ بی بی اتنی آہستہ آواز میں آپؐ سے بات کر رہی تھی کہ میں بھی نہ سن سکی۔ میں تو اسکی بات فرش زمیں پر نہ سن سکی مگر اللہ نے عرش بریں پر سن لی۔

گرامی قدر سامعین! یہ بات روز روشن سے زیادہ واضح ہو گئی جب کوئی آدمی سب آسروں، سہاروں، حیلوں، وسیلوں سے کٹ کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے امید باندھ کر اس سے مانگتا ہے تو وہ یقیناً دعاء قبول کرتا ہے۔

خچر والا مزدور:

بعض تفاسیر میں اسی آیت کے تحت ایک مزدور کا واقعہ لکھا ہے جو خچر پر لوگوں کا قیمتی سامان لاد کر منزل مقصود پر پہنچایا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے لوگوں کا انتہائی قیمتی سامان خچر پر لادا تو ایک ڈاکو اس کے ساتھ ہو لیا۔ کہ میں بھی مسافر ہوں، میں نے بھی اسی شہر میں جانا ہے۔ میرے ساتھ چلنے سے تیرا نقصان کچھ نہ ہوگا اور میرا فائدہ ہو جائے گا۔

راستے میں وہ ڈاکو اسے بہلا پھسلا کر ایک غیر معروف راستے پر لے گیا۔ اسے یقین دلایا کہ یہ راستہ مختصر بھی ہے۔ اور محفوظ بھی ہے اور میں ذاتی طور پر اس

راستہ کو جانتا ہوں۔ اس طرح وقت بھی بچے گا اور تو انائی بھی۔

وہ مزدور اسکی باتوں میں آ گیا اور اس راستے پر چل پڑا۔ مگر آگے جا کر وہ راستہ ایک بیابان اور خطرناک وادی میں ختم ہو گیا جہاں لوگوں کی ہڈیاں اور ڈھانچے پڑے ہیں۔ اس ظالم نے فوری طور پر چھرا نکال لیا اور کہنے لگا کہ میں تجھ سے مال بھی لوں گا اور تجھے قتل بھی کروں گا۔

وہ مزدور بے چارہ ڈر گیا کہ اب کیا کروں؟ کہنے لگا کہ تجھے مال سے غرض ہے تو مال لے لے اور مجھے قتل نہ کر۔ اس ڈاکو نے کہا کہ تجھے یہ جتنے ڈھانچے اور کھوپڑیاں نظر آ رہی ہیں ان سب نے یہی منت سماجت کی تھی مگر میں صرف مال نہیں لیتا جان بھی لیتا ہوں۔ مال تو اب میرا ہی ہے میں تجھے بھی قتل کروں گا تا کہ مجھ تک کوئی نہ پہنچ سکے۔ جو کچھ تو نے کرنا ہے کر لے اور موت کے لیے تیار ہو جا۔

گرامی قدر سامعین! مزدور کی حالت کا آپ اندازہ لگائیں اس پر کیا گزر رہی ہو گی۔ اس نے کہا مجھے بس صرف دو رکعت نفل پڑھنے دے وہ ڈاکو بولا جلدی جلدی پڑھ لے ان سب مزدوں نے اسی طرح نفل پڑھے تھے۔

مزدور نے نفلوں کی نیت باندھ لی اور وہ سامنے چھرا لیکر کھڑا ہے ایک عجیب کیفیت ہے۔ خدا کی قدرت کہ مزدور کے منہ پر یہی آیت جاری ہوگئی اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ. اچانک وہاں ایک گھڑ سوار نمودار ہوا اور تیزی سے تلوار کے ایک ہی وار سے اس ڈاکو کا سر تن سے جدا کر دیا اور چلتا بنا۔

وہ مزدور اسکے پیچھے دوڑا کہ مجھے بتا تو سہی تو کون ہے؟ اس نے کہا میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں جو مضطر کی دعاء کو قبول کرتا ہے جس کا اعلان ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ

الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ. دیکھیے حالات اضطرار میں ہر طرف سے مایوس ہو کر جب اس مزدور نے اللہ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً اسکی دعاء قبول کر لی۔

ایک مظلوم بچہ:

اسی طرح ایک بادشاہ کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کسی جان لیوا مرض کا شکار ہو گیا۔ حکماء نے ہر طرح کے علاج کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اب ایک ہی علاج ہے کہ ایک نوجوان بچے کا تازہ کلیجہ چاہیے جس کی دوا بنائی جائے گی۔ حکماء نے اس بچے کی عمر، صحت، وزن وغیرہ سب شرائط بتا دیں۔

بادشاہ نے پورے ملک میں ان شرائط پر پورا اترنے والا بچہ تلاش کرانا شروع کر دیا۔ بالآخر انہیں ایک دہقان کا بچہ مل گیا جو ان شرائط پر پورا اترتا تھا۔ دہقان کو رقم وغیرہ کا لالچ دیکر راضی کر لیا گیا۔ پھر اس بارہ میں قاضی کی عدالت سے منظوری بھی لے لی گئی کہ بادشاہ وقت کی جان انتہائی قیمتی ہے۔ اس کی موت گویا پوری مملکت کی موت ہے۔ اس لیے اس کی جان بچانے کے لیے ایک بچے کو قتل کیا جا سکتا ہے۔

یہ سارے مراحل طے کرنے کے بعد اس بچے کو بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جلاد اس لڑکے کی گردن اڑانے کے لیے تیار کھڑا ہے۔ حکماء فوری طور پر تازہ جگر حاصل کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں اور بادشاہ منتظر ہے کہ کب میری دوا بنے اور مجھے پلائی جائے۔

اس لڑکے نے ادھر ادھر کا سارا منظر دیکھا کہ سب اس کے قتل کے درپے ہیں، کوئی مونس و غمخوار نہیں ہے پھر اس نے آسمان کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پیدا ہوئی۔

بادشاہ اس لڑکے کے رونے اور ہنسنے سے بڑا حیران ہوا۔ اور اسے اپنے

پاس بلا کر اسکی وجہ پوچھی۔ لڑکے نے جواب دیا کہ بادشاہ سلامت بچے کا ناز اپنے والدین پر ہوتا ہے۔ میرے والدین وہ ہیں جنہوں نے میرے عوض رقم لے لی۔ پھر فیصلہ قاضی کی عدالت کا ہوتا ہے مگر قاضی تو وہ ہے جس نے میرے قتل کے جواز کے لیے حکم سنا دیا۔ پھر اپیل بادشاہ کی خدمت میں کی جاتی ہے اور بادشاہ کی حالت یہ ہے کہ اس کی زندگی میری موت پر موقوف ہے۔ اب میرے لیے صرف ایک ہی دروازہ باقی رہ گیا ہے میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور آنسو بہا کر اس سے مدد کی التجاء کی۔ بادشاہ نے سوال کیا تو پھر تو ہنسا کیوں ہے لڑکا بولا کہ ہنسا اس لیے ہوں کہ اے اللہ زندگی اور موت تو تیرے قبضے میں ہے یہ لوگ میری موت میں بادشاہ کی زندگی کو مضمر سمجھتے ہیں۔ جو موت وحیات کا مالک ہے اس کا دروازہ کیوں نہیں کھٹکھٹاتے؟ اے اللہ! یہ عجیب کھیل ہے کہ کیا تو میرے قتل کے بغیر بادشاہ کو شفاء نہیں دے سکتا؟

یہ جواب سننا تھا کہ بادشاہ نے فوراً سارا پروگرام معطل کر دیا۔ اور لڑکے کو آزاد کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بادشاہ کو اسی ایک ہفتے میں صحت کاملہ عطاء فرمادی۔ اس طرح اس مضطر کی دعاء سے اسکی اپنی جان بھی بچ گئی اور بادشاہ کی بھی۔

خنزیر نے اللہ کو پکارا:

مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نے واقعہ لکھا ہے۔ یہ واقعہ ان کے ایک شاگرد کا چشم دید واقعہ ہے کہ ایک دفعہ کابل کے گردونواح میں خنزیروں کی تعداد بہت بڑھ گئی۔ وہ فصلوں کو اور انسانوں کو نقصان پہنچاتے۔ رات کو نکلتے اور نقصان کر کے دن کو ایک قریبی جنگل میں چھپ جاتے۔ لوگ بڑے تنگ تھے کئی دفعہ انکا شکار کیا مگر خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا۔ بالآخر تنگ آ کر علاقے کے سب لوگوں

نے یہ فیصلہ کیا کہ اس جنگل کو آگ لگا دی جائے اور ان خنزیروں کو جنگل سمیت جلا دیا جائے۔ تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

چنانچہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے رائفلیں لیکر جنگل کا گھیراؤ کر لیا تا کہ اگر کوئی خنزیر بھاگنے کی کوشش کرے تو بندوق سے مار دیا جائے۔

جب اس جنگل کو آگ لگا دی گئی تو سب خنزیر جان بچانے کے لیے جنگل کے ایک کونے میں جمع ہوتے گئے۔ چنانچہ جب آگ وہاں تک پہنچی اور وہ جھلسنے لگے تو اچانک ایک بوڑھا خنزیر جو آدھا جھلسا ہوا تھا باہر نکلا اور آسمان کی طرف منہ کر کے چند بار چیخا۔ سب لوگ سمجھ گئے یہ اس حالت اضطرار میں اپنے غم والم کی فریاد آسمان والے سے کر رہا ہے۔ چند بار چیخیں لگانے کے بعد وہ خنزیر دوبارہ اسی جنگل میں گھس گیا جس کو آگ لگائی گئی تھی۔

مولانا کے شاگرد فرماتے ہیں کہ ایک نہیں ہزاروں آدمیوں نے دیکھا اس خنزیر کی فریاد پر آناً فاناً بادلوں کی کالی گھٹا اٹھی اور چند منٹوں میں بارش برسنے لگی اور جنگل کی ساری آگ بجھ گئی۔

لوگ حیران رہ گئے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک خنزیر کی فریاد پر اسکی حاجت روائی فرمائی۔ اور سارا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ اس کا اعلان ہے اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ کہ جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دعاء کو قبول کرتا ہوں۔

مشرکین نے اللہ تعالیٰ کو پکارا:

گرامی قدر سامعین! خنزیر تو خنزیر ہے خنزیر سے بھی بدتر مشرک انسان نے جب ہر طرف سے مایوس ہو کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی پکار کی بھی لاج رکھ لی اور ان کی دعاء کو بھی قبول کر لیا۔

قرآن مجید کے اندر مشرکین مکہ کے احوال مذکور ہیں کہ جب وہ سمندری سفر کرتے اور انکی کشتی گرداب میں پھنس جاتی اور وہ ہر طرف سے مایوس ہو جاتے تو پھر خالص خدا کو پکارتے تھے۔ عام انداز سے نہیں بلکہ بڑے تضرع اور عاجزی سے پکارتے تھے۔ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً الخ (انعام) فرما دیجئے کہ تمہیں بر و بحر کے مصائب سے کون بچاتا ہے جبکہ تم اللہ تعالیٰ کو انتہائی عاجزی اور خفیہ انداز میں پکارتے ہو۔ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ کہ اے اللہ اگر تو نے ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دی تو ہم تیرے شکر گزار بندے بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (انعام) فرما دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو تمہیں اس مصیبت سے اور باقی مصائب سے نجات دیتا ہے پھر بھی تم بجائے شکر کے شرک کرتے ہو۔

ایک اور مقام پر اس حقیقت کو واضح فرمایا هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتّٰى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَ جَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (یونس) وہی تو ہے جو تمہیں جنگل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو اور کشتیاں خوشگوار ہوا کے جھونکوں سے سواروں کو لیکر چلتی ہیں اور وہ بڑے خوش ہو رہے ہوتے ہیں تو اچانک تیز ہوائیں چلنے لگتی ہیں اور ہر طرف سے لہریں ان کو گھیر لیتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اب تو لہروں میں گھر گئے۔ تو اس وقت خالص خدا ہی سے دعاء مانگتے ہیں

کہ اے اللہ اگر ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے تو ہم تیرے بہت شکر گزار ہونگے لیکن جب وہ انکو نجات دے دیتا ہے تو پھر زمین میں ناحق فساد کرنے لگ جاتے ہیں۔

گرامی قدر سامعین! آپ اللہ تعالیٰ کی رأفت و رحمت کا اندازہ لگائیں کہ جب مشرکین مکہ نے بھی ہر دروازہ سے مایوس ہو کر تمام اسباب و وسائل سے قطع نظر کر کے یعنی مضطر بن کر اس کو پکارا تو اس نے ان کی دعاء کو بھی رد نہیں فرمایا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ صرف دفع الوقتی کے لیے پکار رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی انہیں مایوس نہ کیا کیونکہ اس کا اعلان ہے اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ کہ مضطر کی دعاء کو میں ہی قبول کرتا ہوں اور اسکی مشکلات کو میں ہی دور کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین سمجھنے اور اسپر عمل کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆

گلشن میں صَباء کو جستجو تیری ہے
بُلبل کی زُباں پہ گفتگو تیری ہے

ہر رنگ میں جَلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بُو تیری ہے

☆ ☆ ☆

۱۴:- دربار خدا وندی

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ هُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ الخ (سورۃ بقرہ)

صدق اللّٰہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

گرامی قدر سامعین! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب اور دور پکار کا مسئلہ بیان فرمایا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ توحید خداوندی کا مسئلہ پورے دین کی روح اور جان ہے۔ اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے رمضان المبارک اور روزوں کے ذکر کے درمیان اس مسئلہ کو رکھ دیا ہے تاکہ روزے کے مسائل وفضائل پڑھنے والے پر اس مسئلہ کی اہمیت وضرورت واضح ہو جائے۔

دیہاتی کا سوال:

ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک اعرابی اور دیہاتی آیا۔ اس نے آپؐ سے سوال کیا کہ رَبُّنَا قَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ؟ مجھے بتایئے کہ ہمارا رب ہم سے قریب ہے یا دور ہے؟ ساتھ ہی کہنے لگا کہ اس مسئلہ کی ضرورت اس لیے پڑ گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قریب ہو تو میں اسکو آہستہ آہستہ پکاروں اور اگر وہ مجھ سے دور ہے تو میں اسکو زور سے بلاؤں۔

آپ جانتے ہیں کہ دیہاتی کا یہ سوال اسکی سخت لاعلمی کا مظہر ہے۔ کہ ابھی تک اس اللہ کے بندے کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بنیادی معلومات بھی نہیں

ہیں۔ صحابہ کرامؓ اس کے سوال پر حیران ہو رہے ہیں۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے اس عجیب سوال کا برا نہیں منایا۔ ابھی آپؐ جواب دینے کے لیے لب کھولنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ جواب دینے میں پہل فرما گئے فوری طور پر جبریل امین نازل ہوئے اور جواب ارشاد فرمایا۔

چونکہ اس سوال کے اندر ایک جذبہ اور سچا جذبہ ایک تڑپ اور حقیقی تڑپ موجود تھی۔ پوچھنے والا اگرچہ جاہل تھا مگر پتہ تو خدا کا پوچھ رہا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود جواب دینا مناسب سمجھا۔

اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ میرے پیغمبر! جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو جواب دے دیں کہ میں قریب ہوں۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ مجھے جب بھی کوئی پکارنے والا پکارے میں اس کی دعاء کا جواب دیتا ہوں اور قبول کرتا ہوں۔

یہ دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔

گرامی قدر سامعین! اس دنیا کے اندر آپ کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں دروازے نظر آئیں گے جہاں سے لوگ مانگ رہے ہیں۔ مگر ان تمام دروازوں میں سے ایک ہی دروازہ ایسا ہے جو چوبیس گھنٹے کھلا ہے۔ کوئی رات کو پکارے یا دن کو۔ صبح کو پکارے یا شام کو۔ اندھیرے میں پکارے یا اجالے میں' سکھ میں پکارے یا دکھ میں' آرام میں پکارے یا آلام میں' اسکا دروازہ ہر وقت کھلا ہے کسی وقت بھی بند نہیں ہوتا۔

دوسرے دروازے کسی نہ کسی وقت بند ہو جاتے ہیں۔ تالے لگ جاتے ہیں۔ مگر اس شہنشاہ کا دروازہ نہ بند ہوا ہے نہ ہو گا۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔

صنم کو پکارنے والا:

کہتے ہیں کہ کوئی بت پرست اپنے بت کو "یَا صَنَمُ یَا صَنَمُ" کہہ کر پکار رہا تھا۔ پکارتے پکارتے مدت گزر گئی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ ایک دفعہ "یَا صَنَمُ یَا صَنَمُ" کہتے کہتے اس کی زبان سے بلا ارادہ "یَا صَمَدُ" کا لفظ نکل گیا۔ جونہی اس نے کہا "یَا صَمَدُ" اللہ تعالیٰ نے فوراً جواب دیا لَبَّیْکَ یَا عَبْدِیْ میرے بندے مانگ کیا مانگتا ہے میں حاضر ہوں۔

اللہ کے فرشتے بڑے حیران ہوئے کہ اے باری تعالیٰ اس کے تو وہم و گمان میں بھی آپ کو پکارنے کا خیال نہ تھا یہ تو اس کی زبان تھرک گئی اور اس کے منہ سے بلا ارادہ "یا صمد" نکل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا میرے فرشتو! میں بھی یہ بات جانتا ہوں مگر سچے اور جھوٹے میں فرق ہونا چاہیے۔ وہ اگر جھوٹے کو پکارے جواب نہ آئے اور سچے کو پکارے پھر بھی جواب نہ آئے تو فرق کیا رہ گیا؟ میں نے تو اعلان کر رکھا ہے "اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ"۔

وہ ہر بولی جانتا ہے:

یہ دربار ایسا دربار ہے جہاں ہر بولی سمجھی جاتی ہے کوئی کسی زبان میں پکارے اردو میں پکارے یا انگریزی میں، پشتو میں پکارے یا فارسی میں، عبرانی میں پکارے یا عربی میں وہ تو ساری بولیاں جانتا ہے۔

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ آپ کو حج بیت اللہ کے لیے لے جائے تو آپ یہ منظر دیکھیں گے۔ بیت اللہ کے دروازے کے ساتھ چمٹے ہوئے مختلف ملکوں کے باشندے اپنی اپنی زبان میں اپنے اپنے لہجے میں دعائیں مانگ رہے ہیں وہ بیک وقت سب کی دعائیں سن بھی رہا ہے اور سمجھ بھی رہا ہے۔ دوسرے کسی

دروازے پر آپ جائیں آپ کے لیے شرط لگائی جائے کی کہ فلاں زبان میں بات کرو۔ فلاں زبان میں درخواست لکھو۔ بڑے بڑے پیروں نے ترجمان اسی لیے رکھے ہوئے ہیں کہ وہ ہر بولی نہیں جانتے۔

توجہ فرمائیں جب زندہ پیر ساری بولیاں نہیں جانتا تو مرنے کے بعد کیسے جان سکتا ہے؟ اور جب زندہ پیر بیک وقت دو تین آدمیوں کی بات نہیں سن سکتا تو مرنے کے بعد کس طرح سن سکتا ہے؟

اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی۔

اس کی شان ہے لَاتَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ کہ نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ یعنی کسی قسم کی تھکاوٹ اور غفلت اس پر وارد نہیں ہوتی۔ دوسرے کی دروازے پر آپ جائیں آپ کو بتایا جائے گا اب آرام فرمارہے ہیں، اب تھک چکے ہیں، لیٹے ہوئے ہیں، سو رہے ہیں۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ ہمہ وقت تیری پکار سننے کے لیے تیار ہے۔

یہ زندہ ہے اس پر موت نہیں ہے:

اس کی شان ہے اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ہمیشہ سے زندہ ہے، ہمیشہ زندہ رہے گا۔ سب زندوں کی زندگی اسی کے صدقے ہے۔ وہ آپ خود بخود قائم ہے اور دوسرے اس کی وجہ سے قائم ہیں۔ دوسرے جتنے دروازے لوگوں نے بنا رکھے ہیں ان پر ایک نہ ایک دن موت لازماً آئے گی۔ اکثر پر تو موت وارد ہو چکی ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ (سورۃ رحمان) سب پر فنا اور موت آئے گی باقی رہنے والی ذات ایک ہی ہے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ حی لا یموت وہی ہے۔

حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن انسانوں کے علاوہ تمام فرشتوں پر بھی اللہ تعالیٰ موت طاری فرما دیں گے۔ حضرت جبریل' حضرت میکائیل' حضرت اسرافیل علیہم السلام موت سے دو چار ہونگے حتیٰ کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام پر بھی موت آ جائے گی۔ یَقْبِضُ اللّٰہُ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوَاتِ مَطْوِیَّاتٌ بِیَمِیْنِہٖ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور پھر اعلان فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ آج بادشاہی کس کی ہے؟ کون ہے حقیقی بادشاہ؟ اَیْنَ مُلُوْکُ الْاَرْضِ؟ اَیْنَ الْجَبَابِرَۃُ؟ دنیا کے بادشاہ دنیا کی سپر طاقتیں کہاں ہیں؟ آگے سے کوئی زندہ ہو تو جواب دے۔ پھر اللہ تعالیٰ خود ہی جواب دیں گے لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ آج اکیلے اور زبردست خدا کی بادشاہی ہے۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ ساری مخلوقات میں سے سب سے زیادہ درجہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے وہ بھی موت سے مستثنیٰ نہ تھے۔ آپ پر بیماری بھی آئی اور موت کے احوال بھی وارد ہوئے۔ آپ بار بار دعاء مانگتے ہیں اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی سَکَرَاتِ الْمَوْتِ اے اللہ موت کی سکرات میں میری مدد فرما۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ جب آپ کی روح مبارک بھی پرواز کر گئی۔ اسی لیے حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْمَاتَ کہ جو تم سے حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے وَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَاِنَّہٗ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اور جو شخص رب محمد کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ اسکا معبود زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

یہ غنی ہے محتاج نہیں ہے:

اللہ تعالیٰ غنی ہے کسی کا محتاج نہیں ہے باقی ساری مخلوق اسکی محتاج اس سے مانگنے والی ہے۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ (فاطر) اے لوگو! تم سب کے سب اللہ کے محتاج ہو۔ اور اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز ہے۔ سب انبیاء' اولیا اور صلحاء اسکے محتاج ہیں اور اس سے مانگنے والے ہیں۔

ساری مخلوقات سے زیادہ درجہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے محتاج تھے۔ دعاؤں کے لیے ہاتھ اسی کے آگے پھیلاتے تھے۔ نماز میں کھڑے ہو کر کہتے تھے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔

لوگوں میں یہ جملہ مشہور ہے کہ جو خود مانگنے والا ہو اس سے مانگا نہیں جاتا۔ مانگا تو مالک سے جاتا ہے۔ ساری مخلوق اسکے در کی فقیر ہے اور فقیروں سے مانگا نہیں جاتا۔ اللہ الصمد کا یہی معنی ہے کہ وہ ذات بے نیاز ہے اتنا بے نیاز کہ سب کے بغیر اس کا کام چلتا ہے۔ اور اسکے بغیر کسی کا کوئی کام نہیں چلتا۔

اس کے خزانے ختم نہیں ہوتے:

ہر چیز کے خزانوں کا مالک وہی ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ (الحجر) مخلوقات کے پاس جتنا کچھ بھی ہے وہ ختم ہو سکتا ہے یا ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے بادشاہوں کے خزانے خالی ہو جاتے ہیں لوگوں کو جواب دے دیا جاتا ہے کہ اب ہمارے پاس کچھ نہیں رہا لیکن اللہ کے خزانے ختم نہیں ہوتے۔

حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَوْاَنَّ اَوَّلَکُمْ وَ آخِرَکُمْ وَ اِنْسَکُمْ وَ جِنَّکُمْ قَامُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ کہ اگر تم بھی اور تم سے پہلے لوگ

بھی اور تمہارے بعد آنے والے بھی سب کے سب ایک میدان میں جمع ہو جائیں اندازہ لگائیں اگر اگلے پچھلے سب انسان سب جنات سب مخلوقات جمع ہو جائے تو کتنی بڑی تعداد بنے گی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پھر وہاں کھڑے ہو کر بالفرض اگر تم مجھ سے مانگو فَسَأَلُوْنِيْ جی بھر کر مانگو۔ مانگنے پہ کوئی پابندی کوئی بین نہ ہو۔ جس کا جو جی چاہے جتنا جی چاہے مانگے۔ کھل کر مانگے۔ اپنے ظرف اور حوصلے سے بڑھ کر مانگے۔ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مَسْأَلَتَهُ پھر اگر میں ہر انسان کو اس کا مانگا ہوا سب کچھ دے دوں۔ دینے میں کسی قسم کی کمی نہ کروں مَانَقَصَ ذَالِكَ مِمَّا عِنْدِيْ إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا أُدْخِلَ الْبَحْرَ سب کو انکا مانگا ہوا سب کچھ دینے کے بعد میرے خزانے کے اندر اتنی کمی بھی نہیں آتی جتنی سمندر کے اندر سوئی ڈبونے سے آتی ہے۔

سمندر کے اندر سوئی ڈبو کر نکال لی جائے تو اس سوئی نے کتنا پانی لے لیا؟ وہ تو پانی کو جذب بھی نہیں کرتی۔ وہ اتنی ملائم ہے کہ پانی اس کے اوپر ٹھہرتا بھی نہیں۔ اگر کوئی ذرہ بے مقدار اس کے وجود کے ساتھ لگ گیا تو اسے سمندر کے پانی کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ کہاں ایک ذرہ بے مقدار اور کہاں ہزاروں میلوں میں پھیلا ہوا سمندر۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سوئی والے پانی کو تو پھر بھی سمندر کے پانی سے کوئی نہ کوئی نسبت ہو سکتی ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ سوئی نے سمندر کا اتنا پانی کم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سب کو سب کچھ دینے کے بعد میرے خزانے کے اندر اتنی کمی بھی نہیں ہوتی، اس لیے فرمایا اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔

یہ خود ہر شئے کا مالک ہے:

اصول یہ ہے کہ چیز اگر مانگنی ہو تو اس کے مالک سے مانگی جاتی ہے۔ کائنات کے ذرے ذرے کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمان وزمین میں اسی کی بادشاہی اسی کا قبضہ اور اسی کا تصرف ہے۔ مَالِکُ الْمُلْکِ اور مَالِکُ الْمُلُوْکِ وہی ہے۔ ہر چیز کا خالق بھی وہ خود ہے اور مالک بھی وہی ہے۔

باقی جن ہستیوں کو لوگوں نے معبود بنایا ہوا ہے ان کے بارے میں فرمایا لَایَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ (سورۃ سباء) کہ وہ زمین وآسمان میں ایک ذرے کے بھی مالک نہیں ہیں۔ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَایَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ (سورۃ فاطر) جن ہستیوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

یہ مختار اور بااختیار ہے:

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے وہ جو چاہے کرے اس کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ باقی جتنی مخلوق ہے سب سے پوچھا جا سکتا ہے کہ یہ کیوں کیا؟ لیکن اس کی شان ہے لَایُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَ ھُمْ یُسْئَلُوْنَ (الانبیاء) اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اور وہ سب سے پوچھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن میں انبیاء سے بھی پوچھوں گا اور انکی امتوں سے بھی پوچھوں گا باز پرس کروں گا فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْھِمْ وَ لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ (اعراف)۔

امام الانبیاء محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے باز پرس فرمائی:-

☆ کہ اے میرے پیغمبر لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ آپ نے ان منافقوں کو اجازت کیوں دی؟

☆ اے میرے پیغمبر لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ آپ نے اللہ کی حلال کردہ چیز کو اپنے اوپر حرام کیوں کیا؟

باقی ہر ایک کو "لِمَ" کہا جا سکتا ہے مگر اس کو کوئی لِمَ کہنے والا نہیں ہے وہ مختار کل ہے۔ دے نہ دے۔ تھوڑا دے۔ زیادہ دے۔ دے کر لے لے۔ لے کر دے دے۔ اسکی مرضی ہے۔

نہ مانگیں تو ناراض ہو جائے :

یہ دروازہ سخی اور کریم کا دروازہ ہے۔ اتنا کریم اور اتنا سخی کہ اگر اس سے نہ مانگا جائے تو ناراض ہو جائے۔ اس کا اعلان ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ (سورۃ غافر) مجھ سے مانگو میں تمہاری دعاء کو قبول کروں گا جو لوگ مجھ سے نہیں مانگتے میں ان پر ناراض ہو چکا ہوں عنقریب میں انہیں نہ مانگنے کی سزا دوں گا اور جہنم کے اندر ڈال دوں گا۔

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا اندازہ لگائیں ہماری حالت یہ ہے کہ ہم سے کوئی مانگے تو دل تنگ ہو جاتے ہیں اور ناراض ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کی شان یہ ہے کہ مانگیں تو راضی ہو جائے نہ مانگیں تو ناراض ہو جائے ایک عربی شاعر نے اسی حقیقت کو یوں بیان کیا ہے۔

اَللّٰهُ یَغْضَبُ اِنْ تَرَکْتَ سُؤَالَهٗ　　وَالنَّاسُ یَغْضَبُوْنَ حِیْنَ یُسْاَلُ

اس کا اعلان ہے کہ مجھ سے مانگو بار بار مانگو جو چاہو مانگو تم لیتے لیتے تھک جاؤ گے مگر میں دیتا دیتا نہ تھکوں گا۔ میرا دروازہ نا امیدی و مایوسی کا دروازہ نہیں ہے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر وبت پرتی باز آ
کیں درگاہ ما درگاہ نامیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ہر حال میں اسی سے مانگیں۔ ہمارے مانگنے کے اندر کمی ہے اسکے دینے میں کمی نہیں ہے۔

تم کو شکوہ ہے کہ ہمارا مدعا ملتا نہیں دینے والا کو گلہ یہ ہے کہ گدا ملتا نہیں
بے نیازی دیکھ کر بندے کی کہتا ہے کریم دینے والا دے کسے دستِ دعاء ملتا نہیں

وہ خود بلاتا ہے:

اسکے لطف وکرم کا یہ حال ہے کہ وہ خود سائل کو آواز دے رہا ہے۔ حالانکہ اصول یہ ہے کہ سائل اور لینے والا آواز لگاتا ہے۔ دینے والا آواز نہیں لگاتا۔

اللہ تعالیٰ خود بلا رہا ہے۔ يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ (انفطار) اے مجھ سے روٹھے ہوئے انسان؟ واپس آ جا۔ میں تو تیرا کریم رب ہوں تجھے کس نے مجھ سے بدظن کر دیا۔ میں تو اتنا کریم ہوں کہ جب تو مانگنے کے قابل نہ تھا' تجھے عقل وشعور نہ تھا۔ تجھے قوت گویائی حاصل نہ تھی۔ ماں کے پیٹ میں تو بے حس وحرکت پڑا تھا میں نے وہاں بن مانگے تیری ضرورت کو پورا کیا۔ تین اندھیروں کے اندر تیری ضروریات کا خیال رکھا۔ تو کھانے اور ہضم کرنے کے قابل نہ تھا۔ میں نے تیری کمزوری دیکھ کر اندر ہی اندر تجھے خون کی بوتل لگادی۔ تیرے اعضاء کامل ومکمل بنائے۔ تیری شکل وصورت بنائی۔ تخلیق۔ تسویہ۔ تعدیل۔ تصویر کے مراحل سے تجھے گزارا۔ آج تو مانگنے کے قابل ہو گیا ہاتھ اٹھانے کے قابل ہوا' آج تو کیوں غیر کے آگے ہاتھ پھیلا رہا ہے۔ آجا' آجا میرا دروازہ کھلا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ رات کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق آسمان دنیا پہ نزول اجلال فرماتے ہیں اور آواز لگاتے ہیں هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ؟ کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے؟ مجھ سے بخشش طلب کرے میں بخشنے کے لیے تیار ہوں۔ هَلْ مِنْ مُسْتَرْزِقٍ؟ کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے مجھ سے مانگے میں دینے کے لیے تیار ہوں۔

یہ قریب ہے دور نہیں ہے :

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر وقت ہر ایک کے قریب ہے۔ دور نہیں ہے باقی جتنے دروازے ہیں وہ دور ہیں۔ انکے پاس وقت نکال کر جانا پڑتا ہے۔ مگر اس کا اعلان ہے اِذَاسَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ کہ میں قریب ہوں۔ پھر قریب کے کئی معانی ہیں۔ درجات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں صرف قریب نہیں بلکہ اقرب ہوں اور اتنا اقرب کہ رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (سورۃ ق) کہ تمہاری جان اتنی تمہارے قریب نہیں شاہ رگ اتنی قریب نہیں۔ تم خود اتنے اپنے قریب نہیں ہو جتنا میں قریب ہوں۔

ظاہر ہے کہ جو ذات اتنی قریب ہے اس تک رسائی کے لیے کسی واسطے اور وسیلے کی ضرورت نہیں ہے۔ لوگ مثالیں دیتے ہیں کہ چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت ہے، بڑے افسر تک رسائی کے لیے ماتحت عملہ چپڑاسی وغیرہ کے واسطے کی ضرورت ہے۔ حالانکہ سوچتے نہیں کہ چھت تو دور ہے اور اللہ تعالیٰ قریب ترین ہے بڑا افسر تو ہر شئے کا علم نہیں رکھتا اس لیے چپڑاسی جا کر بتاتا ہے کہ فلاں شخص ملنے کے لیے آیا ہے اور اللہ تعالیٰ تو بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ہے وہ تو دلوں کے حال بھی جانتا ہے سینے کے راز بھی جانتا ہے۔ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ

يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى (سورۃ طٰہٰ) اے مخاطب اگر تو اونچی آواز سے بات کرے تو وہ اللہ تو اس شان کا مالک ہے کہ وہ تو دلوں کے راز بھی جانتا ہے۔

سامعین گرامی! اپنے خیال کو اپنی زبان کے ذریعے ظاہر کرنے کو "قَوْل" کہا جاتا ہے یہ کبھی اونچی آواز سے ہوتا ہے کبھی پست آواز سے۔ لیکن بہر حال یہ بات زبان پر آ گئی۔ جب ہم نے زبان سے نکال دی تو دوسرے تک پہنچ گئی۔ ایک ہوتا ہے "سِرّ" یعنی راز یعنی وہ بات جو زبان پر نہیں لائی گئی۔ دل کی دل میں ہی چھپا کر رکھی یہ صرف اس شخص کو معلوم ہے جس نے وہ چھپائی ہوئی ہے مخلوق میں سے کسی کو علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں صرف قول کو نہیں جانتا بلکہ "سِرّ" اور راز کو بھی جانتا ہوں۔

ایک ہوتا ہے "اَخْفٰى" یعنی وہ بات جو راز سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ راز سے پوشیدہ تر وہ بات ہے جو ابھی اس شخص کے دل میں نہیں آئی۔ وہ خیال اسکے دل میں کل آئے گا۔ دس دن بعد آئے گا۔ عرصہ کے بعد آئے گا۔ ابھی تک تو وہ صاحب خیال کو بھی معلوم نہیں کہ کیا خیال اور تصور آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس "اَخْفٰى" کو بھی جانتا ہوں۔ مجھے اس کی بھی خبر ہے۔

گرامی قدر سامعین! جو خدا سب کچھ جانتا ہے بھلا اس کے لیے واسطے اور وسیلے کی ضرورت ہو سکتی ہے؟ آخر لوگ گونگے بھی تو ہوتے ہیں۔ بھلا انکی پکار کون سنتا ہے۔

وہ لوگ بڑا ظلم کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مثالیں مخلوق کے ساتھ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (سورۃ النحل) کہ اللہ تعالیٰ کی ایسی مثالیں نہ دیا کرو۔

صحیح مثال:

ہاں اگر تم صحیح مثال سننا چاہتے ہو تو سنو۔ یہ مثال خود اللہ تعالیٰ بیان کرنے والا ہے ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلاً عَبْداً مَمْلُوْکاً (سورۃ النحل) مثلاً ایک غلام اپنے آقا کا مملوک ہے۔ اس کی ملکیت میں ہے۔ اسکا وجود اسکا لباس اس کی جمع پونجی سب کی سب مملوک ہے۔ دوسرے کے ملک اور اختیار میں ہے۔ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ اسکا اٹھنا بیٹھنا' سونا جاگنا' چلنا پھرنا' کام کاج کرنا' اسکا مال و دولت اور اسکی کمائی کسی چیز پر اسے ذرہ برابر بھی اختیار نہیں۔

اور اسکے مقابلے میں ایک دوسرا شخص ہے جو اسکا آقا ہے جس کا اسکے اوپر حکم چلتا ہے۔ اور وہ آقا بااختیار ہے۔ اسکے پاس بڑی مقدار مین مال و دولت بھی موجود ہے اور وہ اپنے مال و دولت میں مکمل تصرف بھی کرتا ہے کوئی اسکو پوچھنے والا' روکنے والا اور ٹوکنے والا نہیں ہے۔ وَمَنْ رَّزَقْنَاهُ مِنَّا رِزْقاً حَسَناً فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا وہ اپنے مال و دولت کو جب چاہے جہاں چاہے جیسے چاہے خرچ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک ہے مملوک اور غلام اور بے اختیار۔ دوسرا ہے آقا' مالک' غنی اور بااختیار هَلْ يَسْتَوٗنَ؟ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ جس طرح یہ مالک اور مملوک برابر نہیں ہو سکتے اسی طرح عابد اور معبود' خالق اور مخلوق بھی برابر نہیں ہو سکتے۔

اس لیے غلط مثالیں نہ دیا کرو۔ وہ جنکی تم مثالیں دیتے ہو ان کے دروازے اور اللہ تعالیٰ کے دروازے میں کتنا فرق ہے؟

یہاں مایوسی نہیں ہے:

یہ اللہ تعالیٰ کا دروازہ ایسا دروازہ ہے کہ یہاں مایوسی نہیں ہے۔ باقی دروازوں پر مایوسی ہے محرومی ہے۔ لیکن اسکا اعلان ہے لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ (زمر) کہ میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ تم جتنے بھی گنہ گار ہو۔ میرے دروازے سے خالی واپس نہ جاؤ گے۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم تو گنہ گار ہیں، ہم روسیاہ ہیں، ہماری سنتا نہیں اور انکی موڑتا نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرا خطاب ہی گنہ گاروں کو ہے یَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پرظلم کیا، گناہ کیے، گناہوں کے بوجھ تلے دب گئے۔ لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ (زمر) اِنَّ اللهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعاً میں تمہارے سب گناہوں کو معاف کردوں گا۔

اللہ تعالیٰ اور غیر اللہ کی حالت:

۱) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا يَقْضُوْنَ اور اللہ کی شان ہے وَاللهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ

۲) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا يَخْلُقُوْنَ اور اللہ کی شان ہے خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا.

۳) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا يَسْمَعُوْنَ اور اللہ کی شان ہے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

۴) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ اور اللہ کی شان ہے اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ.

۵) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ اور اللہ کی شان ہے عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

۶) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ اور اللہ کی شان ہے وَهُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ.

۷) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ اور اللہ کی شان ہے اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا.

۸) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا یَعْلَمُ اور اللہ کی شان ہے یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی.

۹) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ اور اللہ کی شان ہے وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

۱۰) غیر اللہ کی حالت یہ ہے وَهُمْ یُسْئَلُوْنَ اور اللہ کی شان ہے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ.

۱۱) غیر اللہ کی حالت یہ ہے اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ اور اللہ کی شان ہے اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ.

۱۲) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ اور اللہ کی شان ہے اِنْ اَرَادَ بِکُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ نَفْعًا.

۱۳) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا یَشْفَعُوْنَ اور اللہ کی شان ہے لِلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیْعًا.

۱۴) غیر اللہ کی حالت یہ ہے لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ، لَا یَسْتَجِیْبُ لَهٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ. اور اللہ کی شان ہے اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ، اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ.

۱۵) غیر اللہ کی حالت یہ ہے هُمْ عَنْ دُعَاءِهِمْ غَافِلُوْنَ اور اللہ کی شان ہے اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ، فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی.

اس لیے ہر مشکل اور مصیبت میں اسی کو پکارنا چاہیے اسی کے دروازے پر دستک دینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر استقامت نصیب فرمائے (آمین)

۱۵:- انبیاءؑ کی پکار

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ (سورۃ انبیاء)

صدق الله العظيم وصدق رسوله النبي الكريم.

گرامی قدر سامعین! تمام عبادات کا مغز اور نچوڑ دعاء مانگنا ہے۔ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اور مقام عبدیت کا کمال یہ ہے کہ بندہ انتہائی عاجزی اور تذلل کے ساتھ اپنی بے چارگی اور کم مائیگی کا اعتراف کرتے ہوئے اس شہنشاہ مطلق کے سامنے ہاتھ پھیلا دے جو کائنات کے ذرے ذرے کا خالق اور مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بڑا خوش ہوتا ہے کہ بندہ اس سے مانگے اور اسکے آگے دامن پھیلائے۔ وَمَنْ لَّمْ يَسْأَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ عَلَيْهِ اور جو بندہ اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے مصائب و تکالیف بھی بیان کیں اور پھر ان کی دعائیں بھی ذکر فرمائی ہیں۔

انبیاء پر مصائب کیوں؟

گرامی قدر سامعین! سوچنے کا مقام ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جو اللہ تعالیٰ کے انتہائی مقرب اور پیارے بندے ہوتے ہیں ان پر مصائب کیوں آئے؟ حق تو یہ بنتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے ہونے کی وجہ سے کوئی

مصیبت، کوئی تکلیف، کوئی دکھ، کوئی بیماری انکے قریب بھی نہ پھٹکتی۔ اور لوگ بھی یقین کر لیتے کہ واقعی ان ہستیوں کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ یہ ایک اصولی بات ہے کہ اپنے محبوب اور پیارے کو کوئی تکلیف نہیں دیتا۔

مگر اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام پر بڑے بڑے مشکل اوقات آئے۔ بڑی بڑی بیماریاں آئیں بڑے بڑے مصائب آئے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

اور پھر دوسری بات سوچنے کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ انبیاء کرامؑ کی تکالیف کا تذکرہ قرآن مجید میں کیوں کیا ہے؟ میرے خیال میں کسی پر آنیوالی مصیبت کا ذکر کرنے سے سننے والوں پر کوئی خوشگوار اثر نہیں پڑتا بلکہ طبیعت پر ایک قسم کا بوجھ پڑتا ہے۔ اور بار بار کسی کی مصیبت و تکلیف کا ذکر کرنا بھی کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ پر آنے والی تکالیف کا بار بار ذکر کیا ہے۔ آخر اسکی کیا وجہ ہے؟

میرے ناقص خیال میں ان پر مصائب وارد کرنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو مزید بلند کرنا چاہتا ہے یعنی رفع درجات مطلوب ہے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ عموماً مخلوق پر مصائب اور تکالیف کسی غلطی یا جرم کی پاداش میں بوجہ غضب الٰہی آتے ہیں۔ مَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ (سورۃ الشوریٰ) اور یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ تکالیف اور مصائب کیوجہ سے آدمی کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ غلطیاں اور خطائیں ڈھل جاتی ہیں، اور آدمی پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ مگر انبیاء کرامؑ تو غلطیوں اور گناہوں سے پاک ہیں۔ اس لیے ان پر آنے والے مصائب انکے درجات کی بلندی کا ذریعہ بنتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق پر ان کی بے چارگی اور عبودیت ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ انہیں عقیدت و احترام میں الوہیت کا درجہ دے دیں اور ان کو نفع ونقصان کا مالک سمجھ لیں۔ جب ان پر بیماری اور تکالیف دیکھیں گے تو خود بخود سمجھ جائیں گے کہ نفع ونقصان ان کے ہاتھ میں نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی تکالیف بیان کر کے ہمیں تسلی دینا چاہتا ہے کہ دیکھو فلاں نبی پر کتنا مشکل وقت آیا۔ قوم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اور انہوں نے اس مصیبت میں کس طرح صبر کیا؟ قرآن مجید میں انبیاء کرامؑ کے واقعات و حالات بیان کرنے کی یہ ایک بنیادی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور داعیانِ حق کو صبر و تسلی دلانا چاہتا ہے کہ جس طرح انہوں نے اتنے مشکل حالات میں پوری جرأت و ہمت، صبر و ثبات استقلال و پامردی اور استقامت و عزیمت کے ساتھ کام کیا آپ بھی ایسے ہی کریں۔

چوتھی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تعلیم دینا چاہتا ہے کہ جس طرح ان انبیاء کرام نے مصائب و تکالیف میں خالص مجھے پکارا مجھ سے مدد مانگی۔ میرے سامنے دامن پھیلایا اسی طرح تم بھی مجھے پکارو۔ ان انبیاء کرام نے اپنے سے پہلے گزرے ہوئے کسی نبیؑ اور رسولؑ کو نہیں پکارا۔ نہ انکا وسیلہ اور واسطہ دیا اسی طرح تم بھی بلا واسطہ اور بلا وسیلہ خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو۔

گرامی قدر سامعین! انبیاء کرام کی چند دعائیں اور پکاریں ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے جب شجرِ ممنوعہ کھالیا تو اسکی وجہ سے

ان پر کتنی بڑی تکلیف اور آزمائش آئی۔ جنتی لباس اُتر گیا اور پھر دونوں میاں بیوی کو جنت سے نکال کر زمین پر اتار دیا گیا۔ پھر دونوں کو جدا جدا کر دیا گیا۔ تقریباً تین سو سال تک دونوں پریشانی کے عالم میں پھرتے رہے۔ نہ کھانے کا سامان نہ پینے کا۔ غم ہی غم، دکھ ہی دکھ، آنسو ہی آنسو۔

بعض روایات میں یہ بات آتی ہے کہ آدم علیہ السلام اتنے درد اور دکھ کے ساتھ روتے تھے حَتّٰی اِنَّ کَانَتِ الْمَلَائِکَۃُ لَتَحْزُنُ لِحُزْنِہٖ وَ تَبْکِیْ لِبُکَائِہٖ حتی کہ اللہ کے فرشتے بھی انہیں دیکھ کر غمگین ہو جاتے اور رو پڑتے تھے۔

آخر تین سو سال کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی ملاقات میدان عرفات میں حضرت حوا علیہا السلام سے ہوئی۔ پھر دونوں نے رو رو کر اللہ تعالیٰ سے ہی اسکے راضی کرنے کا طریقہ پوچھا کہ اے اللہ ہمیں بتا کہ تو کس طرح راضی ہوتا ہے؟ کن الفاظ میں ہم تجھے پکاریں خود ہی بتا دے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت کے ساتھ آدم علیہ السلام کو چند کلمات سکھا دیے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ (سورۃ اعراف) اے ہمارے رب بے شک ہم نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اگر تو ہمیں معاف نہیں کرے گا اور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس دعاء کی بدولت رحمت فرمائی اور انکی توبہ قبول فرمالی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دُعاء:

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کی دعوت دی۔ بڑے اخلاص اور ہمدردی کے ساتھ ان کو سمجھاتے رہے، صبح و شام ان کو دعوت دیتے رہے۔ جلوت میں خلوت میں ہر انداز

میں اُنہیں سمجھایا مگر اس قوم پر ذرہ برابر اثر نہ ہوا' الٹا اس قوم نے حضرت نوح علیہ السلام پر ظلم وستم کی حد کر دی۔ ہر طرح ستایا' تنگ کیا' حضرت نوح علیہ السلام نے اس پریشانی کے عالم میں مدد کے لیے اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (سورۃ القمر) یعنی اے اللہ میں مغلوب ہوں تو میری مدد فرما۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو سیلاب کے ذریعے ہلاک کرنے کا فیصلہ فرمایا اور حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ کشتی تیار کر کے اس میں سوار ہو جائیں۔ بالآخر جب حضرت نوح علیہ السلام بمعہ مؤمنین کشتی میں سوار ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے دعاء کی بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (سورۃ ہود) اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ تعالیٰ کے نام سے اور اس کی مدد سے ہے۔ بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر جب حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا بھی اس خدائی عذاب کی نذر ہو گیا تو پھر اللہ تعالیٰ کو پکارا وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ (سورۃ ہود) اور پکارا نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو کہا اے میرے رب میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعاء:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑی پامردی اور جرأت کے ساتھ اللہ کی توحید کا پیغام اپنے والد' اپنی قوم اور حکومت وقت تک پہنچایا۔ بالآخر اسی اعلان توحید کی پاداش میں مشرکین نے انہیں آگ میں جلانے کا پروگرام بنایا۔ بہت بڑی حویلی میں لاکھوں من لکڑیوں کے ذریعہ خوب آگ جلائی گئی اور حضرت ابراہیمؑ کو رسیوں سے باندھ کر توپ کے دہانے میں گولے کی جگہ رکھ دیا گیا۔

ابھی وہ لوگ توپ کا بٹن دبانے والے تھے کہ یہ دردناک منظر دیکھ کر فرشتے بھی تڑپ کر رہ گئے اور عرض کرنے لگے یَا رَبِّ خَلِیْلُکَ یُلْقٰی فِی النَّارِ فَاْذِنْ لَنَا اَنْ نُطْفِیَ عَنْہُ اے باری تعالیٰ تیرا خلیل تو آگ میں پھینکا جا رہا ہے ہمیں حکم دے کہ ہم اس کی مدد کو پہنچیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا ھُوَ خَلِیْلِیْ لَیْسَ لِیْ فِی الْاَرْضِ خَلِیْلٌ غَیْرُہٗ وَ اَنَا رَبُّہٗ لَیْسَ لَہٗ رَبٌّ غَیْرِیْ فَاِنِ اسْتَغَاثَکُمْ فَاَغِیْثُوْہُ روئے زمین پر وہ واحد میرا خلیل ہے اور آسمان پر میں اسکا واحد رب ہوں۔ اگر وہ تمہاری مدد قبول کرے تو کر کے دیکھ لو۔

پھر باری باری آناً فاناً اللہ کے فرشتے آ کر اپنی خدمات پیش کرتے رہے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کسی کی پیش کش کو قبول نہ کیا اور فرمایا عِلْمُہٗ بِحَالِیْ حَسْبِیْ عَنْ سُوَالِیْ وہی میرا محرم حال ہے اسی سے میرا سوال ہے۔ حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب فضاء میں تھے۔ منجنیق اور آگ کے درمیان تھے تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا "اَنَا جِبْرِیْلُ ھَلْ لَکَ حَاجَۃٌ؟" میں جبریل ہوں کیا میری مدد کی ضرورت ہے؟ اللہ کے موحد اعظم پیغمبر نے جواب دیا "اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا" حاجتیں تو ہیں مگر تیرے ساتھ کوئی حاجت نہیں۔ حَاجَتِیْ اِلٰی رَبِّیْ مجھے تو صرف اپنے رب کی مدد اور اعانت کی ضرورت ہے۔ پھر فرمایا حَسْبِیَ اللہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ میرے لیے اللہ کافی ہے وہی میرا بہترین کارساز ہے وہی میرا بڑا اچھا مددگار اور بہترین معاون ہے۔

اسی طرح بڑھاپے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کے لیے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ اور فرمایا رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ (صافات) اے میرے رب مجھے صالح بیٹا عطاء فرما۔

حضرت لوط علیہ السلام کی دُعاء:

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں قوم سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ وہ لوگ دیگر فواحش کے علاوہ ایک انتہائی خبیث عمل کے موجد تھے یعنی اپنی نفسانی خواہش عورتوں کی بجائے امرد لڑکوں سے پوری کرتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہتیرا سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر عذاب لانے کا فیصلہ فرمایا اور فرشتوں کو بھیجا۔ فرشتے جب نوعمر نوجوانوں کی شکل میں مہمان بن کر انکے گھر آئے۔ تو قوم کے اوباش لوگ بھی اپنی خواہش بد کی تکمیل کے لیے خوشیاں مناتے ہوئے آ پہنچے۔ حضرت لوط علیہ السلام پہچان نہ سکے کہ یہ فرشتے ہیں یا انسان؟ اس صورت حال سے آپ کو بڑا دکھ پہنچا کہ یہ لوگ میرے مہمانوں کی تاک میں ہیں اب اِن کا کیا بنے گا؟ سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ قَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ (ہود) آپؑ کو بڑا دکھ پہنچا آپ سمجھ گئے کہ آج کا دن بڑا کٹھن دن ہے۔

آپؑ نے قوم کو سمجھایا هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ (سورۃ الحجر) کہ یہ میرے مہمان ہیں تم میری فضیحت نہ کرو اللہ سے ڈرو مجھے رسوا نہ کرو۔ مگر وہ لوگ نہ مانے آپ نے نہایت دردناک لہجے میں فرمایا اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ؟ کیا تم میں کوئی ایک بھی صحیح آدمی نہیں ہے؟ پھر آپؑ نے فرمایا هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ کہ تمہارے گھروں میں یہ میری بیٹیاں (یعنی تمہاری بیویاں) جو موجود ہیں جو تمہارے لیے جائز اور حلال ہیں۔

تب آپ نے بڑے دکھ سے فرمایا لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ (سورۃ ہود) کاش تمہارے مقابلے کی مجھے طاقت ہوتی میں تو اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ پکڑتا ہوں۔ آپ نے اس مشکل ترین وقت میں صرف اور صرف

اللہ تعالیٰ کو پکارا رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ (شعراء) اے اللہ مجھے اور میرے اہل کو انکی بدکرداریوں سے بچا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کے ذریعے اس قوم پر عذاب بھیجا۔ اور انہیں زیر وزبر کر دیا۔ ان پر پتھروں کی بارش کر کے انہیں تہس نہس کر دیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی دعاء:

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے پیارے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کا کتنا غم ہوا! اور کتنے سالوں تک یوسفؑ کے فراق میں آنسو بہاتے رہے۔ حتی کہ اسی غم اور دکھ کے ساتھ آنسو بہانے کی وجہ سے انکی بینائی جاتی رہی۔ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ (سورۃ یوسف)

پھر جب ان کا دوسرا بیٹا بنیامین بھی ان سے بچھڑ گیا تو درد وغم میں مزید اضافہ ہوا۔ پھر دوبارہ شدت کے ساتھ یوسف یاد آنے لگے اور پرانے زخم بھی تازہ ہو گئے۔ بیٹوں نے جب اس طرح غم کھانے پر ملامت کی تو فرمایا اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّیْ وَ حُزْنِیْ اِلَى اللّٰهِ کہ میں اپنے غم والم کی فریاد اللہ تعالیٰ سے ہی کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے بالآخر ان کی یہ درد بھری فریاد سن لی اور ان کے دونوں گم شدہ بیٹے انہیں مل گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی دعاء:

حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے وہ وقت بڑا سخت تھا کہ جب عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے انہیں گناہ کی دعوت دی۔ وہ عورت مالکن تھی اور آپ کی حیثیت غلام کی سی تھی۔ اسباب کے درجے میں بچنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ ہر طرف سے دروازے بند ہیں۔ جائیں تو کہاں جائیں۔ کریں تو کیا کریں۔

اس مشکل وقت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی **قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ** پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعاء قبول فرماتے ہوئے اپنی قدرت کاملہ سے نکلنے اور بچنے کے اسباب پیدا فرما دیئے۔

اسی طرح جب تمام زنان مصر اکٹھی ہو کر حضرت یوسف علیہ السلام پر ڈورے ڈالنے لگیں اور ان کو جیل اور قید کی دھمکیاں ملنے لگیں تو اس وقت بھی آپ نے اللہ تعالیٰ کو ہی پکارا **رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْ اِلَيْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجَاهِلِيْنَ** (سورۃ یوسف) اے اللہ! جس بات کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں اس کی بجائے تو مجھے قید منظور ہے۔ اے اللہ اگر تو مجھے انکے فریب سے نہ بچائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے انکی یہ دعاء قبول فرماتے ہوئے انہیں ان عورتوں کی فریب کاریوں سے محفوظ فرما لیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دُعاء:

حضرت ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت و رسالت کے علاوہ مادی دولت سے بھی نوازا تھا۔ زمینیں تھیں۔ نوکر تھے۔ ڈھور ڈنگر تھے۔ مختلف ڈیرے تھے اور کافی اولاد تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں ڈالا تو رفتہ رفتہ یہ سب چیزیں چھن گئیں۔ زمینیں دریا برد ہو گئیں۔ حشم و خدم لڑائی میں مارے گئے۔ ڈھور ڈنگر بیماری میں مر گئے۔ حادثات کا شکار ہو کر مکانات منہدم ہو گئے۔ حتیٰ کہ اولاد بھی حادثہ کا شکار ہو کر فوت ہو گئی۔ تن تنہا خود رہ گئے یا انکی بیوی۔ شہر اور محلّہ والوں نے اپنے علاقے سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔

حضرت ایوب علیہ السلام اب آبادی سے باہر جنگل میں پڑے ہیں۔ بیوی خدمت کرتی ہے۔ اس طرح حضرت ایوب علیہ السلام تقریباً اٹھارہ سال بیمار رہے۔ لیکن اللہ کی تقدیر کا شکوہ کبھی نہ کیا۔ بالآخر شیطان لعین نے سوچا کہ کیوں نہ انکی مجبوری اور بے بسی سے فائدہ اٹھا کر انکا عقیدہ چھین لیا جائے۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو جب شیطان کی چال کا پتہ چلا تو سخت پریشان ہوئے کہ لے دے کے ایک ایمان وعقیدہ ہی تو رہ گیا تھا جسے اب یہ لعین چھیننا چاہتا ہے۔

اس شدید پریشانی اور دکھ کے عالم میں آپ نے اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (انبیاء) کہ اے اللہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے تو بڑا رحیم ہے میرے حال پر رحم فرما۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ (سورہ ص) کہ اے اللہ شیطان نے مجھے بڑی ایذاء اور تکلیف دے رکھی ہے تو میری مدد فرما۔

اللہ تعالیٰ نے پھر اپنی رحمت کاملہ سے انکی مدد فرمائی۔ اور صحت و اولاد سے نوازا۔

حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دُعاء:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بچپن کے حالات آپ جانتے ہیں۔ پھر جب آپ جوان ہوئے تو ایک مظلوم کی حمایت کرتے ہوئے آپ کے ہاتھ سے ایک آدمی مارا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس خوف سے کہ فرعونی اب مجھے اسکے بدلے میں قتل کر دیں گے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ بے کسی، بے بسی اور بے سروسامانی کے عالم میں کئی میلوں کا پیدل سفر طے کر کے ایک بستی پر سے آپ کا گزر ہوا۔ آپ بھوک سے نڈھال تھے اور کئی دنوں سے محض درختوں کے پتوں پر گزارا تھا۔ آپ تھوڑی دیر ستانے کے لیے وہاں رُکے۔

اس شدت بھوک میں آپ نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (سورۃ قصص) کہ اے اللہ! میں محتاج ہوں اپنی طرف سے میرے اوپر خیر و برکت نازل فرما۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے سر پر نبوت کا تاج رکھا اور آپ کو حکم دیا کہ فرعون کے دربار میں جا کر میری توحید کا اعلان کرو۔ فرعون کی مضبوط حکومت، اس کی سرکشی وطغیانی، پھر اسکے دربار میں تن تنہا جا کر دعوت توحید دینا؟ اس مشکل ترین مرحلہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَ یَسِّرْ لِیْ اَمْرِیْ وَ احْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ الخ (سورۃ طہٰ) کہ اے اللہ! میرا سینہ کشادہ فرما دے میرا کام میرے لئے آسان فرما اور میری زبان کی رکاوٹ دور فرما دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء سے اللہ تعالیٰ نے ان کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی کار نبوت میں شریک فرما دیا۔ تو دونوں بھائی اس خوفناک مرحلہ سے پہلے اپنے اندیشے کا اظہار اللہ تعالیٰ سے کر رہے ہیں قَالَا رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَا اَوْ اَنْ یَّطْغٰی (سورۃ طہٰ) کہنے لگے کہ اے اللہ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں فرعون ہمارے اوپر زیادتی نہ کرے یا سرکشی سے پیش نہ آئے۔

پھر جب فرعون پر احقاق حق ہو گیا اور اس کا ظلم و عدوان حد سے بڑھ گیا۔ تو دونوں نے اس کی ہلاکت و بربادی کے لیے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ رَبَّنَا اِنَّکَ اٰتَیْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِیْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ (سورۃ یونس) اے اللہ کیا تو نے فرعون اور

اسکے سرداروں کو دنیا کی زیب و زینت اور مال و دولت کی شوکتیں اسی لیے عطاء کی ہیں کہ یہ تیری راہ سے لوگوں کو بھٹکائیں۔ اے اللہ تو انکی دولت کو زائل فرما دے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دے کہ اس وقت تک یقین نہ کریں جب تک عذاب نہ دیکھ لیں۔

پھر جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا تو موسیٰ علیہ السلام نے اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ مِنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ (سورۃ مؤمن) کہ میں ہر متکبر اور منکر قیامت کے شر سے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ چاہتا ہوں۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیھما السلام نے ہر مرحلہ پر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی دُعاء:

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکومت بھی عطاء فرمائی اور حکمت (نبوت) بھی۔ مختلف قسم کے معجزات بھی عطاء فرمائے۔

اللہ تعالیٰ نے جب انہیں ایک آزمائش سے گزارا تو انہوں نے صرف صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ اور کئی دنوں تک اس کی بارگاہ میں آنسو بہاتے رہے استغفار کرتے رہے۔ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَ خَرَّ رَاكِعًا وَّ اَنَابَ (سورۃ ص) کہ وہ پنے رب کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کی بارگاہ میں جھکے اور گر پڑے۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمالی اور پہلے سے بھی زیادہ مقام ب عطاء فرمایا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی دُعاء:

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے ہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل ورحمت سے انہیں بھی نبوت وحکومت سے سرفراز فرمایا اور بڑی شان وشوکت والی حکومت عطاء فرمائی اور انتہائی عجیب وغریب قسم کے معجزات سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ انہیں بھی ایک آزمائش سے گزارا تو انہوں نے بھی صرف اورصرف اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَ هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (سورۃ ص) کہ اے اللہ مجھے بخش دے میری مغفرت فرما اور مجھے ایسی حکومت عطاء فرما جو میرے بعد کسی کو میسر نہ ہو بے شک عطاء وبخشش کرنے والا تو ہی ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی دُعاء:

حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بہت بڑی آبادی نینویٰ کی طرف مبعوث فرمایا۔ ان لوگوں نے حضرت یونس علیہ السلام کی مخلصانہ دعوت کا ذرہ برابر اثر نہ لیا۔ الٹا دعوت توحید کا مذاق اڑاتے رہے۔

قوم کی مسلسل اور پیہم دشمنی اور مخالفت کی وجہ سے حضرت یونس علیہ السلام قوم سے ناراض ہو گئے اور ان کے لیے عذاب الٰہی کی بد دعاء فرما دی۔ عذاب الٰہی کی بددعاء کرنے کے بعد آپ قوم سے انتہائی غضب ناک ہو کر بغیر اذن خداوندی وہاں سے چل پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بہت بڑی آزمائش میں ڈال دیا۔

آپ جب دریا کے کنارے پہنچے تو وہاں مسافروں سے بھری کشتی بالکل تیار کھڑی تھی آپ اس میں سوار ہو گئے۔ راستے میں طوفانی ہواؤں نے کشتی کو گھیر لیا اور کشتی ڈگمگانے لگی۔ کشتی والوں نے اپنے تجربے کی بنیاد پر اندازہ لگایا کہ اس کشتی میں کوئی غلام موجود ہے جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے جب تک اسے اتارا نہ جائے نجات مشکل ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام نے سنا تو تنبہ ہوا کہ اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام تو میں ہی ہوں اور کشتی والوں سے فرمانے لگے کہ میں چھلانگ لگانے کے لیے تیار ہوں تاکہ تمہاری کشتی بچ جائے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی پاک صورت وسیرت دیکھ کر وہ اسقدر متاثر تھے کہ انہیں ایسا نہ کرنے دیا۔ بلکہ قرعہ ڈالنے کا فیصلہ کیا۔ تین مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی تو خدا کی قدرت تینوں مرتبہ نام حضرت یونس علیہ السلام کا نکلا۔ حضرت یونس علیہ السلام سمجھ گئے کہ مشیت خداوندی یہی ہے اور دریا میں چھلانگ لگا دی۔ مقصد یہ تھا کہ میں کسی نہ کسی طرح تیر کر کنارے تک پہنچ جاؤں گا۔ جونہی آپؑ نے چھلانگ لگائی اللہ تعالیٰ نے ایک مچھلی کو حکم دیا اس نے فوراً حضرت یونس علیہ السلام کو نگل لیا۔ حضرت یونسؑ زندہ وسلامت مچھلی کی پیٹ میں پہنچ گئے۔

گرامی قدر سامعین! حضرت یونس علیہ السلام کی مصیبت کا اندازہ لگایئے۔ کتنی عجیب وغریب مشکل میں پھنس گئے۔ پھر آپؑ نے اس وقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (سورۃ انبیاء) آپؑ نے ان اندھیروں میں پکارا کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی الٰہ اور معبود نہیں۔ تیری ذات ہر قسم کی کمزوریوں سے پاک ہے بیشک میں زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں۔

حضرت یونس علیہ السلام کی یہ درد بھری پکار سن کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آیا اور بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے نکلنے کے اسباب پیدا فرمادیے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَلَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (سورۃ صافات) کہ اگر وہ میری تسبیح وتنزیہ بیان نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا دُعاء:

حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کے جلیل القدر پیغمبر تھے۔ مگر خدا کی قدرت کہ اولاد سے محروم تھے۔ ایک سو بیس سال عمر گزر گئی مگر گود نعمت اولاد سے خالی ہے۔ پھر جب ایک دن اپنی پروردہ چھوٹی بچی مریم کے کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں ظاہری اسباب کے خلاف بے موسم میوے دیکھے اور مریم سے حیران ہو کر سوال فرمایا يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا؟ مریم یہ پھل تیرے ہاں کیسے آ گئے؟ بچی نے جواب دیا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یہ پھل اللہ کی طرف سے آ گئے ہیں۔

یہ بات سن کر آج ایک دفعہ پھر حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں اولاد کی خواہش نے انگڑائی لی۔ پھر آہستہ آہستہ دل ہی دل میں اپنے اللہ کو پکارنے لگے قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا (سورۃ مریم) کہ اے اللہ میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور میرا سر سفید ہو گیا ہے (یعنی ظاہری اسباب نہ ہونے کے برابر ہیں) لیکن پھر بھی میں تیرے دروازے سے مایوس نہیں ہوں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ (سورۃ انبیاء) یعنی زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا کہ اے اللہ! مجھے اکیلا نہ چھوڑ بیشک تو بہترین وارث ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کی یہ درد بھری پکار قبول فرماتے ہوئے انہیں یحیٰ جیسے بیٹے سے نوازا۔

حضرت مریم علیہا السلام کی دُعا:

حضرت مریم علیہا السلام کے پاس خلوت میں جب اللہ کا فرشتہ انسانی شکل میں آیا تو اسے پہچان نہ سکیں اور فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑی اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْکَ اِنْ کُنْتَ تَقِیًّا (سورہ مریم) کہ میں تجھ سے بچ کر اللہ کی پناہ میں آتی ہوں اگر تو نیک آدمی ہے تو ہٹ جا۔

پھر جب حضرت مریم علیہا السلام کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی اور قوم کی طرف سے طعن وتشنیع کا خوف دامن گیر ہوا تو بولیں یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَ کُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا کاش کہ میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی (اے اللہ تو نے مجھے موت دے دی ہوتی) اور آج میں بھولی بسری ہو چکی ہوتی۔ انکی اس درد بھری دعاء کو سن کر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کے سارے مسائل حل فرما دیے۔

(حضرت مریم علیہا السلام اگرچہ عورت ہیں۔ نبیہ نہیں ہیں تاہم اللہ تعالیٰ نے بڑے اہتمام کے ساتھ قرآن میں ان کا ذکر فرمایا ہے)۔

حضرت محمد ﷺ کی دُعاء:

پیغمبر آخرالزمان حضرت محمد ﷺ کے حالات و واقعات قرآن مجید میں اور احادیث شریفہ میں بکثرت موجود ہیں۔ آپ ﷺ پر جب بھی کوئی مشکل آئی آپ نے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ان الفاظ سے دعاء مانگیے۔ اَللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ

وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِکَ الْخَيْرُ اِنَّکَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورۃ آل عمران) اے سلطنت کے مالک! تو جس کو چاہے سلطنت دے دے اور جس سے چاہے چھین لے تو جسے چاہے عزت دے دے اور جسے چاہے ذلت دے دے۔ سب خیر و بھلائی محض تیرے ہاتھ میں ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

گرامی قدر سامعین! انبیاء کرام کی یہ دعائیں ہمارے لیے ایک نمونہ ہیں کہ جس طرح انہوں نے مصائب و بلیات میں بغیر کسی واسطہ اور وسیلہ کے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا ہمیں بھی انکے نقش قدم پر چلتے ہوئے خالص اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہیے۔

سورۃ انبیاء میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء کا ذکر فرمایا' انکے حالات و واقعات بیان فرمائے اور آخر میں ارشاد فرمایا اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَباً وَّ رَهَباً وَّ كَانُوْا لَنَا خَاشِعِيْنَ (سورۃ انبیاء) کہ بے شک یہ سارے نیکیوں میں سبقت کرنے والے اور ہمیں پکارنے والے تھے۔ امید بھی ہم سے رکھتے تھے اور خوف بھی ہم سے' اور وہ سب ہم سے ڈرنے والے تھے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں انبیاء کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے (آمین)

۱۶:- صراطِ مستقیم

(مسئلہ عبادت)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وُخَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْأَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعُرْبِ الْعَرْبَاءِ وَخَیْرُالْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اِیَّاکَ نَعْبُدُوَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اِھْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ الخ (سورۃ فاتحہ)

صدق اللہ العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم۔

گرامی قدر سامعین! ہر مسلمان ایک دن رات میں کم از کم چالیس مرتبہ اللہ کے حضور کھڑا ہو کر انتہائی عاجزی اور ذلت کے ساتھ اقرار کرتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُوَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ یہ اقرار کرنے کے بعد پھر وہ التجاء کرتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کہ اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔

بعض لوگ اسکا معنی کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں سیدھا رستہ دکھا۔ اگر آپ غور کریں تو راستہ دکھانے اور اس پر چلانے مین بڑا فرق ہے۔

توجہ فرمائیں! یہ شخص مسلمان ہے تو تب ہی مسجد میں آیا۔ ایمان و یقین کی دولت اسے نصیب ہے تو تب ہی پانچ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے مسجد میں حاضر ہوتا ہے۔ یعنی اس کا مسلمان ہونا ایک بدیہی امر ہے۔ پھر اس نے وضوء کیا' اللہ کے حضور کھڑا ہو گیا' اقرار کیا "اَللّٰہُ اَکْبَرُ" اللہ سب سے بڑا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید بیان کرتا ہے سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ الخ اسکی عظمت شان کا اقرار

کرتا ہے۔ غیر اللہ کی الوہیت سے انکار کرتا ہے۔ شیطان کو اپنا دشمن سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتا ہے اپنی قرأت کی ابتداء بسم اللہ سے کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یعنی تمام تعریفوں کے قابل اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہے: تمام جہانوں کا پالنے والا' روزی رساں' حاجت روا بھی اسی کو جانتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کو مانتا ہے۔ یعنی رَحْمٰن بھی اسی کو مانتا ہے اور رَحِیْم بھی اسی کو۔ اس میں اس کی سب سے بڑی رحمت نبوت و رسالت کا اقرار بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات پر سب سے بڑی رحمت یہ فرمائی کہ ہماری ہدایت کے لیے نبوت و رسالت کا نظام قائم فرمایا۔ پھر کہتا ہے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اس میں وہ قیامت کا اقرار کرتا ہے جنت وجہنم کو مانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا مالک بھی مانتا ہے۔ توحید و رسالت و قیامت تینوں کا اقرار ہو گیا۔ اب یہ اپنی نیاز مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیری عبادت کا سب سے اعلیٰ واکمل فرد استعانت بھی تجھ سے کرتے ہیں۔ یعنی عام حالات میں بھی تیری عبادت کرتے ہیں اور مشکل لمحات میں بھی تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔

عجیب تر بات یہ ہے کہ اتنا کچھ ماننے اور کرنے کے باوجود یہ شخص پھر بھی اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کرے کہ اے اللہ مجھے سیدھا راستہ دکھا! سوچنے کی بات ہے کیا اسے ابھی تک سیدھا راستہ نظر نہیں آیا؟ کیا وہ ابھی تک صراط مستقیم سے ہٹا ہوا ہے کہ وہ اس کی طلب کر رہا ہے؟ ہمارے خیال میں وہ سیدھے راستے پر ہے تو تب ہی مسجد میں آیا۔ وضو کیا' نماز کی نیت باندھی' عبادت شروع کی' خدا کی عظمت اور اپنی ذلت کا اعتراف کیا۔ پھر اس کے علاوہ کون سا سیدھا راستہ ہے جس کی وہ طلب کر رہا ہے۔

صراط مستقیم کیا ہے؟:

گرامی قدر سامعین! اس کا نہایت سیدھا سا اور مختصر جواب یہ ہے کہ دراصل یہ شخص اللہ تعالیٰ سے سیدھا راستہ دکھانے کی دُعاء نہیں کر رہا بلکہ وہ تو اس ذات عالی سے سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق مانگ رہا ہے۔ سیدھے راستے پر استقامت طلب کر رہا ہے۔ یعنی وہ یہ کہہ رہا ہے کہ اے اللہ! سیدھا راستہ تو مجھے نظر آ چکا ہے کہ یہی تیری بندگی اور عبادت والا ہے۔ اب اپنے فضل و رحمت کے ساتھ مجھے اس پر چلائے رکھ۔ قدم قدم پر میری مدد اور یاوری فرما۔ مجھے پھسلانے' درغلانے اور بہکانے کے لیے ہر ہر قدم پر دشمن جال پھیلائے کھڑا ہے۔ اس نے تو بڑی ڈھٹائی کے ساتھ اعلان کر رکھا ہے۔ لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ الخ (سورۃ اعراف) کہ میں صراط مستقیم پر گھات لگا کر بیٹھوں گا آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے حملہ کروں گا۔ دشمن خطرناک ہے اور نظر بھی نہیں آتا' حملہ بھی بڑا پیچیدہ اور سخت ہے۔ اس لیے اے اللہ! اپنے خصوصی فضل و رحمت کے ساتھ میری انگلی پکڑ کر مجھے منزلِ مقصود پر پہنچا۔

گرامی قدر سامعین! اب آپ بخوبی جان چکے ہیں کہ یہی اِیَّاکَ نَعْبُدُ والا راستہ سیدھا راستہ ہے اسکے علاوہ سیدھا راستہ کچھ نہیں۔

☆ قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے سیدھے راستے کی وضاحت کرتے ہوئے یہی حقیقت بیان فرمائی ہے۔ أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَن لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ وَأَنِ اعْبُدُونِي هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ (یاسین) کہ اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے یہ وعدہ نہیں لیا تھا کہ شیطان جو کہ تمہارا کھلا دشمن ہے اس کی عبادت نہ کرنا۔ اور صرف میری ہی عبادت کرنا یہی صراط مستقیم ہے۔

اس آیت کے ترجمہ پر غور فرمائیں یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ خالص خدا کی عبادت کرنا ہی صراط مستقیم ہے۔

☆ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی اعلان کروایا اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ (آل عمران) کہ لوگو میرا پالنہار اور تمہارا پالنہار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے لہذا اسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی یہ اعلان سورۃ مریم اور سورۃ زخرف میں بھی موجود ہے۔

اب یہ بات روز روشن سے زیادہ واضح ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرنا ہی سیدھا راستہ ہے جس پر استقامت کی ہم ہر نماز میں دعاء مانگتے ہیں۔

☆ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے اعلان کرایا۔ قُلْ اِنَّنِیْ ھَدَانِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَّ مَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ' قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (سورۃ الانعام) میرے پیغمبر اعلان فرما دیجیے کہ میرے پروردگار نے مجھے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے۔ وہ سیدھا راستہ کیا ہے ابراہیم علیہ السلام والا پکا اور سچا دین و مذہب ہے جو حنیف تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔ یہ بھی اعلان کر دیجئے کہ بے شک میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

اس آیت سے بھی یہ بات واضح ہے کہ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہی صراط مستقیم ہے۔

مسئلہ عبادت کی اہمیت:

یہ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ تخلیق جن وانس کا مقصد یہی ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (ذاریات) میں نے تمام جن و انس کو اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت اور چاکری کے لیے پیدا فرمائی اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا۔

انبیاءؑ کی دعوت:

اگر آپ غور فرمائیں تو تمام انبیاء کی دعوت کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ خالص خدا تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ اسی کو معبود اور الٰہ مانا جائے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (انبیاء) آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے گئے ان سب کی دعوت یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے پس اسی کی عبادت کرو۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل) یعنی ہم نے ہر امت اور ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نبی بھیجا۔ اور اس رسول کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ وہ لوگوں کو صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلائے اور جھوٹے معبودوں کی پرستش سے روکے۔

☆ آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے یہی مسئلہ بیان

فرمایا لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحاً اِلٰی قَوْمِہٖ فَقَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (سورۃ اعراف) کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

☆ حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت بھی یہی تھی وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا قَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (سورۃ اعراف) قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے قومی بھائی حضرت ہود کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے اپنی قوم کو یہی دعوت دی کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

☆ حضرت صالح علیہ السلام نے بھی یہی مسئلہ بیان فرمایا وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صَالِحًا قَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (اعراف) ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے قومی بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا انہوں نے بھی اپنی قوم کو یہی دعوت دی کہ عبادت صرف اللہ کی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا وَ اِبْرَاھِیْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ الخ (عنکبوت) ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے بھی اپنی قوم کو یہی دعوت دی کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو۔

☆ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی یہی دعوت دی وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (اعراف) یعنی ہم نے قوم مدین کی طرف ان کے قومی بھائی حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا تو انہوں نے بھی اپنی قوم کو یہی دعوت دی کہ اے میری قوم خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

☆ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنی اولاد کو اسی مسئلہ کی وصیت فرمائی۔ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ؟ اے میرے بیٹو!میری وفات کے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ بیٹوں نے جواب دیا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ آبَائِكَ ہم اسی اللہ کی عبادت کریں گے جس کی آپ نے اور آپ کے آباؤ اجداد نے عبادت کی ہے۔

☆ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ کے اندر اپنے قیدی ساتھیوں کے سامنے یہی مسئلہ بیان فرماتے ہیں مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ اِلَّآ اَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَ آبَاءُ كُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ (یوسف) خدا تعالیٰ کے سوا تم جن ہستیوں کی عبادت کرتے ہو وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ان کے لیے کوئی سند اور ثبوت نازل نہیں فرمایا۔ اس نے تو یہی حکم دیا ہے اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّآ اِيَّاهُ ذَالِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ کہ میرے سوا کسی عبادت نہ کرو یہی سیدھا اور مضبوط دین ہے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے نبوت کے لیے چن لیا تو پہلی وحی یہی فرمائی لَا اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ (طٰہٰ) کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس میری ہی عبادت کرنا۔ پھر آپ جانتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس جرأت و پامردی کے ساتھ فرعون کے دربار میں یہ دعوت دی۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ سن چکے ہیں کہ انہوں نے بڑے واشگاف الفاظ میں یہ مسئلہ بیان فرمایا وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ (مائدہ) کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

☆ خاتم الانبیاء سید الرسل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت بھی یہی تھی

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے بڑے واضح الفاظ میں آپ کو حکم دیا قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَا اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ (یونس) لوگو اگر تمہیں میرے دین کے بارے میں شک ہے تو میں بڑے واضح انداز میں اپنا دین بیان کرتا ہوں کہ میں ان ہستیوں کی عبادت سے انکاری ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ میں تو صرف اور صرف اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جس کے ہاتھ میں سب کی جان ہے۔

☆ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ اہل کتاب کو یوں خطاب کیجیے قُلْ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا الخ (آل عمران) اے اہل کتاب! ایک بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ تمہارے انبیاء کا بھی یہی مسئلہ تھا' میرا بھی یہی مسئلہ ہے۔ تمہاری کتابوں کے اندر بھی یہی حقیقت تھی میری کتاب کے اندر بھی اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ کریں۔

گرامی قدر سامعین! آپ کی اسقدر سمع خراشی اسی لیے کی جا رہی ہے کہ آپ کے قلب و ذہن میں مسئلہ عبادت کی اہمیت بیٹھ جائے کہ یہ مسئلہ معمولی مسئلہ نہیں ہے بلکہ انتہائی مرکزی مسئلہ ہے۔

عبادت کسے کہتے ہیں؟:

آپ یقیناً جاننا چاہیں گے کہ جب یہ مسئلہ اتنا اہم ہے تو ہمیں عبادت کی حقیقت کا بھی علم ہونا چاہیے۔ اگر اس کی لغوی تحقیق کی جائے تو یہ چیز سامنے آتی

ہے کہ عبادت کے اندر بنیادی طور پر دو باتیں ہوتی ہیں۔

ا) اپنی طرف سے انتہائی عاجزی، درماندگی، ذلت اور بے بسی کا اظہار کرنا۔

ب) اللہ تعالیٰ کی انتہائی عظمت، جلالت شان و کبریائی کا اقرار کرنا۔

یعنی جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو یہ دو چیزیں لازماً ہونی چاہییں انہی کی بنیاد پر وہ عمل عبادت کہلانے کا مستحق ہوگا۔

اصطلاحی معنیٰ:

عبادت کا اصطلاحی مفہوم علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مدارج السالکین میں بہت خوب بیان فرمایا ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک جامع مانع تعریف ہے۔ جس سے تمام اشکالات رفع ہو جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں اَلْعِبَادَةُ عِبَارَةٌ عَنِ الْاِعْتِقَادِ وَالشُّعُورِ بِاَنَّ لِلْمَعْبُوْدِ سُلْطَةً غَیْبِیَّةً (اَیْ فِی الْعِلْمِ وَالتَّصَرُّفِ) فَوْقَ الْاَسْبَابِ یَقْدِرُ بِهَا عَلَی النَّفْعِ وَالضَّرَرِ فَکُلُّ دُعَاءٍ وَّنِدَاءٍ وَّثَنَاءٍ وَ تَعْظِیْمٍ یَّنْشَاءُ مِنْ هٰذَا الْاِعْتِقَادِ فَهِیَ عِبَادَةٌ یعنی عبادت اس اعتقاد اور شعور کا نام ہے جس سے معبود کے لیے فوق الاسباب علم اور تصرف میں غیبی طاقت مانی جائے جس سے کہ وہ نفع اور ضرور پر قدرت رکھتا ہو۔ پس ہر دعاء، ہر نداء، ہر ثناء اور ہر تعظیم جو ان اعتقادات سے پیدا ہو عبادت کہلائے گی۔

یعنی جب کوئی شخص کسی کے لیے اپنے دل میں یہ دو عقیدے رکھ کر اس کی کوئی تعظیم کرے گا تو وہ اس کی عبادت بن جائے گی۔

۱) وہ غائبانہ یعنی مافوق الاسباب طور پر میرے تمام حالات سے باخبر ہے۔

۲) وہ مافوق الاسباب طور پر میرے حالات میں تصرف کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

پہلے عقیدے کو علماء کرام عالم الغیب ہونے اور دوسرے کو مختار کل ہونے سے تعبیر کرتے ہیں۔

اب خلاصہ یہ نکلا کہ کسی بھی ہستی کو عالم الغیب اور مختار کل جان کر اس کے لیے قیام کرنا۔ رکوع کرنا۔ سجدہ کرنا۔ قربانی دینا۔ نذر و نیاز دینا۔ حاجات میں اسے پکارنا اور سورنا یا کوئی اور تعظیمی کام بجالانا اس کی عبادت کہلائے گا۔ اگر یہ اعتقاد اللہ تعالیٰ کے بارے میں رکھ کر اس کو پکارا جائے یا اس کی صفت و ثناء کی جائے یا نذر و نیاز دی جائے' قیام کیا جائے یا رکوع' سجدہ کیا جائے یا دوزانو باادب بیٹھا جائے۔ طواف بیت اللہ کیا جائے یا تقبیل حجر اسود۔ یہ سب افعال خدا تعالیٰ کی عبادت بن جائیں گے۔

اور اگر یہی اعتقاد کسی پیر' فقیر' صحابی یا پیغمبر کے متعلق رکھ کر اس کو پکارے اس کے سامنے دوزانو بیٹھے اس کے سامنے قیام کرے' جھکے سجدہ کرے اس کی قبر کو بوسہ دے۔ اس کے نام پر خیرات کرے تو یہ سب افعال اس ہستی کی عبادت بن جائیں گے۔ اور عبادت کے متعلق ہم نے بنیادی بات کر دی ہے کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔ اگر معاذ اللہ کسی کی عبادت کی جائے گی تو شرک لازم آئے گا۔ اور نماز میں ہم نے جو اقرار کیا ہے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ اس کی نفی ہو جائے گی اور کلمہ طیبہ کا انکار ہو جائے گا۔

عبادت کی اقسام:

یہ دو عقیدے دل میں رکھ کر جتنے بھی تعظیمی کام کیے جائیں ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ سکتی ہے۔ علماء کرام نے ہماری سہولت کے لیے عبادت کی تین بنیادی قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ یہ اقسام انہوں نے اپنے طور پر نہیں بنائیں بلکہ قرآن و حدیث کے اندر ان کی طرف راہنمائی موجود ہے۔

عبادت عملی کی تین اقسام ہیں (۱) قولی عبادت یعنی جس کا تعلق زبان کے ساتھ ہو۔ (۲) فعلی عبادت جس کا تعلق بدن اور اس کے اعضاء کے ساتھ ہو

(۳) مالی عبادت، جس کا تعلق مال کے ساتھ ہو۔

نماز میں دوزانو بیٹھ کر جو دعاء ہم پڑھتے ہیں اس میں ان تینوں عبادات کا ذکر موجود ہے "اَلتَّحِيَّاتُ" یعنی قولی عبادات "اَلصَّلوٰتُ" یعنی بدنی عبادتیں "اَلطَّيِّبٰتُ" یعنی مالی عبادتیں نماز میں ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ اے اللہ میری تمام قولی عبادتیں، بدنی عبادتیں اور مالی عبادتیں صرف اور صرف تیرے لیے ہیں۔ نماز کی ابتداء میں بھی یہی اقرار کیا تھا اب انتہاء میں بھی یہی اعلان ہے۔

قولی عبادات میں حمد وثناء تسبیح وتہلیل، ذکر اذکار، سورو پکار وغیرہ شامل ہیں۔

فعلی یا بدنی عبادات میں قیام، رکوع، سجدہ، طواف، تقبیل حجر اسود، وغیرہ شامل ہیں۔

مالی عبادات میں قربانی، زکوٰۃ، صدقات، خیرات نذر ونیاز وغیرہ شامل ہیں۔

بعض عبادات ایسی بھی ہیں جو مرکب قسم کی ہیں یعنی قولی بھی ہیں اور بدنی بھی۔ جیسے نماز، اس میں زبان کو بھی دخل ہے اور دیگر بدن کو بھی۔ یا جیسے حج ہے اس میں تینوں قسمیں شامل ہیں زبان کو بھی دخل ہے، کہ اس سے تلبیہ اور دیگر دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ بدن کو بھی دخل ہے کہ اس سے حج کے افعال ومناسک بجالائے جاتے ہیں۔ مال کو بھی دخل ہے کہ اسے حج کے سفر میں خرچ کیا جاتا ہے اور قربانی وغیرہ دی جاتی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ قولی عبادات میں دعاء اور سورو پکار کو نمایاں مقام حاصل ہے اور اس پر زیادہ زور اسی لیے دیا جاتا ہے کہ اس کی خلاف ورزی بہت زیادہ ہو رہی ہے۔ بدنی عبادات میں سجدہ کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ اور اس کی خلاف ورزی بھی ہو رہی ہے۔ مالی عبادات میں نذر ونیاز اس لیے اہم ہے کہ عوام الناس اس میں بہت بڑے مغالطہ کا شکار ہیں اب فرداً فرداً ان تینوں کے بارے میں مختصر

عرض کیا جائے گا۔

نذرو نیاز کا مسئلہ:

اگر کوئی شخص مصیبت وغیرہ میں یوں کہے کہ اگر یہ مصیبت مجھ سے دور ہو جائے تو میں اللہ تعالیٰ کے نام پر اس کی رضاء وخوشنودی اور تقرب کے لیے ایک روپیہ دوں گا۔ یا کوئی جانور دوں گا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی نذر کہلائے گی اس کو منت اور نیاز بھی کہتے ہیں۔ اور اس قسم کی نذر ماننا عین توحید اور عبادت ہے۔ نذر دینے والے کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے حالات کو جانتا ہے اور میرے حالات کو بدلنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ اب یہی عقیدہ کسی پیر، فقیر، امام، پیغمبر، فرشتہ اور جن کے لیے رکھ کر اس کے تقرب وخوشنودی کے لیے کوئی چیز اس کے نام پر دے تو وہ غیر اللہ کی نذر بن جائے گی اور اس کا کھانا حرام ہو جائے گا۔

تمام فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اَلنَّذْرُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَاتَجُوْزُ لِغَيْرِ اللهِ کہ نذر ماننا عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کے لیے جائز نہیں ہے۔ اس لئے یہ بات ذہن میں رکھیں کہ آج کل قبروں پر جو چیزیں عوام الناس لے جاتے ہیں اکثریت کا یہی عقیدہ ہوتا ہے کہ قبر والا میرے حالات کو جانتا ہے اور میرے حالات کو بدل سکتا ہے اور اس عقیدے کے تحت وہاں جو چیز بھی لے جائی جاتی ہے وہ اس صاحب قبر کی نذر کہلائے گی اور غیر اللہ کی نذر ہونے کی وجہ سے اس کا کھانا حرام ہے۔

ارشاد ربانی ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ (سورۃ مائدہ) یعنی تم پر مردار، دم مسفوح، خنزیر کا گوشت اور وہ شئے جس پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے حرام ہے۔

ایصال ثواب اور نذر لغیر اللہ:

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ہم تو بزرگوں کو ایصال ثواب کرتے ہیں ہم نے جانور وغیرہ تو اللہ تعالیٰ کے نام پر دیا ہے۔ اگر واقعتاً یہی بات ہو کہ وہ شخص صاحب قبر کو یا اولیاء کرامؒ کو حالات جاننے والا اور حالات بدلنے والا نہ مانتا ہو یعنی انہیں عالم الغیب اور مختار کل نہ مانے' نافع وضار۔ عالم الغیب' مختار کل' سمیع وبصیر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو مانے اور اسی کے نام پر وہ چیز دے۔ پھر چاہے اس کا ثواب صاحب قبر کو پہنچائے یا اپنے ماں باپ کو۔ کسی زندہ کو پہنچائے یا مردہ کو۔ تو اس طرح دی ہوئی چیز حلال ہے۔ فقراء اور مساکین اس کو بڑی خوشی سے کھائیں۔

لیکن افسوس ہے کہ جب تحقیق کی جائے تو ننانوے فی صد عوام کا یہ عقیدہ نہیں ہوتا۔ عقیدہ وہی شرکیہ ہوتا ہے اس لیے ایسے اموال سے اجتناب اور سخت اجتناب چاہیے۔

سجدہ کا مسئلہ:

میں نے عرض کیا ہے کہ بدنی عبادات میں سجدہ کو انتہائی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن وحدیث میں جا بجا حکم دیا گیا ہے کہ سجدہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو کرنا چاہیے۔ سجدہ نام ہے کسی کی تعظیم کرتے ہوئے اپنے اشرف و اعلیٰ حصے یعنی چہرے کو زمین پر رکھ دینا وَضْعُ الْجَبْهَةِ عَلَى الْأَرْضِ۔

اب اگر سجدہ کرنے والے کا شرکیہ عقیدہ ہو یعنی وہ جس کے لیے سجدہ کر رہا ہے اسے مافوق الاسباب حالات جاننے والا اور حالات بدلنے والا مانتا ہو۔

یعنی عالم الغیب اور مختار کل مانتا ہو تو یہ سجدہ عبادت کہلائے گا جو صریح شرک ہے۔
اگر اس کے لیے یہ عقیدہ نہ ہو صرف اسکی تعظیم و عزت افزائی کے لیے چہرہ زمین پر رکھ دے تو یہ سجدہ تعظیمی کہلائے گا۔ یہ بھی شریعت محمدیہ میں غیر اللہ کے لیے حرام ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی سختی کے ساتھ اس سے منع فرمایا ہے۔ بلکہ خود اپنے لیے بھی اس کو روا نہ رکھا۔ حالانکہ آپ کی شان ہے ''بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر''۔

قبروں اور مزاروں پر سجدہ کرنے والے بعض جہلاء اس غلطی فہمی کا شکار ہیں کہ سجدہ تو تب بنتا ہے جبکہ ہم اس حالت میں باوضو ہوں۔ قبلہ کی طرف منہ ہو۔ اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہیں۔ جب ہمارے اندر یہ چیزیں نہیں پائی جاتیں تو پھر ہمارا یہ ماتھا ٹیکنا سجدہ نہیں کہلائے گا۔ اور ہمیں کسی قسم کا گناہ نہ ملے گا یہ بات مکرر عرض کی جا رہی ہے کہ سجدہ نام ہے ''چہرے کو تعظیم کے لیے زمین پر رکھ دینے کا۔

یہ بات تو سب کو مسلم ہے کہ کفار بتوں کو سجدے کیا کرتے تھے۔ ملکہ بلقیس اور اس کے عوام سورج کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ بعض قومیں آگ کو سجدہ کرتی ہیں۔ ہمارے پڑوسی ملک ہندوستان میں ہندو اپنے بتوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو سوچیے کیا وہ سجدہ میں باوضو ہوتے ہیں؟ ان کا منہ قبلے کی طرف ہوتا ہے؟ وہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھتے ہیں؟ جب وہ یہ کام نہیں کرتے صرف ماتھا ہی ٹیکتے ہیں تو قرآن و حدیث میں ان کے اس عمل کو سجدہ کیوں کہا گیا ہے؟ معلوم ہوا کہ محض ماتھا ٹیکنے (تعظیماً) کو سجدہ کہا جاتا ہے۔
سجدہ عبادت غیر خدا کے لیے شرک ہے۔ کرنے والا مشرک ہو جاتا ہے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور سجدہ تعظیمی غیر خدا کے لیے کرنے والا

انتہائی سخت گنہ گار ہے توبہ کرے استغفار کرے۔

دُعاء اور سوروپکار کا مسئلہ:

دعاء اور سورو پکار کے مسئلے کو محض قولی عبادت میں نمایاں حیثیت حاصل نہیں ہے بلکہ تمام عبادات میں ایک منفرد حیثیت حاصل ہے۔ عبادت کے تمام افراد میں سے یہ سب سے اعلیٰ فرد ہے۔

عبادت کا مغزاور خلاصہ:

حدیث پاک میں اسے تمام عبادات کا مغز اور خلاصہ فرمایا گیا ہے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ کہ دعاء تمام عبادات کا مغز اور نچوڑ ہے اس لیے حکم دیا گیا ہے فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (مؤمن) پس پکارو اللہ کو خالص کر کے عبادت اس کی۔ نیز فرمایا وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (سورہ جن) کہ یہ مساجد اللہ کے لیے ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملا کر کسی کو نہ پکارو۔

مشرکین مکہ کا شرک یہی تھا کہ وہ خالص خدا کو نہ پکارتے تھے خدا تعالیٰ کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی پکارتے تھے اسے ہی شرک کہا گیا ہے۔

افسوس اور صد افسوس کہ آج کل کے کلمہ گو نام نہاد مسلمانوں کی حالت بھی وہی ہے بلکہ ان سے بھی بدتر ہے وہ تو پھر بھی مشکلات اور سخت تکالیف میں خالص خدا کو پکارتے تھے اور کلمہ گو سخت سے سخت تکلیف میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَاءِ

هِمۡ غَافِلُوۡنَ (سورۃ احقاف) اور اس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا اس کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کو جواب نہ دے سکے اور وہ اس کی پکار سے بےخبر ہیں۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ارشاد فرمایا وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنۡفَعُکَ وَ لَایَضُرُّکَ (سورۃ یونس) اے پیغمبر! آپ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکاریں جو نہ تو آپ کو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان۔

انبیاء کرامؑ کا اسوہ حسنہ:

سورو پکار کے مسئلہ کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر انبیاء کرامؑ کی دعاؤں کو بیان فرمایا ہے۔ انبیاء کرام کی یہ دعائیں اور پکاریں ہمارے لیے ایک بہترین نمونہ ہیں کہ جس طرح انہوں نے مشکلات اور تکالیف میں بغیر کسی واسطہ اور وسیلہ کے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا۔ اسی سے مدد مانگی ہم بھی ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکاریں۔

(انبیاء کرام علیھم السلام کی یہ دعائیں مستقل عنوان سے اسی کتاب میں موجود ہیں)

آخر میں پھر یہ بات سمجھ لیں کہ نماز میں ہم اقرار کرتے ہیں اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ یعنی ساری عبادتیں تیرے لیے ہی کرتے ہیں۔ اور ساری عبادتوں کا مغز اور نچوڑ استعانت بھی تجھ سے کرتے ہیں۔ یہ اقرار کرنے کے بعد پھر ہم اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں اس پر استقامت اور پختگی نصیب فرما۔ اسی طرح پختگی عطاء فرما جس

طرح تو نے منعم علیہ لوگوں کو یعنی انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین کو عطا فرمائی۔ ہمیں یہود و نصاریٰ کے راستے سے بچا جو افراط و تفریط کا شکار ہو کر اس عہد پر قائم نہ رہ سکے اور بھٹک گئے۔

(اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر استقامت عطاء فرمائے۔ (آمین)۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کرے غیر گر بُت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر

گرے آگ پہ بہرِ سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مؤمنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

مزاروں پہ دِن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

۱۷:- تحقیق مِنْ دُونِ اللّٰہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَيْرُالْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ. أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذَالِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ. اِتَّخَذُوْا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوْا إِلَّا لِيَعْبُدُوْا إِلٰهًا وَّاحِدًا لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. (سورۃ التوبہ)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

گرامی قدر سامعین! عموماً جب شرک کی تردید کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کا مسئلہ برملا بیان کیا جاتا ہے اور غیر اللہ کی عبادت اور سوروپکار سے منع کیا جاتا ہے تو ایک طبقہ شرک کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور انکا سب سے بڑا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ شرک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی عبادت کی جائے۔ انکو سجدے کیے جائیں اور ان سے حاجات طلب کی جائیں۔

دیکھو! مشرکین مکہ تو بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ آپؐ نے آ کر انہیں بتوں کی عبادت سے منع فرمایا اور قرآن مجید کی وہ آیات جن میں غیر اللہ "من دون اللہ (اللہ کے ماسوا) کی عبادت و استعانت سے منع کیا گیا ہے اس سے مراد بت ہیں نہ کہ اولیائے کرامؒ وانبیائے عظامؑ۔ پھر آپؐ نے فتح مکہ کے موقع پر ان تمام بتوں کو توڑ دیا اور شرک کا خاتمہ کر دیا۔ اس لیے کوئی کلمہ پڑھنے والا مشرک کیسے ہو

سکتا ہے؟

ان کے سوال و اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ شرک تو یہ ہے کہ بتوں کی عبادت کی جائے۔ قرآن مجید میں من دون اللہ سے مراد بت ہیں۔ ہم بتوں کی تھوڑی ہی عبادت کرتے ہیں۔ ہم تو اولیاء اللہ اور انبیاء کرام کی تعظیم کررہے ہیں وغیرہ۔ آج کی مجلس میں ہم صرف اور صرف اسی اہم سوال کا جواب دیں گے۔

گرامی قدر سامعین! اولاً سوچیے یہ کیسا بچگانہ مغالطہ ہے۔ اس کا مطلب تو یہ بنا کہ بتوں کی عبادت اور سورو پکار تو نہ کی جائے کیونکہ یہ شرک ہے اور اسکے بالمقابل انبیاء و اولیاء کی سورو پکار کی جائے تو شرک نہ ہوگا۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کسی کی بھی عبادت کی جائے تو شرک لازم آئے گا۔

تردید شرک کے لیے تعمیم:

اگر آپ قرآن مجید کے اندر غور کریں تو یہ بات سامنے آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے شرک کی تردید نہایت تعمیم کے ساتھ کی ہے اور اس کے لیے "شَیْءٌ" کا لفظ بولا ہے اور "شَیْءٌ" کے مفہوم میں سب ماسوی اللہ داخل ہیں۔ ان آیات میں غور فرمائیں۔

ا) وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا (حج)

ب) قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا (نساء)

ج) إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا (ممتحنہ)

د) يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا (سورۃ نور)

ان تمام آیات میں شرک کی تردید کے لیے تعمیم کے طور پر اللہ تعالیٰ نے شَيْئًا کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میرے ساتھ بتوں کو شریک نہ کرو۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ میرے ساتھ کسی شَیْءٍ کو بھی شریک نہ کرو۔ اسی طرح

بعض مقامات پر لفظ "اَحَدًا" بول کر یہی بات بیان فرمائی ہے۔

ا) وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا (سورۃ کہف)

ب) لَنْ نُّشْرِکَ بِرَبِّنَا اَحَدًا (سورۃ جن)

ج) فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (سورۃ جن)

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو، کسی کی بھی سوروپکار نہ کرو۔ اگر فقط بتوں کی سوروپکار وعبادت سے منع کرنا مقصود ہوتا تو اللہ تعالیٰ لفظ اَحَدًا اِستعمال نہ فرماتے۔

قرآن خود تفسیر کرتا ھے:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ بعض مقامات پر اپنی تفسیر وتشریح خود ہی کر دیتا ہے۔ اَلْقُرْآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا دیکھیے مِنْ دُوْنِهٖ کی تفسیر وَقَالَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْشَاءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ (سورۃ نحل) اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ (عنکبوت) جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ من دون اللہ سے مراد بت ہیں انہیں غور کرنا چاہیے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے خود من دون اللہ کی تشریح "مِنْ شَیْءٍ" کے لفظ کے ساتھ فرمائی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی شے کی بھی عبادت اور سوروپکار نہ کرنی چاہیے۔

بُت کس کے؟

سامعین گرامی! پھر آپ اس بات پر بھی غور فرمائیں کہ مشرکین نے جو لکڑی، پتھر، سونے اور چاندی کے بُت بنا رکھے تھے وہ کن کے تھے؟ کونسی شخصیات کے تھے۔ ان کو ایک مخصوص شکل میں وہ کیوں ڈھالتے تھے۔ اگر وہ محض لکڑی کو

پوجنا چاہتے تو سامنے ایک بہت بڑی لکڑی رکھ کر پوجا شروع کر دیتے۔ محض پتھر کو پوجنا چاہتے تو سامنے پتھر کا ایک ٹکڑا رکھ لیتے۔ پہاڑ کو سامنے رکھ کر اس کی عبادت شروع کر دیتے۔ سونے اور چاندی کا ڈھیر لگا لیتے اور اس کی عبادت شروع کر دیتے۔ مگر وہ ایسا نہ کرتے تھے بلکہ ان کو گھڑ گھڑ کر اس کی ایک شکل بناتے تھے پھر اس کی عبادت کرتے تھے۔ اور وہ شکل بھی نیک لوگوں کی صالحین کی بناتے تھے۔ معلوم ہوا دراصل پوجتے وہ بھی بزرگوں کو تھے بت محض احضار ذہنی کے لیے سامنے رکھتے تھے۔

شرک کی ابتداء:

اگر آپ شرک کی ابتداء پر غور کریں تو آپ پر بتوں کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے قبل اس قوم میں پانچ نیک آدمی تھے۔ اتنے نیک کہ ان کو دیکھ کر خدا یاد آ جاتا تھا۔ قوم ان کا بے حد احترام کرتی تھی رفتہ رفتہ وہ پانچوں بزرگ فوت ہو گئے اور آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ قوم کو ان کی وفات پر بڑا صدمہ ہوا۔ پھر شیطان کی سازش سے انہوں نے ان پانچ بزرگوں کی شکل بنائی۔ پتھر کی مورتیاں بنائیں تا کہ ان کی شکل بوقت عبادت سامنے رہے اور دل اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لگا رہے۔ بعد ازاں ان کی تھوڑی بہت تکریم کرنا شروع کر دی اور پھر رفتہ رفتہ ان کی عبادت اور پوجا پاٹ شروع ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے الٰہ واحد کی عبادت کی دعوت دی تو قوم کے بڑے کہنے لگے لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا (سورۃ نوح) کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا ودؔ سواعؔ یغوثؔ یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا۔

گرامی قدر سامعین! سوچیے کیا شرک کی ابتداء پتھروں کی پوجا سے ہوئی؟ یا بزرگوں کی پوجا سے؟ اور سوچیے یہ پانچ نام کس کے تھے؟ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچا زاد بھائی حضرت سید نا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں اَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِیْنَ مِنْ قَوْمِ نُوْحٍ (بخاری شریف) کہ یہ پانچ نام جو قرآن میں بیان کیے گئے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک آدمیوں کے نام تھے۔ معلوم ہوا وہ محض پتھروں کے پجاری نہ تھے۔ پتھر سے بزرگ کی شکل بنا کر دراصل اس بزرگ کی عبادت کرتے تھے۔

حبشہ کا واقعہ:

پیغمبر علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت ام سلمہؓ کا واقعہ ہے وہ ہجرت کر کے حبشہ گئیں۔ وہاں عیسائیت کا مذہب تھا۔ وہاں انہوں نے عیسائیوں کا ایک کنیسہ (عبادت خانہ) دیکھا جس میں مختلف ہستیوں کی تصاویر تھیں۔ ایک دفعہ حضرت ام سلمہؓ نے اس کا ذکر آپؐ سے کیا کہ ہم نے اِس اِس طرح وہاں کنیسہ دیکھا اس میں اس قسم کی تصاویر تھیں۔

آپؐ نے اس کی وضاحت فرمائی اور ارشاد فرمایا اِذَا کَانَ فِیْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰی قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَّصَوَّرُوْا تِلْکَ الصُّوَرَ اُولٰئِکَ شِرَارُ خَلْقِ اللهِ (بخاری) کہ جب ان لوگوں کے اندر کوئی نیک آدمی وفات پا جاتا تھا تو وہ اس کی قبر پر عبادت گاہ بنا لیتے اور اس عبادت گاہ میں ان کی یہ صورتیں رکھ لیتے تھے۔

گرامی قدر سامعین! "اَلرَّجُلُ الصَّالِحُ" کے الفاظ پر غور کریں ثابت ہوا کہ عیسائی بھی درحقیقت پتھروں کو نہیں پوجتے بلکہ نیک ہستیوں کی عبادت کرتے ہیں۔ ہاں انکی یاد تازہ کرنے کے لیے تصاویر اور بت بنا لیتے ہیں۔

مشرکین مکہ کے معبود:

اسی طرح مشرکین مکہ محض پتھروں کی پوجا کرنے والے نہ تھے بلکہ وہ نیک ہستیوں انبیاء کرامؑ و اولیائے کرامؒ کی عبادت کرتے تھے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ وہ "لات وعزیٰ" کی عبادت کرتے تھے اَفَرَاَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی اُن کے بت بنائے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کَانَ اللّٰتُ رَجُلاً یَلِتُّ سَوِیْقَ الْحُجَّاجِ (بخاری) کہ لات ایک مہمان نواز شخص تھا جو حاجیوں کے لیے ستو بنایا کرتا تھا۔ اس کی اس مہمان نوازی کیوجہ سے اہل مکہ کے اندر اس کا مقام بڑھا اور انہوں نے اس کا بت بنا کر اس کی عبادت شروع کر دی۔ اسی طرح مفسرین کرام نے فرمایا ہے کہ عزیٰ ایک جنیہ تھی جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔ یہاں سے بھی واضح ہوا کہ درحقیقت وہ شخصیات کی عبادت کرتے تھے نہ کہ محض جمادات کی۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح فرمایا تو خانہ کعبہ کو بتوں اور تصویروں سے پاک فرمایا۔ یہ بت اور تصویریں وہ تھیں جن کی مشرکین مکہ عبادت کرتے تھے۔ حدیث شریف میں یہ بات آتی ہے کہ فَاَخْرَجُوْا صُوْرَۃَ اِبْرَاهِیْمَ وَ اِسْمَاعِیْلَ (بخاری) کہ خانہ کعبہ سے آپؐ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تصاویر نکالیں۔ معلوم ہوا وہ درحقیقت ان انبیاء کرامؑ کی عبادت کرتے تھے۔ اسی طرح ان کا ایک مشہور بت "ہبل" تھا یہ حضرت ہابیل علیہ السلام کا بت تھا۔ ان کی عبادت کیا کرتے تھے۔

اس کی مثال:

گرامی قدر سامعین! یہ بات بڑی اہم ہے ایک مثال سے سمجھئے۔ ایک

بوڑھی عورت ہے۔ اس کا ایک جوان بیٹا فوت ہوگیا۔ کہیں گم ہوگیا۔ لازمی بات ہے اس عورت کو اپنے بیٹے کے فراق کا بڑا غم ہے۔ ہر وقت اس کو یاد کرتی رہتی ہے۔ پھر اسے اپنے بچے کی تصویر اور فوٹو مل گیا۔ اب وہ اس فوٹو کو پیار کرتی ہے اسے چومتی ہے' اس کے ساتھ محبت کرتی ہے۔ اب بتایئے اس کا یہ سارا پیار اور محبت فوٹو کے ساتھ ہے یا بیٹے کے ساتھ؟ فوٹو تو محض ایک یادگار ہے درحقیقت وہ اپنے بیٹے کو پیار کر رہی ہے۔

اب اس کو دو طرح سے بیان کیا جا سکتا ہے (۱) کہ یہ بڑھیا بیٹے کے ساتھ محبت کرتی ہے۔ سامنے فوٹو ہے لیکن پیار کس سے کر رہی ہے۔ اپنے بیٹے سے۔ اگر اسے کسی اور شخص کا فوٹو دے دیا جائے تو اس کے ساتھ پیار و محبت نہ کرے گی۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ بڑھیا بیچاری بیٹے کے فراق اور محبت میں گھل رہی ہے۔ دیکھو یہ اپنے بیٹے سے کتنا پیار کرتی ہے۔

(۲) اگر ہم بنظر تحقیق دیکھیں تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ کہاں بیٹا کہاں یہ بوڑھی۔ اس کا پیار بیٹے تک تو نہیں پہنچتا۔ بیٹے کو تو اس پیار کی خبر بھی نہیں ہے۔ یہ تو بیچاری اس کاغذ اور سیاہی سے محبت کر رہی ہے' اسی سے پیار کر رہی ہے۔ اس لیے یوں کہنا بھی بجا ہوگا کہ محض کاغذ سے پیار و محبت کر رہی ہے کتنی پاگل ہے۔

اسی طرح مشرکین عرب کے لیے یوں کہنا کہ یہ لوگ بزرگوں کی عبادت کر رہے ہیں بالکل درست ہے کیونکہ ان کا مقصود تو بہر حال بزرگ ہی ہیں۔ اور چونکہ ان کی عبادت اور سورو پکار کی خبر ان بزرگوں تک نہیں پہنچتی اس لیے یوں کہنا بھی درست ہے کہ محض پتھروں کی مورتیوں کی عبادت کر رہے ہیں کیونکہ بظاہر معاملہ اسی طرح ہے۔

یاد رکھیے! تصویر کی عبادت کرنیوالا اپنے طور پر صاحب تصویر کی عبادت

کرتا ہے۔ قبر کو سجدہ کرنے والا اپنے طور پر صاحب قبر کو سجدہ کرتا ہے۔ گتے اور بانس کا مقبرہ بنا کر اس کی عبادت کرنے والا درحقیقت صاحب مقبرہ کی عبادت کر رہا ہے۔ ہم ان کی مزید تذلیل کے لیے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ دیکھو جی یہ ایک کاغذ کی عبادت کر رہا ہے۔ دیکھو جی یہ مٹی کے ڈھیر کو سجدہ کر رہا ہے۔ دیکھو جی یہ چند بانسوں اور گتوں کی عبادت کر رہا ہے۔

اس لیے مفسرین کرامؒ نے بعض مقامات پر من دون اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں تاکہ ان کی مزید تذلیل ہو جائے کہ ان کی عبادت پتھر تک محدود ہے صاحب تصویر کو پتہ اور خبر کوئی نہیں۔

ایک تیسری تعبیر بھی ہے۔ وہ بھی سمجھئے وہ یہ ہے کہ اگر مزید غور کیا جائے تو اس بڑھیا کا پیار و محبت نہ بیٹے تک پہنچا اور نہ ہی اس کاغذ اور گتے کو خبر ہے۔ دونوں کو اس کے پیار اور محبت کی خبر نہیں ہے۔ اس لیے ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو محض ہواؤں سے باتیں کر رہی ہے۔ یہ تو لاشئے (یعنی جو کچھ نہیں) اس کی عبادت کر رہی ہے اس کا پیار اور باتیں تو رائیگاں جا رہی ہیں۔ بالکل بے کار ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ کہ کافروں کی پکار رائیگاں ہے۔

گرامی قدر سامعین! اگر آپ تعبیر کے یہ تین انداز سمجھ چکے ہیں تو یقیناً آپ شرک کی حقیقت سے آگاہ ہو چکے ہیں۔ اس مثال پر علیحدگی میں بیٹھ کر خوب غور کریں تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔

قرآن مجید شاهد هے:

قرآن مجید کی متعدد آیات اس بات پر شاہد ہیں کہ مشرکین عرب نیک لوگوں ملائکہ، انبیاء کرام اور جنوں کو پکارتے تھے حالانکہ یہ بت نہیں ہیں۔ معلوم

ہوا کہ شرک محض بت پرستی کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ کے ماسوا جس کی بھی پرستش کی جائے گی شرک ہوگا۔

۱) وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُنِ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللهِ ذَالِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ الخ (سورۃ توبہ) یہودی کہتے ہیں کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ محض ان کے منہ کی باتیں ہیں پہلے کفار بھی اسی طرح باتیں بنایا کرتے تھے۔ یہ بھی ان کی روش پر چل رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو برباد کرے کہاں بہک رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے مولویوں، پیروں اور مسیح بن مریم کو اللہ کے ماسوا رب بنا رکھا ہے۔

اس آیت کے ترجمہ پر غور کریں۔ یہودیوں نے حضرت عزیرؑ کو اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور نائب بنایا اسی طرح انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو خدا کے سوا رب بنا لیا۔ کیا حضرت عزیرؑ حضرت عیسیٰؑ علماء اور مشائخ بت ہیں؟ اگر شرک فقط بتوں کی عبادت کا نام ہے اور من دون اللہ سے مراد فقط بت ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان ہستیوں کا ذکر یہاں کیوں کیا ہے۔ اور ان کی عبادت کرنے کو شرک سے تعبیر کیوں کیا ہے؟

۲) اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (سورۃ اعراف) بے شک تم جن کو پکارتے ہو وہ تمہاری طرح بندے ہی ہیں۔ تم ان کو پکارو اگر تم سچے ہو تو چاہیے کہ وہ تمہیں جواب بھی دیں۔

اس آیت میں من دون اللہ سے مراد ''عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ'' ہے یعنی تمہاری

طرح بندے ہیں۔ معلوم ہوا کہ شرک فقط بتوں کی عبادت کا نام نہیں ہے۔ اپنی طرح بندوں کو بھی اگر مافوق الاسباب پکارا جائے گا تو شرک لازم آئے گا۔

۳) وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَّ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (سورۃ النحل) اور جن لوگوں کو یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی تو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ وہ مردے ہیں زندہ نہیں ہیں اور انہیں یہ معلوم نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے۔

یہاں غور کریں تو بات بالکل واضح ہے کہ کیا یہ بتوں کی بات ہے؟ کیا بتوں نے دوبارہ اٹھنا ہے؟ کہ انہیں اپنے اٹھنے کی خبر نہیں ہے اٹھنا تو انسانوں نے ہے۔ معلوم ہوا یہاں بھی "مِنْ دُوْنِ اللهِ" سے مراد محض بت نہیں ہیں بلکہ انسان مراد ہیں۔

۴) وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (سورۃ سباء) اور جس دن وہ ان سب کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے سوال فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟ وہ کہیں گے تو پاک ہے۔ تو ہی ہمارا کارساز ہے بلکہ یہ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے اور اکثر انہی کو مانتے تھے۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے سوال کر کے اس بات کا اشارہ فرما دیا ہے کہ بعض لوگوں نے فرشتوں کی بھی عبادت کی۔ تو سوچیے کیا یہ فرشتے بت تھے؟ معلوم ہوا شرک فقط بتوں کی عبادت کا نام نہیں ہے۔

۵) قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ

اَیُّھُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَہٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ (سورہ بنی اسرائیل) مشرکو! جن لوگوں کو اپنا معبود سمجھتے ہو انہیں پکار کر دیکھو وہ تو تمہاری تکلیف کو ہٹا دینے یا بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ وہ لوگ جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ تو خود خدا کا تقرب حاصل کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں خدا کا زیادہ مقرب ہوتا ہے اور یہ لوگ اس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں۔

مفسرین کرامؒ نے ارشاد فرمایا ہے یہاں من دونہ سے مراد انبیاء کرامؑ اور اولیاءؒ ہیں۔ ظاہر ہے انبیاءؑ اور اولیاءؒ ہی خدا کو پکارا کرتے تھے نہ کہ بت۔ انبیاء اور اولیاء ہی خدا کا تقرب چاہتے تھے نہ کہ بت۔ انبیاء اور اولیاء ہی خدا کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے ترساں تھے نہ کہ بت۔ معلوم ہوا کہ مشرکین فقط بتوں کی عبادت کرنے والے نہ تھے بلکہ وہ انبیاءؑ اور اولیاءؒ کو سورتے اور پکارتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شرک فقط بتوں کی عبادت کا نام نہیں ہے۔ اگر انبیاء و اولیاء کو بھی پکارا جائے گا تو شرک لازم آئے گا۔

۶) وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَھُمْ وَ خَرَقُوْا لَہٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ (سورۃ انعام) اور ان لوگوں نے جنوں کو خدا کا شریک ٹھہرا لیا حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا اور بغیر کسی ثبوت کے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ مشرکین نے جنات کو بھی خدا کا شریک بنایا۔ معلوم ہوا شرک فقط بتوں کی عبادت کا نام نہیں ہے جنات کو بھی اگر مافوق الاسباب سورا اور پکارا جائے گا تو یہ بھی شرک ہو گا۔

۷) اِنَّہٗ کَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْھُمْ رَھَقًا (سورۃ جن) اور یہ کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے اور اس وجہ سے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ بعض لوگ جنات کی بھی عبادت کرتے تھے اور کرتے ہیں اور ان کی عبادت کرنا یا مافوق الاسباب انکی پناہ پکڑنا یہ بھی شرک ہے۔

۸) وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَقُوْلُ أَأَنْتُمْ أَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰؤُلَاءِ أَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ (سورۃ فرقان) اور جس دن اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کو اور ان ہستیوں کو جن کی وہ عبادت کرتے تھے جمع کرے گا اور پھر سوال فرمائے گا کہ کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا یہ خود راستے سے ہٹ گئے تھے۔

یہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا نیک لوگوں سے (اولیاء اللہ سے) سوال ہورہا ہے۔ اگر ان کی عبادت نہیں کی گئی تو ان سے سوال کیسا؟ اگر یہاں سے مراد اولیاء اللہ نہیں فقط بت ہیں تو کیا اللہ تعالیٰ قیامت والے دن پتھروں کو جمع کر کے سوال کرے گا؟ حشر تو انسانوں اور جنوں کا ہونا ہے نہ کہ پتھروں کا۔ معلوم ہوا کہ شرک صرف بتوں کی عبادت کا نام نہیں ہے اولیاء کی بھی عبادت کی جائے گی تو شرک لازم آئے گا۔

۹) وَإِذَا رَأَى الَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُوْنَ (النحل) اور جب مشرک لوگ اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے ہمارے رب! یہ ہمارے وہی شریک ہیں جن کو ہم تیرے سوا پکارا کرتے تھے تو وہ ان کے کلام کو مسترد کر دیں گے اور کہیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔

غور کریں! یہ سوال و جواب کن سے ہورہا ہے۔ کیا یہ بت ہیں؟ کیا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بتوں کو سامنے لائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ وہاں تو اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سامنے لائے جائیں گے اور ان سے بات چیت ہو گی

معلوم ہوا کہ شرک فقط بتوں کی عبادت اور سوروپکار کا نام نہیں ہے بلکہ انبیاء اولیاء کی عبادت بھی کی جائے تو شرک لازم آئے گا۔

۱۰) وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَاءُ كُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاءُ هُمْ مَّاكُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِيْنَ (سورہ یونس) اور جس دن ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر ہم مشرکوں سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہر جاؤ تو ہم ان میں جدائی ڈال دیں گے اور ان کے شرکاء ان سے کہیں گے کہ تم ہماری عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے۔ ہمارے اور تمہارے درمیان خدا تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے کہ ہم تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔

یہ بات چیت بھی اولیاء اللہ کر رہے ہیں' نیک لوگ کر رہے ہیں۔ غور کریں کیا یہ بت ہیں؟ بتوں کا حشر کیسے؟ پھر ان سے بات چیت کیسے؟ معلوم ہوا اگر اللہ کے ماسوا اولیاء اللہ کی عبادت بھی کی جائے تو شرک لازم آئے گا شرک فقط بتوں کی عبادت کا نام نہیں ہے۔

۱۱) وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَاءِ هِمْ غَافِلُوْنَ. وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِيْنَ (سورۃ الاحقاف) اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسی ہستیوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کا جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کی پکار سے بے خبر ہیں۔ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے انکار کر دیں گے۔

غور فرمائیں! کیا یہ بتوں کی بات ہے؟ کیا قیامت والے دن بتوں کو جمع کیا جائے گا؟ بلکہ یہ تو اولیاء اللہ اور صالحین کی بات ہے۔ معلوم ہوا اگر اللہ کے سوا

کسی کی بھی مافوق الاسباب سورو پکار کی جائے گی تو شرک لازم آئے گا شرک فقط بتوں کی سورو پکار کا نام نہیں ہے۔

۱۲) اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ (سورۃ فاطر) اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں اگر سن بھی لیں تو تمہاری پکار کو قبول نہ کر سکیں یعنی تمہارا کام نہ بنا سکیں۔ اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے۔ اور تمہیں خدا باخبر کی طرح کوئی خبر نہ دے گا۔

سوچیے! قیامت کے دن کون انکار کرے گا؟ کیا وہاں بت کھڑے ہونگے؟ بلکہ یہ تو صالح لوگوں کی بات ہے۔ معلوم ہوا خدا کے سوا جس کی بھی غائبانہ اور مافوق الاسباب سورو پکار کی جائے گا شرک لازم آئے گا۔

۱۳) وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ الخ (سورۃ مائدہ) یہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کا ذکر ہے۔ کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لینا؟۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سوال پر کانپ اٹھیں گے۔ ان کے وجود پر لرزہ طاری ہو جائے گا اور وہ اسی ایک سوال کا جواب پانچ وجوہ سے بیان کریں گے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔

ہمیں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بت ہیں؟ جن کو الٰہ بنایا گیا۔ اگر شرک فقط بتوں کے الٰہ بنانے کا نام ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیسا؟ معلوم ہوا کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ سے مراد بت ہیں اور شرک فقط بتوں کی پوجا پاٹ کا نام ہے ان کی بات سراسر غلط ہے۔ خدا

کے سوا جس کی بھی عبادت کی جائیگی شرک لازم آئے گا۔

بوقت وفات اعلان:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وفات کے وقت اعلان فرمایا لَعَنَ اللہُ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ مَسَاجِدًا کہ خدا تعالیٰ یہود و نصارے پر لعنت فرمائے جنہوں نے اپنے انبیاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہود و نصارے نبیوں کی عبادت کیا کرتے تھے ان کی قبروں پر سجدے کیا کرتے تھے اور یہ شرک ہے۔ اگر کسی کی بھی قبر کو سجدہ کیا جائے تو شرک لازم آئے گا۔

قبر بھی وثن ھے:

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفات کے وقت یہ دعاء بھی فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیَ وَثَنًا یُّعْبَدُ کہ اے اللہ میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی عبادت کی جائے۔

معلوم ہوا بتوں کی طرح لوگ قبروں کی بھی عبادت کرتے ہیں۔ اور جس طرح بت کی عبادت کی جائے صاحب بت کو خبر نہیں ہوتی اسی طرح قبر بھی بت کی مانند ہے اس پر بھی سجدہ کیا جائے' سوروپکار کی جائے' نذر ونیاز دی جائے صاحب قبر ان تمام اعمال سے بے خبر ہوتا ہے۔

بت کی عبادت کرنے والا اور قبر کو سجدہ کرنیوالا دونوں برابر ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس نے کھڑی پوج لی اور اس نے پڑی پوج لی۔ نظریہ دونوں کا ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے آمین۔

غور فرمائیں:

گرامی قدر سامعین! اگر آپ تحقیق کریں تو بات واضح ہو جائے گی کہ بتوں کو پوجنے والے بھی دراصل اس شخصیت کی عبادت کرتے ہیں جس کا وہ بت ہے۔ آپ سن چکے ہیں کہ مشرکین کے ایک بڑے بت کا نام ھبل تھا جو کہ حضرت ہابیلؑ کا بت تھا۔ اس طرح ہندوؤں کا ایک بہت بڑا بت برھما ہے۔ علماء نے تحقیق کر کے فرمایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بت ہے۔

اسی طرح بُدھ، کرشن، رام چندر، سیتا وغیرہ محض بت نہیں ہیں بلکہ شخصیات کے نام ہیں۔ اصل پوجا پاٹ ان شخصیات کی ہو رہی ہے۔

اسی طرح موجودہ دور کے مشرکین جو قبروں کو پوجتے ہیں اگر انہوں نے محض قبر کو پوجنا ہوتا تو کسی بھی قبر کو پوج لیتے۔ یہ بھی ایک خاص قبر پر حاضر ہوتے ہیں عام قبر پر نظر بھی نہیں ڈالتے۔ خاص قبر بھی کس کی؟ نیک آدمی کی، ولی اللہ کی، سلطان باہوؒ کی، علی ہجویریؒ کی، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وغیرہ۔ معلوم ہوا یہ بیچارے بھی قبر کو نہیں پوجتے دراصل قبر والے کو پوجتے ہیں۔

چونکہ ان کی سورو پکار صاحب قبر تک نہیں پہنچتی۔ صاحب قبر کو ان کے اعمال کی خبر نہیں ہوتی۔ ان کے اعمال کا بظاہر تعلق صرف قبر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے ہم ان کی تذلیل کرنے کے لیے، انہیں شرم دلانے کے لیے یوں بھی کہہ دیتے ہیں کہ تم قبروں کو پوجتے ہو۔ کبھی ہم کہہ دیتے ہیں کہ تم ولیوں کو پوجتے ہو۔ بات ایک ہی ہے تعبیر الگ الگ۔ انداز الگ الگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت عطا فرمائے۔ (آمین)

۱۸ :- حقیقت معجزہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهِ الْأَتْقِيَاءِ الَّذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ. أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَ الطَّيْرَ وَ كُنَّا فَاعِلِيْنَ. (سورۃ انبیاء)

صدق اللہ العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اصلاح خلق کے لیے انبیاء کرامؑ مبعوث فرمائے۔ اوران کی نبوت و رسالت کی تائید وتصدیق کے لیے ان کے ہاتھ پر معجزات بھی ظاہر فرمائے۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے یہ کوئی عام آدمی نہیں ہے بلکہ یہ خاص آدمی ہے۔ اسی لیے اس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ نے یہ نشانی ظاہر فرمائی ہے۔

معجزہ کا مفہوم:

معجزہ کا لفظ عجز سے نکلا ہے لغوی معنی ہے ''عاجز کر دینے والا'' یعنی وہ کام جس کے کرنے سے لوگ عاجز ہوں۔ اصطلاحاً ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ معجزہ خدا تعالیٰ کا وہ خرق عادت فعل ہے جو نبی کے ہاتھوں پر اس کی تائید ونصرت کے لیے ظاہر ہو۔

جب ایک پاکباز انسان نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنی ایک نسبت اور تعلق کا دعویٰ کرتا ہے۔ اب اس کے دعویٰ کی تصدیق کے لیے کوئی نشانی چاہیے کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس نبی کے ہاتھ پر کوئی ایسا خرق عادت (عادت اور روٹین کے خلاف) فعل ظاہر کر دیتے ہیں

جو کسی انسان کے بس میں نہ ہو۔ بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ہوا ہو۔ پس ایسے خدائی فعل کا نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہونا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اس مدعی نبوت کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات عالیہ کے ساتھ ضرور ہے اور اسی تعلق کو نبوت و رسالت کہا جاتا ہے۔

اس کی میں ایک سادہ سی مثال عرض کروں گا شاید میری مثال کی سادگی سے آپ حیران ہوں۔ بہرحال بات سمجھانا مقصود ہے ہمارے بچپن کے دور میں ہمارے والدین نے گھر میں بھینس پال رکھی تھی۔ ہم بعض اوقات اس کے لیے چارہ کسی زمیندار سے مانگ لیتے تھے۔ وہ کہہ دیتا تھا کہ ڈیرہ پر چلے جاؤ وہاں میرا نوکر ہوگا اسے میرا نام کر دینا وہ آپ کو چارہ کاٹنے دے گا۔ اس میں مشکل ہوتی کہ اگر نوکر کو اعتبار نہ آئے کہ انہیں ملک صاحب نے بھیجا ہے تو پھر ہم کیا کریں گے۔ اب ہم ملک صاحب سے کہتے چچا جان! کوئی نشانی دیں تا کہ نوکر کو اعتبار آ جائے کہ واقعی یہ ملک صاحب کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اب وہ ملک صاحب کوئی نہ کوئی ایسی نشانی دیتا جو دوسرے لوگ دینے سے عاجز ہوتے۔ بعض اوقات اپنا کوئی خاص کپڑا پگڑی، رومال وغیرہ دے دیتا۔ بعض اوقات اپنی کوئی راز کی بات بتا دیتا کہ نوکر سے کہنا کہ صبح ملک صاحب سے تیری فلاں بات ہوئی تھی۔ اور یہ بات ایسی راز کی ہوتی کہ کسی تیسرے شخص کو اس کا علم نہ ہوتا۔ پس اس طرح کی نشانی دینے سے اسے یقین آ جاتا کہ واقعی یہ بچے سچے ہیں انہیں ملک صاحب نے بھیجا ہے۔

پس سمجھ لیجئے کہ معجزہ بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خصوصی نشانی ہوتی ہے جس سے نبی کی صداقت واضح ہو جاتی ہے۔

معجزہ اور جادو میں فرق:

جادو ایک فن ہے جس کے اپنے اصول اور قوانین ہیں اگرچہ اس کے اسباب عام نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے تمام واقف کار اور فن دان ان اصول اور قوانین کو کام میں لا کر جس وقت چاہیں اس کا اظہار کر سکتے ہیں۔ ایک جادوگر اپنے شاگرد کو وہ باتیں بتا کر اسے بھی جادوگر بنا سکتا ہے۔ بخلاف اس کے معجزہ کسی اصول وقوانین پر مبنی نہیں ہوتا کہ ایک فن کی طرح سیکھا جا سکے اور نبی جس وقت چاہے اس کا اظہار کر سکے۔ بلکہ اس کا اظہار صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی قدرت سے ہوتا ہے۔

مشاہداتی طور پر ایک نمایاں فرق یہ بھی ہے کہ جادوگر کی عام زندگی بدعملی' بدکرداری اور ایذاء رسانی سے وابستہ ہوتی ہے۔ بخلاف نبیؑ اور رسولؐ کے کہ اس کی تمام زندگی صداقت وخلوص اور تقویٰ وطہارت سے عبارت ہوتی ہے۔ اس کا کریکٹر بے داغ اور روشن ہوتا ہے۔ وہ کسی کی ایذاء رسانی کے درپے نہیں ہوتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر معجزہ اور جادو میں مقابلہ آ جائے تو یقیناً معجزہ غالب رہے گا۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ سحر بھی مغلوب ہو جائے گا۔ (موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اس پر شاہد ہے)

معجزہ کا فاعل کون؟

یہ ایک بنیادی بات ہے جسے آج کی مجلس میں مجھے کھول کر بیان کرنا ہے کہ معجزہ کا فاعل کون ہوتا ہے؟ شرک کے شیدائی عموماً انبیاء کرامؑ کے معجزے بیان کر کے یہ غلط نتیجہ نکالتے ہیں کہ: دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کو یہ طاقتیں دے رکھی تھیں۔ اگر وہ یہ کام کر سکتے ہیں تو کیا فلاں کام نہیں کر سکتے؟ اسی طرح

کرامت کا حال ہے اولیاء کرامؒ کی کوئی کرامت بیان کر کے یہ غلط نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ فلاں ولی کو اتنی طاقت حاصل تھی۔ جب اس نے یہ کام کر لیا تو باقی کام بھی کر سکتا ہے عَلٰی ھٰذَا الْقِیَاس۔

یاد رکھیے! معجزہ کا فاعل صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اسی کی قدرت کاملہ اور اسی کی مشیت سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے وقوع میں نبی کا ذرہ برابر دخل نہیں ہوتا "ہاتھ نبی کا ہوتا ہے اور قدرت خدا کی ہوتی ہے"۔

بعض لوگوں نے یہ غلط سمجھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو ایک قدرت ودیعت کر دی ہے کہ وہ جب چاہے جو چاہے جس طرح چاہے اس طاقت کو بروئے کار لا کر کوئی خرق عادت کام کر دے۔ وہ لوگ یہ کہتے نہیں تھکتے کہ نبی مختار کل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار دے دیا ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور جب اس کی دلیل مانگی جائے تو معجزات کا بیان شروع کر دیتے ہیں۔ خوب سمجھ لیجئے نبی کے مختار کل ہونے والا یہ نظریہ سراسر غلط ہے آج کی مجلس میں بنیادی طور پر اس کی تردید مقصود ہے۔ خصوصاً معجزات کے حوالہ سے۔

قرآن گواہ ہے:

قرآن اس بات پر شاہد ہے کہ نشانیاں اور معجزے ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کسی نبی اور رسول کا کام نہیں ہے۔

(۱) وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (سورۃ مؤمنون) یعنی کسی رسول کی طاقت نہیں کہ وہ کوئی معجزہ لا سکے خدا تعالیٰ کی اجازت کے بغیر۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ نشانی اور معجزہ لانا کسی نبی اور رسول کے اختیار میں ہرگز نہیں ہوتا۔

۲) وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ

اِنَّمَا الْاٰیَاتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَمَا یُشْعِرُکُمْ اَنَّہَا اِذَا جَاءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ (سورۃ انعام)
وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی (معجزہ) آ جائے تو اس پر ضرور ایمان لائیں گے آپؐ فرما دیجیے کہ نشانیاں (معجزے) تو اللہ ہی کے قبضے میں ہیں۔ مسلمانو! تمہیں خبر نہیں کہ اگر ان کے پاس یہ نشانیاں آ بھی جائیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔

اس آیت میں وضاحت فرما دی گئی ہے کہ معجزہ لانا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

کفار کا مطالبہ:

بعض اوقات انبیاء کرامؑ سے کفار نے شدت سے مطالبہ کیا کہ ہمیں فلاں معجزہ دکھاؤ ہم تب ایمان لے آئیں گے۔ ان کے جواب میں انبیاء کرامؑ نے وضاحت فرما دی کہ معجزہ ظاہر کرنا ہمارے اختیار کی بات نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطَانٍ مُّبِیْنٍ (سورۃ ابراہیم) کفار نے انبیاء سے کہا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ جن چیزوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں ان سے روک دو۔ پس تم ہمارے سامنے کوئی کھلی دلیل (معجزہ) لاؤ۔ ان کے جواب میں انبیاء کرامؑ نے فرمایا وَمَا کَانَ لَنَا اَنْ نَّاْتِیَکُمْ بِسُلْطَانٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (سورۃ ابراہیم) کہ یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم خدا کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ دکھا سکیں۔

اسی طرح کفار مکہ نے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَاتٌ مِّنْ رَّبِّہٖ (سورۃ عنکبوت) یعنی کفار کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے (فلاں فلاں) معجزے اور نشانیاں کیوں نہیں نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں حکم دیا کہ آپ فرما دیں قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَاللّٰہِ وَ اِنَّمَا اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ کہ نشانیاں اور معجزات تو خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔ میں تو واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں اگر نشانیاں اور معجزے انبیاء کرام کے اپنے اختیار میں ہوتے تو وہ یقیناً یہ جواب نہ دیتے۔

معجزہ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ بیان فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ہم ہی اس کے فاعل تھے وَ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ وَکُنَّا فٰعِلِیْنَ (سورۃ انبیاء) اور ہم نے پہاڑوں اور جانوروں کو حضرت داؤد کا مسخر کر دیا تھا کہ وہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور ہم ہی اس کے فاعل تھے۔

یہاں وضاحت ہوگئی کہ معجزہ کا فاعل اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کے اندر پیغمبر علیہ السلام کے ایک معجزہ رَمْیُ الْحِجَارَۃِ کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (سورۃ انفال) کہ اے پیغمبر ﷺ جس وقت آپ نے کنکریاں پھینکی تھیں تو وہ آپ نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکیں تھیں۔

مطلب یہ ہے کہ بظاہر پھینکنے والے تو آپ تھے مگر اس کے اندر قوت میری کارفرما تھی۔ آپ کا کام تھا پھینکنا اور ہر ایک کافر کی آنکھ میں پہنچا دینا میرا کام تھا۔ قدرت و طاقت میری ہی تھی۔

قابل افسوس امر ہے کہ بعض کلمہ گو مسلمانوں نے اس آیت سے خدا اور رسول کا ایک ہونا ثابت کر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ درحقیقت خدا

تھے۔ بس جامہ بشری تھا۔ حقیقت میں خدا ہی تھے۔ یہ انتہائی نا سمجھی کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے کفریات سے محفوظ فرمائے۔

موسیٰ علیہ السلام بھاگ پڑے:

قرآن مجید کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء والا معجزہ بیان کیا گیا ہے۔ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَانٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ يٰمُوْسٰى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ (سورہ قصص) کہ ہم نے حکم دیا کہ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دو۔ جب آپ نے دیکھا کہ وہ حرکت کررہی ہے گویا کہ ایک تیز رو سانپ ہے تو آپ پیٹھ پھیر کر چل دیے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا پھر ہم نے کہا موسیٰ! آگے آ ؤ اور ڈرومت بے شک تم محفوظ رہو گے۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان کی لاٹھی سانپ کی شکل اختیار کرگئی تو وہ بے اختیار طبعی خوف میں مبتلا ہو گئے اور ڈر کر چل نکلے اور خوف وہراس کی وجہ سے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ڈریئے نہیں آگے آیئے اسے پکڑ لیجئے خُذْهَا وَلَا تَخَفْ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حفاظت وامن کی ضمانت دی۔ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ.

اگر معجزہ نبیؑ کے اختیار میں ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کو ڈر کر بھاگنے کی کیا ضرورت تھی؟ معلوم ہوا کہ معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جب جادوگروں سے مقابلہ ہوا آپ نے جب دیکھا کہ انکی رسیاں بانس وغیرہ سب سانپوں کی شکل میں نظر آ رہے ہیں۔ قرآن کہتا ہے وَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى (سورۃ طٰہ) کہ اسوقت حضرت موسیٰؑ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔

سوچیے! موسیٰ علیہ السلام کو خوف کا ہے کا تھا؟ علماء کرام نے بیان فرمایا

کہ خوف یہی تھا کہ جادو تو بعض اصولوں کے اپنانے کا نام ہے جو انہوں نے اپنا کر اپنا ''کمال'' دکھا دیا۔ برخلاف اس کے معجزہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ظاہر ہوگا' اس کی مشیت اور مرضی سے ظاہر ہوگا۔ کیا پتہ اب اللہ تعالیٰ میرا معجزہ ظاہر کرے یا نہ کرے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قُلْنَا لَاتَخَفْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ہم نے کہا ڈریے نہیں تم ہی غالب رہو گے۔

اس واقعہ سے بھی یہ ثابت ہوا کہ معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں آپ حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں غور کریں کہ ایک موقعہ تو وہ تھا کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کنعان کے کنویں میں اپنے باپ سے چند فرلانگوں کے فاصلے پر موجود تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام انکے فراق میں روتے رہے مگر انکو پتہ نہ چلا کہ میرا بیٹا تو فلاں کنویں میں موجود ہے اگر پتہ ہوتا تو یقیناً جا کر نکال لیتے۔

اور جب اللہ تعالیٰ بتانے پر آ گیا تو سینکڑوں میلوں سے یوسف کی خوشبو آنے لگی اور فرماتے ہیں اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ کہ آج مجھے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ سارا اختیار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے چاہے تو سینکڑوں میلوں کی خبر دے دے اور چاہے تو پڑوس کے کنویں کی خبر نہ دے۔

شیخ سعدیؒ نے اس حقیقت کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے۔

کسے پر سید زاں گم کردہ فرزند — کہ اے روشن گہر پیر خردمند
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی — چرا در چاہ کنعانش ندیدی
بگفت احوال مابرق جہان است — دمے پیدا دگر دم نہاں است
گہے بر طارم اعلیٰ نشیم — گہے برپشت پائے خود نہ بینیم

کہ کسی شخص نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے یہی سوال کیا کہ مصر سے آپ نے اپنے بیٹے کی خوشبو تو سونگھ لی مگر کنعان کے کنویں میں اسکی موجودگی کا پتہ آپکو کیوں نہ چلا؟ فرمانے لگے ہماری مثال کوندنے والی بجلی کی مانند ہے کہ وہ یکلخت چمک کر پھر بند ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالی اپنی قدرت کاملہ سے بعض اوقات پردے ہٹا دیتا ہے تو ہمیں بعض غیبوں پر اطلاع ہو جاتی ہے اور جب وہ پردہ ڈال دیتا ہے تو پھر وہی پرانی حالت ہو جاتی ہے۔ کبھی تو ہماری نظر ملاء اعلیٰ تک پہنچ جاتی ہے اور کبھی پاؤں کے نیچے کا حال تک معلوم نہیں ہوتا۔

گرامی قدر سامعین! یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ معجزہ ایک آنی اور وقتی چیز ہے۔ اللہ تعالی جب ظاہر کردے اسکی مرضی۔ وہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ اللہ تعالی اسکی طاقت اور اختیار نبی کو دے دے کہ وہ جب چاہے معجزہ ظاہر کرلے۔

سیدالانبیاء ﷺ کے معجزات:

یہ بات روز روشن سے زیادہ واضح ہے کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات تمام انبیاء کرامؑ کے معجزات سے زیادہ اور حیران کن ہیں۔ مگر یہ بات یاد رکھیں کہ باوجود اتنی شان کے آپؐ کو بھی ان کے ظاہر کرنے کا اختیار نہ تھا۔ آپؐ کے معجزہ اور عام عادی زندگی میں نمایاں فرق ہے۔

۱) پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء سے بارہا اشیائے خورد و نوش میں اللہ تعالی نے حیرت انگیز برکت فرمادی۔ حدیبیہ کے مقام پر انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوئے۔ ایک دفعہ ایک پیالہ دودھ سے ستر سے زائد اصحابؓ صفہ سیراب ہوئے۔ خندق کے موقع پر حضرت جابرؓ کے پانچ چھ آدمیوں کے لیے تیار کردہ کھانے میں آپؐ کی دعاء سے اتنی برکت ہوئی کہ یہ کھانا تقریباً پندرہ سو آدمیوں نے سیر ہو کر کھایا۔ یہ آنحضرت ﷺ کے معجزات تھے۔

دوسری طرف بعض اوقات آپؐ پر اتنے سخت فاقے آئے کہ کئی کئی ماہ تک آپؐ کے گھر میں چولہا نہ جلا۔ بعض اوقات آپؐ فاقہ سے بے چین ہو کر گھر سے بے وقت نکل پڑے۔ آپؐ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر افلاس کے ڈیرے ہیں۔ آپ کا دل کڑھتا ہے مگر تقدیر الٰہی کے آگے مجبور ہیں۔ یہ آپ کی عام عادی زندگی ہے۔

۲) مکان وزمان کے طے کرنے کا یہ عالم ہے کہ معراج کی رات آپؐ آناً فاناً مسجد اقصیٰ میں پہنچ گئے۔ پھر آسمانوں پر تشریف لے گئے حتیٰ کہ عالم بالا میں پہنچ گئے۔ اور پھر انہی لحات میں آپؐ واپس بھی تشریف لے آئے۔ یہ آپؐ کا معجزہ تھا۔

دوسری طرف یہ حالت ہے کہ ہجرت کے سفر میں کئی دن لگ گئے۔ پاؤں زخمی ہو گئے۔ اسی طرح غزوہ تبوک کے موقعہ پر بعض صحابہؓ کو محض اس لیے واپس کر دیا کہ ان کے لیے سواری کا انتظام نہ ہو سکا۔ یہ آپؐ کی عام عادی زندگی تھی۔

۳) آپؐ کے شفائے امراض کے معجزات زبان زد عام ہیں۔ غزوہ خیبر کے موقعہ پر حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی اور بیمار آنکھ میں لعاب دہن لگایا تو فوراً شفاء ہو گئی۔ ہجرت کی رات سیدنا صدیق اکبرؓ کی ایڑی پر لعاب دہن لگایا تو سانپ کے زہر کا اثر کافور ہو گیا۔ حضرت قتادہؓ کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا حتیٰ کہ ڈھیلا انکی ہتھیلی پر تھا آپؐ نے اللہ کا نام لیکر اسے پھر اپنی جگہ رکھ دیا اور وہ آنکھ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ یہ آپ کے معجزات تھے۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ خیبر میں کھائے جانے والے زہر سے مدت العمر متاثر رہے حتیٰ کہ وفات کے وقت بھی اسی زہر کا اثر محسوس ہوتا رہا۔

ایک دفعہ گھوڑے سے گرے ٹانگ مبارک زخمی ہوگئی۔ کئی دنوں تک صاحب فراش رہے۔ مرض الوفات میں بخار میں مبتلا رہے۔ یہ آپ کی عام عادی زندگی تھی۔

(۴) مکہ مکرمہ میں بیٹھ کر خفیہ مشورہ کرنے والے عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ کے خفیہ مشورہ کا علم ہو جاتا ہے۔ آپ فوراً عمیر بن وہب کے سامنے اس کے بنائے ہوئے سارے منصوبے کو طشت از بام کر دیتے ہیں۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ سیدنا حضرت عثمان غنیؓ مکہ مکرمہ میں زندہ سلامت موجود ہیں اور آپؐ چھ (۶) میل کے فاصلہ پر حدیبیہ کے مقام پر بیٹھ کر ان کے قصاص کے لیے صحابہ کرامؓ سے بیعت لے رہے ہیں۔ اور آپؐ کو انکے زندہ ہونے کا علم نہیں ہے۔ یہ آپ کی عام عادی زندگی تھی۔

(۵) حفاظت کا یہ عالم ہے کہ سفر ہجرت میں حملہ کرنے والے سراقہ بن مالک کا گھوڑا بار بار زمین میں دھنس جاتا ہے اور وہ آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ غزوہ اُحد میں آپؐ ابن قمیہ کے وار سے شدید زخمی ہو جاتے ہیں۔ ہونٹ کٹ جاتا ہے، دانت شہید ہو جاتے ہیں، چہرہ مبارک لہولہان ہو جاتا ہے۔ اور آپ غش کھا کر گر جاتے ہیں۔ یہ آپ کی عام عادی زندگی تھی۔

(۶) مدینہ منورہ میں بیٹھ کر آپؐ نے سینکڑوں میل دور قتل ہونے والے کسریٰ شاہ ایران کی موت کی خبر دے دی۔ کہ کسریٰ کو آج کی رات اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ مسجد نبویؐ کی خادمہ کا انتقال ہوگیا اور اس کی موت کا آپ کو پتہ نہ چل سکا۔ کئی دنوں کے بعد پتہ چلا تو صحابہ کرام کو تنبیہ

فرمائی اور فرمایا دُلُّوْنِی عَلٰی قَبْرِھَا اب مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ پھر صحابہ کرامؓ نے ساتھ جا کر اس کی قبر دکھائی تو آپؐ نے اس کے لیے مغفرت کی دعاء فرمائی۔ یہ آپ کی عام عادی زندگی تھی۔

۷) خندق کی کھدائی کے وقت آپؐ نے ایک پتھر کو ضرب لگائی تو اس میں سے چنگاری نکلی آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس میں سے ملک شام کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی اسی طرح چنگاری نکلی تو آپؐ نے فرمایا میں اس میں مدائن اور اسکے سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اسی طرح چنگاری نکلی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم میں صنعاء یمن کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں، یہ سب میرے لیے مفتوح ہو گئے۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ یہی خندق کا موقعہ ہے۔ دشمن خندق کے پار ڈیرے لگائے بیٹھا ہے اور آپ کو ان کے حالات کا علم نہیں ہے۔ آپؐ نے دشمن کے حالات معلوم کرنے کے لیے سخت سردی میں حضرت حذیفہؓ کو بھیجا اور فرمایا قُمْ یَاحُذَیْفَہُ فَأْتِنَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ اے حذیفہ جاؤ اور اس قوم کی جاسوسی کر کے آؤ، مجھے ان کے حالات سے باخبر کرو۔ یہ آپؐ کی عام عادی زندگی تھی۔

(۸) ایک سفر میں آپؐ کی اونٹنی گم ہو گئی۔ آپؐ کو سخت پریشانی لاحق ہوئی۔ صحابہ کرامؓ تلاش کے لیے نکلے۔ جگہ جگہ تلاش کیا مگر اونٹنی نہ ملی۔ ایک منافق نے طعنہ مارا کہ ہمیں تو یہ آسمانوں کی خبریں دیتے ہیں وَھُوَ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ نَاقَتُہٗ اور انہیں اپنی اونٹنی کا پتہ نہیں ہے۔ پھر آپؐ نے باعلام اللہ بتایا کہ میری اونٹنی فلاں وادی میں فلاں مقام پر کھڑی ہے۔ اس کی باگ ایک درخت کی ٹہنی کے ساتھ اٹک گئی ہے۔ صحابہ کرامؓ فوراً وہاں تشریف لے گئے اور اونٹنی لیکر آ گئے یہ آپ کا معجزہ تھا۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ ایک سفر میں حضرت عائشہؓ کا ہار گم ہو گیا۔ آپؐ نے تلاش کے لیے صحابہ کرامؓ کو روانہ فرمایا مگر ہار نہ ملا۔ نماز کا وقت تنگ ہو گیا۔ پانی وہاں موجود نہ تھا۔ صحابہ کرامؓ سخت پریشان ہوئے۔ جب پوری کوشش اور تلاش کے باوجود ہار نہ ملا تو آپؐ نے لاچار روانگی کا قصد فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب وہ اونٹ اٹھایا گیا جس پر میں سوار تھی تو ہار اس کے نیچے پڑا ہوا تھا۔ یہ آپ کی عام عادی زندگی تھی۔

(۹) ایک دفعہ ابوجہل بند مٹھی میں کنکریاں لیے حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر آپؐ خدا کے رسول ہیں تو بتایئے میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں بتاؤں یا وہ خود بولے، جو کچھ تیری مٹھی میں ہے؟ وہ کہنے لگا اگر خود یہ چیز بولے تو بڑی بات ہوگی۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائی تو ابوجہل کے ہاتھ میں بے جان کنکریاں کلمہ پڑھنے لگیں۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ آپؐ ساری عمر کوشش کے باوجود منت و سماجت کے باوجود اپنے چچا ابوطالب کو کلمہ نہ پڑھوا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرما دیا اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ کہ آپ جس سے محبت کرتے ہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔ یہ آپ کی عام مادی زندگی تھی۔

(۱۰) ایک دفعہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ کی ہدایت و ایمان کے لیے دعاء فرمائی۔ آپ کی دعاء اس طرح قبول ہوئی کہ فوراً جب حضرت ابوہریرہؓ گھر پہنچے تو ماں نے کلمہ پڑھ لیا اور مسلمان ہو گئی۔ ایک دفعہ بارش کے لیے دعاء فرمائی ابھی آپؐ نے ہاتھ اپنے چہرے پر نہیں پھیرے تھے کہ بارش برسنے لگی۔ آپؐ کی داڑھی مبارک سے بارش کے قطرے ڈھلکنے لگے۔ یہ آپ کا معجزہ

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ آپؐ نے چچا کے حق میں دعاء فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ اسی طرح عبداللہ بن اُبی کا جنازہ پڑھایا اس کی مغفرت کے لیے دعاء فرمائی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعاء کو قبول نہ فرمایا۔ یہ آپؐ کی عام عادی زندگی تھی۔

۱۱) ایک دفعہ خیبر کے موقعہ پر ایک یہودیہ عورت نے آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ آپ کو اس میں زہر کا پتہ نہ چلا۔ آپؐ نے بھی کھانا شروع کر دیا اور صحابہ کرامؓ نے بھی۔ یہ آپؐ کی عام عادی زندگی تھی۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ آپؐ نے اسی موقعہ پر فوراً صحابہؓ کو حکم دیا اِرْفَعُوا اَیْدِیَکُمْ کہ ہاتھ روک لو۔ پھر اس عورت کو بلوایا اس سے پوچھا کہ تو نے اس کھانے میں زہر ملائی ہے؟ اس نے اقرار کیا۔ اور پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا؟ آپؐ نے فرمایا مجھے اس گوشت نے خبر دی ہے جو میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

۱۲) بارہا آپؐ نے آسمانوں پر ہونے والے واقعات صحابہ کرامؓ کو بتا دیے۔ جنت و دوزخ کے حالات سے آگاہ فرما دیا۔ سینکڑوں میلوں پر ہونے والے واقعات سے صحابہ کرامؓ کو مطلع فرما دیا۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ عبداللہ بن اُبی آپ کے ساتھ ایک ہی قافلہ میں سفر کر رہا ہے۔ اس نے کچھ زہریلے جملے بول دیے۔ حضرت زید بن ارقمؓ نے آپؐ کو اس کے جملوں سے مطلع کیا۔ آپؐ نے حضرت زیدؓ کو جھوٹا قرار دیا اور آپؐ کو عبداللہ بن اُبی کے کلمات کا پتہ نہ چل سکا۔ یہ آپؐ کی عام عادی زندگی تھی۔

۱۳) ایک دفعہ آپؐ نے چاند کی طرف انگلی سے اشارہ کیا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سب لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ جنگ میں تلوار لیے کھڑے ہیں اب انگلی کے اشارے سے کافروں کے دوٹکڑے نہیں کر سکتے ورنہ تلوار کی کیا ضرورت تھی۔ یہ آپ کی عام عادی زندگی ہے۔

۱۴) بار ہا آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو ان کی موت اور شہادت کی اطلاع دے دی۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کو بتا دیا کہ کس حالت میں مریں گے۔ بدر کے دن زمین پر نشان لگا دیے کہ یہاں فلاں فلاں کفار مقتول ہونگے یہ سب آپ کا معجزہ تھا۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ آپؐ کو اپنی موت کے بارے میں علم نہیں ہے۔ فرمایا اِنّی لَا اَدْرِیْ مَا بَقَائِیْ فِیْکُمْ مجھے پتہ نہیں کہ میری کتنی زندگی باقی رہ گئی ہے۔ یہ آپ کی عام عادی زندگی تھی۔

۱۵) غزوہ موتہ میں ہونے والے واقعات آپ مدینہ منورہ میں بیٹھ کر یوں بیان فرما رہے ہیں گویا سب کچھ آپؐ کے سامنے ہو رہا ہے۔ فرماتے ہیں اب جھنڈا فلاں کے پاس ہے۔ اب وہ شہید ہو گیا اب جھنڈا فلاں نے لے لیا۔ اب یہ ہو گیا اب وہ ہو گیا وغیرہ۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔

دوسری طرف حالت یہ ہے کہ جوتے پہن کر جماعت کرا رہے ہیں جوتے میں لگی ہوئی نجاست کا آپ کو علم نہیں ہے۔ ایک دفعہ آپ کی چارپائی کے نیچے کتا گھس آیا آپ کو اس کا علم نہیں ہے۔ یہ آپ کی عام عادی زندگی تھی۔

اولیاء اللہ کا حال:

گرامی قدر سامعین! یہی حال اولیائے کرام کا ہے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ان کے لیے کوئی کرامت ظاہر فرما دیتا ہے بعض اوقات کرامت ظاہر نہیں ہوتی۔ ہر وقت ایک جیسا حال نہیں رہتا۔

☆ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ آپؓ نے مسجد نبوی میں کھڑے ہوکر ساریہ کے لشکر کو دیکھ لیا اور اسے ہدایات دیتے رہے۔ یہ آپؓ کی کرامت تھی۔

دوسری طرف یہی عمر فاروقؓ ہیں۔ مسجد نبویؐ کے محراب میں ان کا قاتل ابولولؤ چھپا ہوا ہے۔ آپؓ اسے نہ دیکھ سکے اور اس کے وار کا شکار ہو گئے۔ یہ آپؓ کی عام عادی زندگی تھی۔

☆ اسی طرح سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپؓ نے بڑی بہادری اور جرأت کے ساتھ خیبر کے دروازے کو اکھیڑ دیا۔ یہ آپؓ کی کرامت تھی۔

دوسری طرف یہی علیؓ ہیں۔ ایک دفعہ خشک روٹی کھا رہے ہیں اور وہ ان سے توڑی نہیں جا رہی۔ گھٹنوں کے اوپر رکھ کر زور لگا رہے ہیں۔ یہ آپؓ کی عادی زندگی تھی۔ کسی پوچھنے والے نے پوچھ لیا کہ ادھر تو خیبر کا دروازہ اکھیڑ دیا تھا اور ادھر ایک روٹی آپ سے نہیں توڑی جا رہی۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ وہ خدا کی قدرت تھی اور یہ میری ذاتی طاقت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں معجزات کی حقیقت سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہو جس میں عبادت کا دھوکا مخلوق کی وہ تعظیم نہ کر
جو خاص خدا کا حصہ ہے بندوں میں اسے تقسیم نہ کر

☆ ☆ ☆

۱۹:- سُورۃ اِخلاص

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْأَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ اَللّٰہُ الصَّمَدُ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ. (سورۃ اخلاص)

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید کی ایک چھوٹی سی سورت آپ کے سامنے تلاوت کی گئی ہے۔ اگر چہ یہ سورت بظاہر چھوٹی ہے مگر مضمون کی اہمیت کی وجہ سے انتہائی عظمت والی سورت ہے۔ اس کا مشہور نام سورۃ اخلاص ہے۔

مختلف نام:

قرآن مجید کی بعض سورتوں کے کئی نام ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس سورت کے اندر بہت سی خوبیاں اور صفات پائی جاتی ہیں۔ ہر ایک صفت کے اظہار کے لیے ایک نام رکھ دیا جاتا ہے۔ اصول ہے کَثْرَۃُ الْاَسْمَاءِ تَدُلُّ عَلٰی شَرَفِ الْمُسَمّٰی کہ ناموں کی کثرت اس چیز کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔

اس سورۃ کا مشہور نام "اِخْلَاص" ہے۔ اخلاص کا معنی ہے کہ خالص کرنا۔ یعنی اس سورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید خالص بیان فرما دی ہے۔ جس شخص نے اس سورت کو سمجھ لیا گویا اس نے خالص توحید کو سمجھ لیا اور وہ مخلص ہو گیا۔ اور اگر اس عقیدہ پر فوت ہو گیا تو جہنم سے خلاصی پا گیا۔

اس سورت کا ایک نام سورۃ "تَوْحِیْد" ہے کیونکہ اس میں توحید کا ذکر

ہے۔اس کا ایک نام سورۃ "نَجَاتٌ " ہے کہ اس کو سمجھنے اور ماننے سے نجات یقینی ہے۔اس کا ایک نام سورۃ "اَلْاَمَانْ" ہے یعنی اس کو پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کی امان اور حفاظت میں آ جاتا ہے۔اس کا ایک نام سورۃ "نُوْرٌ " ہے کہ اس کے سمجھنے اور ماننے سے دل و دماغ توحید الٰہی کے نور سے منور ہو جاتے ہیں۔اس کا ایک نام سورۃ "اَلْمُنَفِّرَہْ" ہے یعنی اس سورت کے پڑھنے سے شیاطین بھاگ جاتے ہیں۔ اس کا ایک نام "بَرَاءَۃٌ" ہے کیونکہ آپؐ نے فرمایا کہ جس نے سو (۱۰۰) بار سورۃ اخلاص پڑھ لی اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم کی آگ سے برأت لکھ دیتا ہے۔اس کا ایک نام "مَانِعَۃٌ" ہے کیونکہ اس کے پڑھنے والے سے قبر کا عذاب روک لیا جاتا ہے۔اس کا ایک نام "مُحْضِرٌ" ہے یعنی اس کی تلاوت کے وقت فرشتے اس کو سننے کیلئے حاضر ہو جاتے ہیں۔اس کا ایک نام "اَسَاسٌ" ہے یعنی یہ سورۃ پورے دین کی بنیاد ہے بلکہ آپؐ نے ارشاد فرمایا اُسِّسَتِ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُوْنَ عَلٰی قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ کہ ساتوں آسمان اور زمینیں قل ھو اللہ احد پر قائم ہیں۔

جنت میں داخلہ مل گیا:

کثرت اسماء کے علاوہ بھی اس سورت کے بہت سے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

حدیث شریف کی کتب میں ایک انصاری صحابی کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ آپؐ نے انہیں مسجد قباء میں امامت پر مامور فرمایا۔وہ جب بھی نماز میں سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورت ملا لیتے تو اس کے بعد سورۃ اخلاص ضرور پڑھتے۔نمازیوں کو ان کا یہ عمل بڑا عجیب لگا۔انہوں نے امام صاحب کو ٹوکا کہ آپ ایسا نہ کیا کریں۔امام صاحب نے جواب دیا کہ میں تو ضرور ایسا کروں گا۔کسی صورت میں

بھی سورۃ اخلاص کو نہ چھوڑوں گا۔ تمہاری مرضی مجھے امام رکھو یا نہ رکھو۔ میں امامت تو چھوڑ سکتا ہوں مگر سورۃ اخلاص نہیں چھوڑ سکتا۔ اِنْ اَحْبَبْتُمْ اَنْ اَؤُمَّكُمْ بِذٰلِكَ فَعَلْتُ وَاِنْ كَرِهْتُمْ تَرَكْتُكُمْ. جماعت کراؤں گا تو اسی طرح کراؤں گا اگر تم اس طریقہ کو ناپسند کرتے ہو تو تمہیں جماعت کرانا چھوڑ دوں گا۔

پھر ان نمازیوں نے اس ساری صورت حال سے پیغمبر علیہ السلام کو مطلع کیا۔ آپؐ نے اس امام کو بلوایا اور اس سے اس طرز عمل کی وجہ پوچھی۔ مَاحَمَلَكَ عَلٰى لُزُوْمِ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ. کہ ہر رکعت میں تو نے اس سورۃ کو کیوں لازم کر لیا ہے؟ تو امام صاحب نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ میں اس سورۃ سے از حد محبت کرتا ہوں لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت اور شان بیان کی گئی ہے۔ اس میں خدا کی توحید بیان کی گئی ہے۔ آپؐ اس کا یہ جواب سن کر از حد خوش ہوئے اور فرمایا اگر تجھے اس سورۃ سے محبت ہے تو سن لے پھر اللہ بھی تجھ سے شدید محبت رکھتا ہے۔ حُبُّكَ اِيَّاهَا اَدْخَلَكَ الْجَنَّةَ اس کی محبت نے تجھے جنت کے اندر داخلہ دے دیا۔

قرآن کا تیسرا حصہ:

اسی طرح حدیث پاک میں ایک اور واقعہ موجود ہے کہ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرامؓ کے جلو میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا۔ اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَقْرَأَ ثُلُثَ الْقُرْاٰنِ فِيْ لَيْلَةٍ کہ کیا تم میں سے کوئی یہ کر سکتا ہے کہ ہر رات میں قرآن کا تیسرا حصہ پڑھ لے۔ صحابہ کرامؓ بڑے حیران ہوئے اور عرض کرنے لگے اَيُّنَا يُطِيْقُ ذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسول بھلا ایسا کون کر سکتا ہے؟ اس کی طاقت کون رکھ سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فَاِنَّ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ثُلُثُ الْقُرْاٰنِ کہ یہ سورۃ اخلاص قرآن کا

تیسرا حصہ ہے جس نے اسے پڑھ لیا' گویا اس نے قران کا تیسرا حصہ پڑھ لیا۔

ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا مَنْ قَرَأَ بِقُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ فَكَاَنَّمَا قَرَأَ ثُلُثَ الْقُرْآنِ جس نے قل ہو اللہ احد پڑھ لی اس نے گویا قرآن کا تیسرا حصہ پڑھ لیا۔

تیسرا حصہ کیسے؟

علماء کرام نے بیان فرمایا ہے کہ اس سورت کو تیسرا حصہ کہنے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس میں بیان شدہ مضمون پورے دین کا تیسرا حصہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ بنیادی عقائد تین ہیں۔(۱) عقیدہ توحید۔ (۲) عقیدہ رسالت۔ (۳) عقیدہ قیامت۔ پورا قرآن مجید انہی تین عقیدوں کے گرد گھومتا ہے۔

چونکہ اس سورت میں عقیدہ توحید کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اس لیے جس نے اسے پڑھ لیا گویا اس نے تیسرا حصہ پڑھ لیا۔

جنّت واجب ہو گئی:

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے آپ نے سنا کہ ایک شخص سورۃ اخلاص پڑھ رہا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا "وَجَبَتْ، وَجَبَتْ" کہ اس پر واجب ہوگئی' اس پر واجب ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے سوال کیا یَا رَسُوْلَ اللهِ مَا وَجَبَتْ کیا چیز واجب ہوگئی؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس پر جنت واجب ہوگئی۔

☆ ایک اور حدیث پاک میں آپؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص اس سورت کو دس مرتبہ پڑھے گا بَنَی اللهُ لَهٗ قَصْرًا فِی الْجَنَّةِ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک محل تعمیر کر دے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ بات سنی تو

عرض کیا اِذاً نَسْتَکْثِرُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اے اللہ کے رسول! پھر تو ہم اسے اس تعداد سے بھی زیادہ پڑھیں گے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اَللّٰہُ اَکْثَرُ وَاَطْیَبُ کہ اللہ بھی اور زیادہ پھل عطاء فرمائے گا۔

☆ ایک حدیث پاک میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رات کو سوتے وقت اس سورت کو سو مرتبہ پڑھ لیا پھر اپنے بستر پر دائیں کروٹ سو گیا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص پر خصوصی رحمت وشفقت فرمائیں گے اور ارشاد فرمائیں گے یَا عَبْدِیْ اُدْخُلْ عَلٰی یَمِیْنِکَ الْجَنَّۃَ اے میرے بندے جنت کا دروازہ تیرے دائیں طرف کھلا ہے بلا جھجک داخل ہو جا۔

جنت کی من پسند حور سے شادی:

آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں کہ جو آدمی ان کو ایمان کے ساتھ کرے اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے اور اسے حکم ہوگا کہ جنت کی جس حور سے تیرا دل چاہے اسے حاصل کر لے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ (۱) ایک کام یہ کہ اپنے قاتل کو معاف کر دے۔ (۲) دوسرا کام یہ ہے کہ پوشیدہ قرض ادا کرے۔ (۳) تیسرا کام یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد دس مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ لے۔

یہ بات سن کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سوال کر لیا کہ اگر ان تینوں میں سے ایک کام بھی کر لیا جائے تو کیا پھر بھی یہی بشارت ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا' ہاں ہاں ان تینوں میں سے ایک عمل پر بھی یہی انعام ہے۔

اسمِ اعظم:

ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ ایک دفعہ مسجد میں داخل ہوئے۔ آپؐ نے

دیکھا کہ ایک شخص ان الفاظ کے ساتھ دعا مانگ رہا تھا۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاَنِّیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ آپؐ نے جب اس کی دعاء کے یہ الفاظ سنے تو انتہائی خوش ہوئے اور فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ سَاَلَهٗ بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِهٖ اَجَابَ. مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے اس کے اسم اعظم کے ذریعے دعاء مانگی ہے اور اسم اعظم کی یہ شان ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ سے اس کے ذریعے سوال کیا جائے تو وہ عطاء فرما دیتا ہے اور جب بھی اس کے ذریعے دعاء کی جائے تو وہ قبول کر لیتا ہے۔

شانِ نزول:

اس سورت کے شان نزول کے حوالے سے کتب تفسیر و حدیث میں بہت سی روایات ملتی ہیں۔ جن میں تقریباً ایک ہی بات کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ کسی موقعہ پر کفار اور مشرکین نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ سوال کیا کہ آپ ہمیں جس معبود کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں بھلا اس کا حسب ونسب تو بتائیے۔ اس کے آباؤ اجداد کا تعارف کرائیے۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ملائکہ کو نور سے' آدم کو مٹی سے' ابلیس کو آگ سے' آسمان کو دھوئیں سے اور زمین کو پانی کی جھاگ سے بنایا گیا ہے۔ ذرا یہ تو بتائیے کہ آپ کا رب کس چیز کا بنا ہوا ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ لوہے کا ہے یا پیتل کا؟ ہمیں ہر لحاظ سے اس کا تعارف کرائیے کہ وہ کیا ہے؟ کیسا ہے؟

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ یہ سوالات کتنے گستاخانہ ہیں! حق تو یہ بنتا تھا کہ ایسے سوالات کرنے سے ان پر فوراً غضب الٰہی نازل ہوتا۔ مگر

چونکہ سوال اللہ تعالیٰ کے تعارف و معرفت کے متعلق تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے خصوصی رحمت فرماتے ہوئے اس کا جواب دیا اور جواب بھی انتہائی جامع اور مختصر۔ صرف چار چھوٹی چھوٹی آیات ہیں۔ قریباً ڈیڑھ سطر ہے۔

جامعیّت:

اللہ تعالیٰ کے اس جواب میں اتنی جامعیت ہے کہ قیامت تک آنے والے تمام مشرکین ملحدین اور کفار کے لیے اس میں جواب ہے اور ان کے باطل نظریات کا مکمل رد کر دیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے بارے میں عجیب وغریب نظریے رکھنے والے کتنے فرقے گزر چکے ہیں اور کتنے ہی قیامت تک نئے پیدا ہوں گے۔ نئے نئے سوالات جنم لیں گے۔ نئے نئے نظریے اور فلسفے قائم کئے جائیں گے۔ یہ سورت اتنی جامع ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ کے متعلق ہر شبہے اور ہر باطل نظریے کا بطریق احسن جواب دے دیا گیا ہے۔

اعلان فرما دیں:

اس سورت کی ابتداء اللہ تعالیٰ نے لفظ "قُلْ" سے فرمائی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں بھی یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی اہم اور زوردار اعلان کروایا ہے۔ تاکہ لوگ اس اعلان کی اہمیت سے آگاہ ہو کر آپ کی بات کو سچ مان لیں۔ یہاں بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی بیان کرنا مقصود تھی اس لیے لفظ "قُلْ" استعمال کیا گیا ہے۔

دہریّت کا رد:

دنیا کے اندر بعض ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کو دہریہ یا مادہ پرست کہا جاتا ہے۔ ان کا نظریہ یہ ہے کہ ان کا کوئی خالق نہیں ہے۔ کائنات کی تمام چیزیں خود

بخود بن گئی ہیں اور انہوں نے خود ہی مختلف قسم کی شکلیں اختیار کر لی ہیں۔ نہ کوئی ان کو جوڑنے والا ہے اور نہ بنانے والا۔ اس قسم کا نظریہ کفر کی بدترین قسم ہے۔ اور اس کو تسلیم کرنے والے اگر چہ اپنے آپ کو انتہائی زیرک اور عقل مند سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں ان سے بڑا بے وقوف کوئی نہیں ہے۔ جب کائنات کی ایک چھوٹی سے چھوٹی چیز بغیر بنانے والے کے نہیں بن سکتی۔ بھلا اتنا بڑا جہان بغیر کسی بنانے والے کے کیسے بن گیا۔

آپ نے امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ سنا ہوگا کہ جب ان کا ایک دہریے سے مناظرہ اور مباحثہ طے ہوا۔ امام صاحب جان بوجھ کر مقررہ وقت سے لیٹ پہنچے۔ دہریے نے بڑا شور مچا رکھا تھا کہ مسلمانوں کا اتنا بڑا عالم میدان مناظرہ میں نہیں آ سکا۔ اور راہ فرار اختیار کر چکا ہے۔ مسلمان اس صورت حال سے سخت پریشان تھے کہ اچانک امام صاحب تشریف لے آئے۔

دہریے نے سب سے پہلا سوال یہی کیا کہ آپ اتنی دیر سے کیوں آئے؟ آپ نے جواب دیا کہ دراصل مجھے دریا پار سے آنا تھا جب میں دریا کے کنارے پہنچا تو وہاں کوئی کشتی وغیرہ موجود نہ تھی۔ میں سخت پریشان کھڑا تھا کہ اچانک دریا کے کنارے لگے ہوئے درخت چرنا شروع ہو گئے اور آناً فاناً وہ پھٹے جڑتے چلے گئے اور خود بخود ایک خوبصورت کشتی تیار ہو گئی۔ اور میں اس کشتی کے اندر بیٹھ گیا۔ میں تو کشتی چلانا جانتا نہ تھا وہ کشتی خود بخود چلنے لگی' اس کے چپو ہلنے لگے خود بخود دریا کی موجوں کا مقابلہ کرتی ہوئی کنارے آ لگی اور میں اس سے اتر کر یہاں آ گیا۔ بس اسی وجہ سے کچھ دیر ہو گئی۔

دہریے نے اس بات کا بے انتہاء مذاق اڑایا کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ بغیر کسی مستری اور ترکھان کے کشتی بن جائے۔ اور پھر بغیر کسی ملاح کے چل

پڑے۔ امام صاحب نے فرمایا مناظرہ ختم ہوگیا۔ جب ایک کشتی بغیر بنانے والے کے نہیں بن سکتی اور بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتی تو اتنا بڑا جہان جو لاکھوں کروڑوں سالوں سے بنا ہوا ہے اور پھر منظم طریقے سے چل رہا ہے۔ یہ کیسے بغیر بنانے والے کے بن سکتا ہے؟ اور کیسے بغیر چلانے والے کے چل سکتا ہے؟ امام صاحب کا یہ جواب سن کر دہریہ ششدر رہ گیا اور اسی بات پر مناظرہ ہار گیا۔

☆ اسی طرح کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بوڑھی عورت چرخہ کات رہی تھی اور اللہ کا ذکر بھی کر رہی تھی۔ ایک دہریے نے جب دیکھا کہ بوڑھی عورت ہے پڑھی لکھی نہیں ہے، بڑا خوش ہوا کہ بڑا اچھا شکار ہاتھ آ گیا ہے۔ میں اس کو بہکاؤں گا۔ چنانچہ بوڑھی کے پاس آ کر کہنے لگا اماں جی؟ آپ خدا تعالیٰ کو یاد کر رہی ہیں کیا آپ کے پاس خدا تعالیٰ کے وجود کی کوئی دلیل بھی ہے؟ اگر کوئی عقلی دلیل ہے تو پیش کریں۔

بوڑھی اگرچہ بالکل دینی اور دنیاوی علوم سے بے بہرہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد فرمائی اور اس نے جواب دیا کہ اس کی موجودگی پر میرا چرخہ دلیل ہے۔ وہ بولا یہ کیسے؟ بوڑھی نے جواب دیا کہ یہ ایک چھوٹی سی اور انتہائی سادہ مشین ہے، جو چند سوکھی لکڑیوں کا مجموعہ ہے، میری ساری عمر کا تجربہ ہے کہ جب تک میں اسے نہ چلاؤں یہ نہیں چلتا۔ جب یہ چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتا تو اتنا بڑا نظامِ کائنات بغیر چلانے والے کے کیسے چل سکتا ہے؟'

دہریہ کھسیانا سا ہوگیا اور کہنے لگا چلو یہ بات تو ہوگئی مگر آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے کہ چلانے والا ایک ہی ہے۔ وحدہ لاشریک ہے اس کائنات کے نظام کو چلانے والے زیادہ بھی تو ہو سکتے ہیں۔ اس کی وحدانیت کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ بوڑھی کہنے لگی اس کی دلیل بھی میرا یہ چرخہ ہے۔ کہ جب میں

یہ چرخہ چلا رہی ہوتی ہوں اگر کوئی چھوٹا سا بچہ (میرا کوئی پوتا یا نواسا) اس کو آ کر ہاتھ لگا دے یا اس میں دخل اندازی کرے تو اس کا نظام بگڑ جاتا ہے۔ اس کی دخل اندازی اور شرکت سے چرخے کے نظام میں خلل آ جاتا ہے۔

کائنات کا اتنا بڑا نظام جو لاکھوں سالوں سے پورے منظم اور محکم انداز میں چل رہا ہے یہی اس بات کی دلیل ہے کہ چلانے والا بھی ایک ہی ہے۔ جو بلا شرکت غیرے چلا رہا ہے۔ دہریہ یہ جواب سن کر اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس حقیقت کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا فَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (سورۃ انبیاء) کہ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا زمین و آسمان میں کوئی اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں عرش کا رب ان سے پاک ہے۔

سورۃ اخلاص کے پہلے حرف "هُوَ" میں دہریت کا رد ہے کہ وہ ذات "ہے" موجود ہے یہ ضمیر اسی لیے لائی گئی ہے کہ وہ موجود ہے۔ وہ ایسا موجود ہے کہ قبل از ضمیر اس کا ذکر کریں یا نہ کریں وہ بہر حال موجود ہے۔

فلاسفہ کا رد:

بعض لوگ فلاسفہ کہلاتے تھے ایسے لوگ یونان اور روم میں تھے آج کل یورپ میں بکثرت ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے تو قائل ہیں مگر اس کی کسی صفت کے قائل نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں ان کا بھی رد فرمایا ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے "اَللّٰہُ" کا لفظ بولا ہے کیونکہ اس لفظ میں تمام کمالات صفات اور خوبیاں جمع ہیں۔

قران مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَالِمُ

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. هُوَاللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. هُوَاللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَافِي السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الحشر)

کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کو جاننے والا ہے۔ وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ بادشاہ ہے۔ پاک ذات ہے۔ ہرعیب سے سالم اور سلامتی دینے والا ہے امن دینے والا ہے۔ نگہبان ہے۔ غالب ہے زبردست ہے بڑائی والا ہے۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔ اللہ وہ ہے جو تمام مخلوق کا خالق ہے ایجاد واختراع کرنے والا ہے صورتیں بنانے والا ہے۔ اس کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں۔ جتنی چیزیں آسمان وزمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

تو یہاں "هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ذاتی نام بول کر گویا ان تمام صفات کو اس میں سمو دیا۔ تو لفظ "اَللّٰہ" بولنے سے ان فلاسفہ کا رد ہو گیا جو صفات الٰہی کے منکر ہیں۔

ثنویہ کا رد:

بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو متعدد خداؤں کے قائل ہیں۔ بعض فرقوں کا یہ خیال ہے کہ خدا دو ہیں۔ نیکی کا الگ ہے اور بدی کا الگ ہے۔ (یزداں اور اہرمن) اسی طرح کے خیالات مجوسیوں کے بھی ہیں۔ عیسائی تثلیث کے قائل ہیں کہ تین الٰہ ہیں۔ مشرکین مکہ بھی متعدد الٰہوں کے ماننے والے تھے۔ ان کا مقولہ ہے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا کہ کیا اس نبی نے سب الٰہوں کی بجائے ایک الٰہ

بنالیا ہے؟

لفظ "اَحَدٌ" میں اللہ تعالیٰ نے ان تمام فرقوں کا رد کر دیا جو تعدُّد الٰہ کے قائل ہیں۔

احد اور واحد کا فرق:

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے "وَاحِدٌ" کی بجائے "اَحَدٌ" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ واحد کا لفظ ان چیزوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے جو اپنے اندر کثرت کا امکان رکھتی ہوں مثلاً ایک قوم ایک جہان ایک ملک ان سب کو واحد کہتے ہیں حالانکہ ان میں بے شمار کثرتیں ہیں۔ قوم تو ایک ہے مگر اس میں افراد بے شمار ہیں۔ جہان تو ایک ہی ہے مگر اس میں بے شمار ممالک ہیں۔ ملک تو ایک ہی ہے مگر اس کے اندر بہت سے شہر ہیں۔ لیکن اَحَدْ کا لفظ صرف اس ذات کے لیے بولا جاتا ہے جو ہر لحاظ سے ایک ہو جس میں کسی قسم کی کثرت نہ پائی جاتی ہو۔ تو اَحَدْ کا معنی بن گیا کہ وہ یکتا اور نرالا ہے۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں اس ایک جملہ "هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" کے تین کلمات ہیں اور تینوں کلمات سے تین فرقوں کا رد ہو گیا ہے؟ (۱) دہریہ کا۔ (۲) فلاسفہ کا۔ (۳) ثنویہ کا۔

عجز اور بے چارگی کے قائل:

دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عجز اور بے چارگی کے قائل ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کام کے کرنے کے لیے اسباب کا محتاج ہے۔ بغیر اسباب کے وہ کیسے کام کر سکتا ہے؟ دوسرے جملہ "اَللّٰهُ الصَّمَدُ" میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد فرما دیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ

بے نیاز اور بے پروا ہے۔ اس کی تو شان ہے اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورۃ یس) کہ وہ جب بھی کسی کام کا ارادہ کرے تو صرف کن کہے تو وہ کام ہو جاتا ہے۔

صَمَد کا معنیٰ:

علماء کرام اور مفسرین عظام نے اس لفظ کو سمجھانے کے لیے مختلف معانی بیان فرمائے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں اَلَّذِیْ یُصْمَدُ اِلَیْهِ الْخَلَائِقُ فِیْ حَوَائِجِهِمْ وَ مَسَائِلِهِمْ کہ صمد وہ ذات ہے کہ ساری مخلوق اپنی حاجات اور مسائل میں اسکی طرف محتاج ہو۔

هُوَ السَّیِّدُ الَّذِیْ كَمُلَ سُؤْدَدُهٗ وَالشَّرِیْفُ الَّذِیْ قَدْ كَمُلَ فِیْ شَرَفِهٖ وَالْعَظِیْمُ الَّذِیْ قَدْ كَمُلَ فِیْ عَظَمَتِهٖ وَالْحَلِیْمُ الَّذِیْ قَدْ كَمُلَ فِیْ حِلْمِهٖ وَالْعَلِیْمُ الَّذِیْ قَدْ كَمُلَ فِیْ عِلْمِهٖ وَالْحَكِیْمُ الَّذِیْ قَدْ كَمُلَ فِیْ حِكْمَتِهٖ . کہ وہ ایسا سردار اور بادشاہ ہے کہ اس پر سرداری ختم ہے۔ وہ اتنے شرف وعظمت والا ہے کہ اس سے آگے شرافت وعظمت کا کوئی درجہ نہیں۔ وہ ایسا عظیم ہے کہ اس کی عظمت کی کوئی مثال نہیں۔ وہ ایسا حلیم ہے کہ حلم اسکی ذات پر ختم ہے۔ ایسا علیم ہے کہ اس سے بڑا کوئی علیم نہیں ہے اور ایسا حکیم ہے کہ ساری حکمتیں اس پر ختم ہیں

شاہ عبدالقادرؒ جب اس لفظ کا ترجمہ کرنے لگے تو ہندی کا ایک لفظ استعمال کیا۔ ''نرادھار'' یعنی ایسی ذات جسے کسی کی محتاجی نہ ہو۔

رئیس المفسرین حضرت مولانا حسین علی الوانیؒ نے فرمایا وہ ذات جسکی طرف ہر ایک' ہر وقت' ہر چیز میں محتاج ہو اور وہ کسی کی طرف کسی وقت کسی چیز میں بھی محتاج نہ ہو۔

سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ نے پنجابی میں ترجمہ کیا یعنی وہ ذات جدے باجھوں کسے دا کوئی کم نہ ٹُرے۔ تے اُوہدا کم ہر کسے دے باجھوں پیا ٹُرے۔

گرامی قدر سامعین! ان تمام گزارشات کا لب لباب آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ صمد اس ذات کو کہتے ہیں جسے کسی چیز کی حاجت نہ ہو اور باقی سکو اسکی حاجت ہو۔ اس لیے اللہ تعالی نے فرمایا يَاأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللهِ وَاللهُ هُوَ الْغَنِيُّ (سورہ فاطر) کہ اے لوگو! تم سب اللہ کی طرف محتاج ہو اور وہ غنی ہے کسی کا محتاج نہیں ہے۔

لفظ "صَمَدْ" بول کر اللہ تعالی نے ان تمام فرقوں کا رد فرما دیا جو کسی نہ کسی شکل میں اللہ تعالی کی احتیاج، بے چارگی اور عجز کے قائل ہیں

اولاد کے قائل:

دنیا میں کچھ ایسے فرقے بھی ہیں جو اللہ تعالی کی اولاد اور اسکی جزئیت کے قائل ہیں۔ یہود ونصاریٰ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے اولاد بنا رکھی ہے۔ قرآن مجید نے انکی تردید فرمائی ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ ذَالِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ (سورہ التوبہ) یہودی کہتے ہیں کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے ہیں۔ یہ انکے منہ کی باتیں ہیں۔ پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کیا کرتے تھے۔ یہ بھی انہی کی ریس کرنے لگے۔ خدا انکو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔

مشرکین مکہ بھی اسی قسم کے عقائد رکھتے تھے۔ وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں تصور کرتے تھے۔ اللہ تعالی نے انکی بھی تردید فرمائی وَ جَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِيْنَ

هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا (سورۃ زخرف) اور انھوں نے فرشتوں کو جو خدا کے بندے ہیں۔ خدا کی بیٹیاں مقرر کر لیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں تک فرمایا۔ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنَاتٍ وَّاَصْفٰکُمْ بِالْبَنِیْنَ (سورۃ زخرف) کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے خود تو بیٹیاں لے لیں اور تمھیں بیٹے چن کر دیے؟

ایک اور مقام پر انکی تردید کرتے ہوئے۔فرمایا وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اور انھوں نے اسکے بندوں میں سے اسکے جز بنا لیے۔

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ جنات بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ رشتہ داری رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انکی بھی تردید فرمائی۔ وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا (صافات) اور انہوں نے خدا میں اور جنوں میں رشتہ مقرر کر لیا۔

قرآن مجید کے اندر اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ بد کی سختی کے ساتھ تردید فرما دی ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ کی کوئی نسبی اولاد ہے اور نہ ہی اس نے کسی کو متبنیٰ یعنی نائب اور مختار بنایا ہے۔ یہ تو خدا تعالیٰ کی بڑی سخت توہین ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا لَقَدْ جِئْتُمْ شَیْئًا اِدًّا تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا وَمَا یَنْبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا (سورۃ مریم) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا ہے۔ یہ تم بڑی بری بات زبان پر لائے ہو۔ قریب ہے کہ اس افتراء سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کا بیٹا تجویز کر لیا ہے اور خدا تعالیٰ کو شایان نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے۔

ایک مقام پر فرمایا کہ وہ ہستیاں جنہیں تم خدا کی اولاد مانتے ہو وہ اس کے معزز بندے ہیں بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ

يَعْمَلُوْنَ (سورة انبیاء) وہ اس کے معزز بندے ہیں وہ تو اس کے آگے بڑھ کر بول بھی نہیں سکتے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرنے والے ہیں۔

حدیث پاک میں ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کَذَّبَنِیْ اِبْنُ آدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ ذَالِکَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ ذَالِکَ کہ ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور ابن آدم نے مجھے گالی دی حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جھٹلانا تو یہ ہے کہ اس نے دوبارہ اٹھنے کا انکار کر دیا۔ وَاَمَّا شَتْمُہٗ اِیَّایَ فَقَوْلُہٗ اتَّخَذَ اللہُ وَلَداً وَاَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لِّیْ کُفُواً اَحَدٌ (بخاری) اور اس کا گالی دینا یہ ہے کہ اس نے کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا بنا لیا ہے۔ حالانکہ میں احد ہوں۔ صمد ہوں نہ میں نے کسی کو جنا نہ مجھے کسی نے جنا اور نہ ہی میرا کوئی ہمسر ہے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور کا حصہ ہیں۔ یہ عقیدہ بھی اللہ تعالیٰ کی جزئیت کا ہے جو سراسر شرک ہے۔

اس قسم کے تمام فرقوں کی اللہ تعالیٰ نے اس ایک جملہ میں تردید فرمائی "لَمْ یَلِدْ" کہ اس کی کوئی اولاد اور جز نہیں ہے۔

اصل اور بنیاد کے قائلین:

بعض مادہ پرست اور فلاسفہ کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی اصل ہے، بنیاد ہے، جس سے وہ بنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کم از کم پہلے کچھ تو تھا جس سے خدا تعالیٰ بنا۔ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے پہلے ایک مادے کو تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اوّل ہے اس سے پہلے کچھ نہ تھا۔ وہ اپنے وجود کے لیے کسی مادے وغیرہ کا محتاج نہیں ہے۔ ایسے تمام فرقوں کی تردید کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوسرا جملہ ارشاد فرمایا "وَلَمْ یُوْلَدْ" کہ وہ کسی سے نہیں جنا گیا۔ کسی مادہ سے

نہیں بنا۔ اس کی اصل اور بنیاد کوئی چیز نہیں بن سکتی وہ تو واجب الوجود ہے۔

صفات میں مشابہت کے قائل:

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو خدا تعالیٰ کی برابری کے قائل ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کچھ ہستیاں اللہ تعالیٰ جیسا علم رکھتی ہیں۔ وہ بھی اس کی طرح حاضر ناظر ہیں۔ وہ بھی اس کی طرح مختار کل ہیں۔ آخری جملہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے تمام فرقوں کی تردید فرما دی۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کہ اس کا کوئی ہمسر اور برابری کرنیوالا نہیں ہے۔ "كُفُوً" کا معنی ہوتا ہے"اس کے جوڑ کا" نکاح وشادی کے معاملہ میں عموماً یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی بھی برابری کرنیوالا یا ہم جنس نہیں ہے۔ نہ تو اس کی ذات میں کوئی اسکی برابری کرنے والا ہے، نہ صفات میں اور نہ اختیارات میں۔ وہ ہر لحاظ سے یکتا اور بے ہمتا ہے۔ اس کی کوئی مثل نہیں ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ.

یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت میں کوئی اسکا مماثل نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس نے اپنی خاص صفات کسی کو عطاء فرمائی ہیں۔ مخلوق کی جتنی بھی صفات ہیں وہ سب عارضی، ناقص اور ماتحت الاسباب ہیں اور اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات دائمی حقیقی اور کامل ومکمل ہیں۔ وہ کسی معاملہ میں بھی کسی سبب کا محتاج نہیں ہے۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں اس مختصر سی سورت کے اندر اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنا جامع مانع تعارف کرا دیا ہے اور توحید الٰہی کے متعلق قیامت تک ہونے والے ہر باطل فرقے کا مکمل رد فرما دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس سورت کے مطابق عقیدہ بنانے اور پھر اس پر عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)

۲۰:- آیۃ الکرسی

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَاءِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ. اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ. لَہٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَابَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖ اِلَّا بِمَاشَاءَ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا وَ ھُوَالْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ.

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم.

گرامی قدر سامعین! سورۃ بقرہ کی ایک آیت کریمہ آپکے سامنے تلاوت کی گئی ہے جسے آیت الکرسی کہا جاتا ہے

عظیم آیت :

قرآن مجید کی ۶۲۳۶ آیات میں سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو خصوصی عظمت وشان عطا فرمائی ہے پیغمبر ﷺ نے ایک دفعہ سیدنا حضرت ابی بن کعبؓ سے امتحاناً سوال فرمایا کہ اَیُّ آیَۃٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ مَعَکَ اَعْظَمُ؟ کہ تیرے نزدیک قرآن مجید میں سے سب سے زیادہ عظمت وشان والی آیت کونسی ہے؟ حضرت اُبیؓ نے عرض کیا "اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ" کہ اللہ تعالی اور اسکے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے دوبارہ یہی سوال فرمایا۔ حضرت اُبیؓ نے پھر یہی جواب دیا آپ نے سہ بارہ یہی سوال کیا۔ اَیُّ آیَۃٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ مَعَکَ

اَعْظَمُ؟ حضرت اُبیؓ ۔نے سوچا اور خوب سوچا اور پھر عرض کی یا رسولُ اللہ! میری سوچ اور سمجھ کے مطابق تو آیت الکرسی سب سے عظمت والی آیت ہے۔ آپ کا رخ انور یہ جواب سن کر چمک اٹھا اور آپ نے انتہائی خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا اور اپنا دست مبارک انکے سینے پر رکھا اور فرمایا لِیَهْنِکَ الْعِلْمُ یَا اَبَا الْمُنْذِرْ اے ابو المنذر (حضرت اُبی کی کنیت ہے) اللہ تجھے تیرا یہ علم مبارک کرے تو نے بالکل صحیح اور درست جواب دیا ہے۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ لَهَا لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ تُقَدِّسُ الْمَلِکَ عِنْدَ سَاقِ الْعَرْشِ. مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے زبان بھی عطا فرمائے گا اور ہونٹ بھی اور یہ اللہ کے عرش کے پایہ سے لگی ہوگی اور مالک حقیقی کی تقدیس بیان کرے گی۔

ایک حدیث پاک میں آپؐ نے فرمایا لِکُلِّ شَیْءٍ سَنَامٌ وَسَنَامُ الْقُرْآنِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَفِیْهَا آیَةٌ هِیَ سَیِّدَةُ آیِ الْقُرْآنِ "آیَةُ الْکُرْسِیِّ" کہ ہر چیز کی ایک چوٹی ہوتی ہے اور قرآن کی چوٹی سورۃ البقرہ ہے۔ اسمیں ایک آیت ہے جو قرآن مجید کی تمام آیات کی سردار ہے اور وہ آیۃ الکرسی ہے۔

ایک موقعہ پر آپؐ نے ارشاد فرمایا مَنْ قَرَأَ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوةٍ مَّکْتُوْبَةٍ آیَةَ الْکُرْسِیِّ لَمْ یَمْنَعْهُ مِنْ دُخُوْلِ الْجَنَّةِ اِلَّا اَنْ یَّمُوْتَ. کہ جو آدمی ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لے اسے موت کے سوا جنت سے روکنے والی کوئی چیز نہیں یعنی مرنے کے بعد ایسا شخص سیدھا جنت میں پہنچ جائیگا۔

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ یہ ایک آیت گویا کہ قران مجید کا چوتھائی حصہ ہے۔

ایک عجیب واقعہ:

کتب حدیث میں آیۃ الکرسی کی عظمت وشان کے سلسلہ میں حضرت سیدنا ابوہریرہؓ کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا گیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدقہ وخیرات کے مال کی حفاظت و چوکیداری مجھے سونپی۔ میں اس مال کا رات کے وقت پہرہ دے رہا تھا کہ ایک شخص چوری کرنے کیلئے آ گیا۔ جونہی وہ اس اناج اور طعام سے اپنا تھیلا بھر رہا تھا میری نظر اس پر پڑ گئی اور میں نے جا کر اسے پکڑ لیا۔ وہ شخص میری منت سماجت کرنے لگا مگر میں نے ایک ہی جواب دیا لَأَرْفَعَنَّکَ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کہ میں تجھے رسول اللہؐ کے سامنے پیش کروں گا۔ وہ مزید منت کرنے لگا کہ "دَعْنِیْ "مہربانی کر کے مجھے چھوڑ دیں۔ فَإِنِّیْ مُحْتَاجٌ وَعَلَيَّ عِيَالٌ وَلِيْ حَاجَةٌ شَدِيْدَةٌ کہ میں بڑا محتاج ہوں میرے چھوٹے چھوٹے بچے بھوکے ہیں۔ میں نے سخت مجبوری کی وجہ سے یہ حرکت کی ہے۔ آئندہ نہیں کرونگا۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ترس آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح کی نماز کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا مَا فَعَلَ أَسِيْرُکَ الْبَارِحَةَ کہ رات تیرے اس قیدی کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس نے منت سماجت کی تو میں نے رحم کر کے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اس نے جھوٹ بولا ہے خیال رکھنا آج پھر آئے گا "أَمَا إِنَّهُ قَدْ كَذَبَکَ وَ سَيَعُوْدُ".

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آج کی رات تو مجھے یقین تھا کہ وہ چور ضرور آئے گا۔ میں اسی کی تاڑ میں بیٹھا تھا کہ وہ آ گیا اور اسی طرح اناج وطعام چوری کرنے لگا۔ میں نے جھپٹ کر پکڑ لیا۔ اس نے پھر منت سماجت کرنا شروع

کر دی۔ اس نے کچھ اس انداز سے منت کی اور اپنی مجبوری ظاہر کی کی مجھے پھر ترس آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔

صبح پھر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوال فرمایا یَا اَبَاهُرَیْرَةَ مَافَعَلَ اَسِیْرُکَ الْبَارِحَةِ ابو ہریرہؓ! تیرے قیدی کا کیا بنا؟ میں نے پھر سارا واقعہ بیان کیا کہ آج کی رات تو پکا وعدہ کر گیا ہے کہ آئندہ ایسا کام نہ کروں گا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا پھر جھوٹ بول گیا ہے ذرا خیال رکھنا آج پھر آئے گا اسے چھوڑنا نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آج تیسری رات بھی میں اس کے انتظار میں تھا کہ وہ آ گیا اور چوری کرنے لگا۔ آج تو میں نے اسے سختی کے ساتھ پکڑ لیا اور اسے خوب دبوچ لیا اور کہا لَاَرْفَعَنَّکَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهٰذَا اٰخِرُ ثَلَاثِ مَرَّاتٍ اِنَّکَ تَزْعَمُ اَنْ لَّاتَعُوْدُ ثُمَّ تَعُوْدُ کہ آج تو میں تجھے ہرگز نہیں چھوڑوں گا ضرور بالضرور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ یہ تو آج تیسری اور آخری باری ہے روزانہ تو کہتا ہے کہ آئندہ نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے۔ وہ منتیں کرتا ہے مگر میں نے ایک نہ سنی۔ بالآخر وہ کہنے لگا کہ آج کی رات مجھے چھوڑ دے میں تجھے ایک کام کی بات بتاؤں گا۔ جو دین و دنیا کے اعتبار سے تیرے لیے سودمند ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دل میں سوچا کہ واقعی اگر کوئی دینی بات مل جائے تو میرے لیے زیادہ نفع مند ہوگی' چنانچہ میں نے اسے اس شرط پر چھوڑ دیا کہ وہ نفع مند بات مجھے بتا' وہ کیا ہے؟

وہ کہنے لگا کہ جب تم رات کو سونے کے لیے بستر پر آؤ تو آیۃ الکرسی پڑھ لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کیلئے ایک محافظ مقرر فرما دے گا اور پوری رات

شیاطین اور جنات تیرے قریب نہیں بھٹکیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ صبح پھر حضور ﷺ نے پوچھا مَافَعِلَ اَسِيْرُكَ الْبَارِحَةِ؟ کہ رات اس قیدی کا کیا بنا؟ تو میں نے ساری بات عرض کر دی کہ اس نے مجھے اس اس طرح آیۃ الکرسی کا وظیفہ بتایا اور میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اَمَا اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ کہ ہے تو وہ پرلے درجے کا جھوٹا مگر یہ ایک بات سچی کر گیا ہے۔ گویا آپ نے آیۃ الکرسی کی اس فضلیت کی تصدیق فرمادی۔

پھر آپؐ نے پوچھا اَتَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ اے ابو ہریرہؓ! کیا تو جانتا ہے کہ تین رات مسلسل آنے والا کون تھا؟ میں نے عرض کیا "لَا" کہ مجھے تو اسکی حقیقت کا علم نہیں۔ پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا "ذَاكَ شَيْطَانٌ" کہ یہ شیطان تھا جو جاتی دفعہ تجھے ایک کام کی بات بتا گیا اور اپنی کمزوری سے پردہ اٹھا گیا۔

گرامی قدر سامعین! اس واقعہ سے اندازہ لگائیں کہ دفع شیاطین کے لیے آیۃ الکرسی کتنی مفید ہے۔ اسی لیے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ بقرہ میں ایک عظیم آیت ہے لَا تُقْرَأُ فِيْ بَيْتٍ فِيْهِ شَيْطَانٌ اِلَّا خَرَجَ مِنْهُ کہ جسے آسیب والے گھر میں پڑھا جائے تو شیطان و آسیب وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔

اسمِ اعظم:

ایک موقعہ پر آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسم اعظم ان دو آیات میں ہے (۱) اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (۲) الٓمّٓ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ اسم اعظم تین سورتوں کے اندر ہے

(۱) سورۃ البقرہ۔ (۲) آل عمران۔ (۳) طٰہٰ۔

سورۃ بقرہ میں اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ میں اور آل عمران میں

الٓمٓ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ میں اور طٰہٰ میں وَعَنَتِ الْوُجُوْہُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ میں۔

اتنی عظمت کیوں؟

گرامی قدر سامعین! آپ یقیناً کہیں گے کہ اس آیت کی اتنی فضیلت و عظمت کیوں ہے؟ ذرا سوچیں تو یہ بات واضح ہے کہ اس کی عظمت اسی لیے ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور مسئلہ توحید بیان کیا گیا ہے۔ مسئلہ توحید کے اثبات کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس میں تقریباً دس دلائل بیان فرمائے ہیں ہر دلیل اتنی وزنی ہے کہ اس کا توڑ کوئی نہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک دعویٰ پیش فرما کر پھر اسے دلائل سے ثابت فرمایا ہے۔

آیۃ الکرسی کا دعویٰ:

آیۃ الکرسی کے پہلے جملے میں اس کا دعویٰ مذکور ہے اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ اور معبود نہیں۔ یہ وہی جملہ ہے جس کی دعوت ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام نے دی۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ (سورۃ انبیاء) یہی جملہ سارے دین اور ساری کتب کی روح اور جان ہے۔ جنت و جہنم کا معیار یہی کلمہ ہے۔ اسی کلمے کے پیچھے انبیاء کرامؑ نے ماریں کھائیں، ظلم و ستم سہے اور جانیں قربان فرمائیں۔

یہی وہ کلمہ ہے جس کے لیے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تقریباً ۲۷ مرتبہ کفار و مشرکین سے نبرد آزما ہوئے۔ اسی کلمہ کے پیچھے آپ کا رخ انور زخمی ہوا۔ اور دانت مبارک شہید ہوئے۔ اسی کلمہ کی اشاعت کے لیے آپؐ نے اپنا قیمتی خون پیش کیا اور سینکڑوں صحابہ کرامؓ کو شہید کرایا۔

قبل اس کے کہ میں اس دعویٰ پر دلائل پیش کروں اس کا معنی سمجھ لیں۔ ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یعنی عبادت کے لائق نہیں۔ اور آپ اسی کتاب میں پڑھ چکے ہیں کہ عبادت کسے کہتے ہیں' اور اس کی کتنی اقسام ہیں۔ تو اس ساری تحقیق کو سامنے رکھتے ہوئے ہم اس کا ترجمہ کریں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا عالم الغیب اور حاضر و ناظر کوئی نہیں۔ اس کے سوا مختار کل اور متصرّف فی الامُور کوئی نہیں۔ اس کے سوا دُعاؤں کو سننے والا۔ حالات کو جاننے والا اور حالات کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ قیام' رکوع' سجدہ' طواف صرف اور صرف اُسی کے لیے ہے۔ قربانی' نذر و نیاز اور منت منوتی کے لائق صرف وہی ذات ہے۔

ہمیں اپنی ہر حاجت' ہر مشکل میں صرف اُسی کو پکارنا چاہیے' اُسی کے آگے دامن پھیلانا چاہیے۔ امیدیں اُسی سے وابستہ رکھنی چاہئیں۔ نفع و نقصان کا مالک وہی ہے۔ ہر چیز کے خزانے اُسی کے پاس ہیں۔ اس کے سامنے کسی کو دم مارنے کی جرأت نہیں۔

(اس کلمے کی مزید اہمیت و تشریح اسی کتاب میں موجود ہے)۔

دلیل اول:

اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ وہ زبردستی نہیں منواتا بلکہ اپنے دعوے کے اثبات کے لئے دلائل پیش فرماتا ہے۔ آیۃ الکرسی میں بھی اس نے اپنی الوہیت و معبودیت کے حق میں دلائل بیان فرمائے ہیں۔ پہلی دلیل ہے "اَلْحَیُّ" یعنی میں معبود اور الٰہ بننے کے لائق اس لیے ہوں کہ میں ہمیشہ سے زندہ ہوں اور ہمیشہ زندہ رہوں گا۔ میرے اوپر کبھی موت نہ آئے گی كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (سورۃ رحمان) کہ اس دھرتی کی ہر شئے فانی ہے اور

باقی رہنے والی ذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے اسی دعویٰ اور اسی دلیل کو اس طرح بیان فرمایا ہے"وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا آخَرَ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ" (سورۃ القصص) کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور الٰہ کو نہ پکارو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آگے اس کی دلیل بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کُلُّ شَیْئٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ کہ اس کی ذات پاک کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ غور فرمائیں! یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت کے اثبات کے لیے اپنی بقاء کو بطور دلیل بیان فرمایا۔ اور سمجھا دیا کہ جو فانی اور ہالک ہو وہ الٰہ اور معبود نہیں ہو سکتا۔

ایک اور مقام پر اسی حقیقت کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ۔ (سورۃ نحل) کہ جن ہستیوں کو یہ لوگ خدا تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ کچھ بھی تو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں۔ وہ مُردے ہیں زندے نہیں ہیں اور انہیں تو اتنا بھی علم نہیں کہ وہ خود قبروں سے کب اٹھائے جائیں گے۔ تمہارا الٰہ اور معبود تو صرف ایک ہی ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی موت بیان کر کے اپنی الوہیت کو ثابت کیا ہے۔

گرامی قدر سامعین! آپ جانتے ہیں کہ موت سے کوئی بھی مستثنیٰ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں سے انبیاء کا درجہ و مقام زیادہ ہے جب ان پر بھی موت وارد ہوئی تو اور کون اس سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی مقصد کے لیے قرآن مجید میں بعض انبیاء کرامؑ کی موت کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (سورۃ زمر) کہ میرے

پیغمبر آپ بھی مرنیوالے ہیں اور یہ آپ کے دشمن بھی مرنے والے ہیں۔
اور آپ جانتے ہیں کہ جس پر موت آ جائے وہ حَیّ (زندہ) نہیں رہتا۔
اور جو حَیّ (زندہ) نہ ہو وہ معبود بننے کے لائق نہیں ہوسکتا۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر اسی حقیقت کا اعلان فرمایا تھا۔ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّداً فَإِنَّ مُحَمَّداً قَدْمَاتَ وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَإِنَّهُ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ. کہ جو آدمی تم میں سے حضرت محمدؐ کو معبود مانتا تھا وہ سن لے کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے۔ اور جو شخص ان کے رب کی عبادت کرنے والا ہے وہ جان لے کہ اس کا معبود زندہ ہے اس پر کبھی موت نہ آئے گی۔

حضرت ابوبکرؓ کا مقصد یہ تھا کہ آپ کی موت پر ہمیں حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہمیشہ زندہ رہنا تو معبود اور الٰہ کا خاصہ ہے۔ جب آپؐ ہمارے معبود اور الٰہ نہیں تھے تو پھر ہمیشہ زندہ بھی نہیں رہ سکتے۔ موت تو آپؐ پر لازماً آنی تھی اور وہ اب آ چکی ہے۔

دلیل دوم:

اللہ تعالیٰ کی معبودیت کی دوسری دلیل ہے "اَلْقَيُّوْمُ" کہ وہ خود بھی قائم ہے اور ساری کائنات کو وہی قائم رکھے ہوئے ہے۔ باقی ہر چیز اپنے قیام اور بقاء کے لیے اس کی محتاج ہے اور وہ خود بخود قائم ہے۔ الٰہ اور معبود تو وہ بن سکتا ہے جو خود اپنے وجود کو برقرار رکھ سکے۔ اور جو سر سے لیکر پاؤں تک محتاجیوں میں گھرے ہوئے ہوں وہ معبود بننے کے لائق نہیں ہیں۔ جو اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے وہ دوسروں کو کیا سنبھالے گا۔

دلیل سوم:

لَا تَأْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ کہ نہ اسے کبھی اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ نیند اور اونگھ کا آ جانا تھک جانے کی دلیل ہے۔ غافل ہو جانے کی دلیل ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ سونے والا آدمی دیکھ نہیں سکتا' سن نہیں سکتا' چکھ نہیں سکتا' سونگھ نہیں سکتا اور نہ ہی کسی چیز کو مس کر کے محسوس کر سکتا ہے۔ وہ تو اپنے وجود کو بھی نہیں سہار سکتا۔ اسے اپنے گردوپیش کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ تو اپنے حال سے بھی بے خبر ہوتا ہے۔ اور جسے اپنے حال کی خبر نہ ہو' جس پر تھکان' سستی اور غفلت طاری ہو جائے وہ معبود بننے کے لائق نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نیند تو نیند رہی مجھے تو اونگھ بھی کبھی نہیں آئی۔

قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نیند اور بے خبری کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح اصحاب کہف کا واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان سات ولیوں کو نیند کیوجہ سے اپنے حال کی بھی خبر نہ رہی۔

کتب حدیث میں لیلۃ التعریس کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے صحابہ کرامؓ پر نیند کا اس طرح غلبہ ہوا کہ صبح کی نماز قضاء ہو گئی اور سورج طلوع ہو گیا۔ نیند کو موت کی چھوٹی بہن بھی کہا جاتا ہے۔ تو جس پر نیند طاری ہو جائے وہ الٰہ اور معبود نہیں ہو سکتا۔

دلیل چہارم:

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ یعنی زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے۔ ذرے ذرے پر بادشاہی اسی کی ہے۔ ساری کائنات پر کنٹرول رکھنے والا وہی ہے۔ وہ جو چاہے کرے اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔

لَا یُسْـَٔلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهُمْ یُسْـَٔلُوْنَ (سورۃ انبیاء) وہ کچھ بھی کرتا ہے اس کی پرسش نہیں گی اور جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی ان سے پرسش ہوگی۔

وہ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (سورۃ آل عمران)۔ جسے چاہے بادشاہی دے جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ (سورۃ آل عمران)۔

وہ جسے چاہے نفع دے جسے چاہے نقصان دے۔ وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ یُّرِدْکَ بِخَیْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (سورۃ یونس) اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کو دور کرنیوالا کوئی نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو روکنے ولا بھی کوئی نہیں۔

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالیٰ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ الٰہ اور معبود وہی ہونا چاہیے جس کے ہاتھ میں ذرہ ذرہ کی بادشاہی اور اختیار ہو۔ اور جنہیں تم پکار رہے ہو ان کے پاس تو کچھ بھی اختیار نہیں ہے۔ وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاءُ وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ (سورۃ القصص) اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور ہر قسم کا اختیار رکھتا ہے جنہیں تم نے الٰہ اور معبود سمجھ رکھا ہے وہ تو کسی شئے کا بھی اختیار نہیں رکھتے۔

ان کی تو یہ حالت ہے وَاِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْئًا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ (سورۃ حج) کہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اس کو واپس نہیں لوٹا سکتے۔

ان کی تو یہ حالت ہے وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ (سورۃ فاطر) کہ جنہیں تم پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں۔

ان کی تو یہ حالت ہے لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ (سورۃ سباء) وہ تو زمین وآسمان میں ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔ الٰہ اور معبود تو وہ ہونا چاہیے جس کے پاس ذرے ذرے کا اختیار ہو اور وہ ایک ہی ذات ہے جسے اللہ کہا جاتا ہے۔

دلیل پنجم:

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کے لیے اس کے سامنے لب کھول سکے۔ یعنی اس کا جلال، عظمت اور ہیبت اتنی ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے کوئی اس کے سامنے بول بھی نہیں سکتا۔

حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو لپیٹ کر اپنی مٹھی میں لے لے گا اور پھر اعلان فرمائے گا لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ؟ بتاؤ آج بادشاہی کس کی ہے؟ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ کہاں ہیں دنیا کے بادشاہ؟ أَيْنَ الْجَبَابِرَةُ؟ کہاں ہیں سپر طاقتیں؟ صورت حال یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کی وجہ سے میدان حشر میں موجود ساری خلقت پر لرزہ طاری ہوگا اور کوئی بھی جواب نہ دے سکے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ خود ہی فرمائیں گے لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ کہ آج اکیلے اور زبردست اللہ کی بادشاہی ہے۔

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (سورۃ نباء) کہ جس دن روح الامین اور دیگر فرشتے بھی اس کے سامنے صف باندھ کر کھڑے ہونگے اور اس کی اجازت کے سوا کوئی بول بھی نہ سکے گا۔ بولے گا وہی جسے اجازت دی جائے گی اور بولنے اور سفارش کرنے کی اجازت اسے ہی دی جائے

گی جس نے دنیا میں کلمہ توحید کا اقرار کیا ہوگا۔

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْضٰى (سورۃ نجم) اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اس وقت کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے اجازت بخشے اور سفارش پسند کرے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا (زمر) اے پیغمبر اعلان فرما دیجیے کہ درحقیقت ساری سفارش تو خدا ہی کے قبضے میں ہے۔

گرامی قدر سامعین! قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر مسئلہ شفاعت بیان فرمایا ہے اور اس بات کا واضح اعلان کیا ہے کہ بغیر اذن الٰہی کوئی کسی کی سفارش نہ کرے گا۔

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کا یہ عقیدہ تھا اور ہے کہ کچھ ہستیاں اللہ تعالیٰ کو اتنی محبوب ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی محبت کی وجہ سے ان کی بات نہیں ٹال سکتا۔ یعنی ان کی محبت اور ان کے ساتھ گہرا تعلق ہونے کی وجہ سے ان کی بات ماننے پر مجبور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی شفاعت (شفاعت قہری) کی نفی فرمائی ہے۔ باقی شفاعت باذن اللہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے گنہ گار امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کو شرف قبولیت سے نوازے گا۔ اسی طرح قیامت والے دن دیگر انبیاء کرامؑ، شہداء عظامؒ اولیاء الرحمانؒ بھی شفاعت کریں گے۔

بلکہ حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن حافظ قرآن بھی شفاعت کرے گا' بلکہ معصوم بچے بھی والدین کی شفارش کریں گے۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ قیامت والے دن شفاعت اسی کے حق میں ہو سکے گی جو موحد ہوگا یعنی جس کا

ایمان وعقیدہ درست ہوگا کسی مشرک کے لیے شفاعت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم گنہ گاروں کو شفاعت محمدیؐ نصیب فرمائے۔(آمین)

دلیل ششم:

یَعْلَمُ مَابَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَاشَآءَ کہ جو کچھ مخلوق کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اور وہ اسکی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی علمی احاطہ نہیں کر سکتے۔ مگر جسقدر وہ چاہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور معبودیت کے اثبات کے لیے چھٹی دلیل ہے۔ ساری مخلوق کے اگلے پچھلے سب حالات کو جاننے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے یعنی جَمِیْعُ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کا علم وہی رکھتا ہے۔ اور کسی ایک شئے کا بھی کسی کو علم محیط حاصل نہیں ہے۔ علم محیط کا مطلب یہ ہے کہ اس چیز کے متعلق جو بھی سوال کیا جائے اس کا جواب وہ جانتا ہو اور یہ صرف اور صرف الٰہ کا خاصہ ہے مخلوق میں سے کسی کو ایک تنکے کا بھی علم محیط حاصل نہیں ہے۔ مخلوق کا جتنا بھی علم ہے وہ سب ماتحت الاسباب ہے اور جزوی ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں اس لیے تمہارا الٰہ اور معبود ہوں کہ میں ذرے ذرے کا علم رکھتا ہوں عالم الغیب صرف اور صرف میں ہی ہوں۔ لہٰذا الٰہ اور معبود بھی مجھے تسلیم کرو۔ ارشاد ربانی ہے قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ (سورۃ نمل) اے پیغمبرﷺ آپ اعلان فرما دیں کہ جو کوئی بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ غیب نہیں جانتا مگر صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہﷺ کی زبانی اعلان

کروایا قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَائِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ (سورۃ انعام)
آپ فرما دیں کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جانتا ہوں۔

گرامی قدر سامعین! غور فرمائیں اگر اللہ تعالیٰ کسی ہستی کو علم غیب کلی عطاء فرماتا تو یقیناً اپنے سب سے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو عطاء فرماتا اور جب اس نے آپ کو بھی علم غیب کلی عطاء نہیں فرمایا تو یقیناً کسی اور کو بھی عطاء نہیں فرمایا۔

ہمارے اس دعویٰ پر قرآن مجید کی بیسیوں آیات شاہد ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے بیسیوں واقعات کتب حدیث میں موجود ہیں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے غیب کا تفصیلی علم عطاء نہیں فرمایا۔

بے شک آپؐ نے غیب کی بہت سی خبریں دی ہیں گزشتہ اور آئندہ ہونے والے واقعات و حوادثات سے امت کو آگاہ فرمایا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بتایا ہے اور یہ سب جزوی علم ہے۔ ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں رکھتا۔

خدا جتنا چاہے جتا دیتا ہے — وہی جتنا چاہے بتا دیتا ہے
وہ غالب نہیں کرتا کل غیب پر — نبی ہو ولی ہو فرشتہ اگر

دلیل ہفتم:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ کہ اسکی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے۔

کرسی کیا ہے؟

علما کرام نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نشست و برخاست اور حیز و مکان سے بالا تر ہے۔ اس قسم کی آیات کو اپنے معاملات پر قیاس نہ کیا جائے۔ اسکی کیفیت وحقیقت کا ادراک انسانی عقل سے بالا تر ہے۔

البتہ بعض روایات میں ہے کہ عرش اور کرسی اللہ تعالے کی عظیم الشان مخلوق ہیں۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ کے سوال کرنے پر پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام نے کرسی کی وسعت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرَضُوْنَ السَّبْعُ عِنْدَ الْکُرْسِیِّ اِلَّا کَحَلْقَۃٍ مُلْقَاۃٍ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ وَاِنَّ فَضْلَ الْعَرْشِ عَلَی الْکُرْسِیِّ کَفَضْلِ الْفَلَاۃِ عَلٰی تِلْکَ الْحَلْقَۃِ۔ کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جسکے قبضے میں میری جان ہے کہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کی مثال کرسی کے سامنے ایسی ہے جیسے کسی بڑے لمبے چوڑے صحرا کے مقابلے میں ایک حلقہ انگشتری ہو۔ اور پھر عرش کے مقابلے میں کرسی کی حیثیت بھی اس طرح ہے جس طرح ایک وسیع و عریض میدان کے مقابلے میں انگوٹھی کا حلقہ ہو۔

گرامی قدر سامعین! اس مثال سے آپ کرسی اور عرش کی وسعت کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور پھر اس سے عظمت الٰہی کا تصور کریں۔

بعض علماء و مفسرین نے بیان فرمایا ہے کہ یہ کنایہ ہے اقتدار باری تعالے کا۔ یعنی اللہ تعالے کا اقتدار و حکومت آسمان و زمین کے تمام اطراف و اکناف پر حاوی ہے ایک ذرہ بھی اسکے اقتدار سے باہر نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرمایا کہ اس سے مراد اسکا علم ہے یعنی اسکا علم آسمان وزمین کو محیط ہے۔

بعض نے اس سے مراد اسکی قدرت لی ہے۔ مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالے کا علم' اسکی قدرت' اسکا اقتدار سب زمین وآسمان پر حاوی ہے۔

گرامی قدر سامعین! اللہ تعالے یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ جب ذرے ذرے پر میرا اقتدار ہے تو پھر الٰہ اور معبود بھی مجھے مانو۔

دلیل ھشتم:

وَلَا یَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا یعنی اس کو زمین وآسمان کی حفاظت تھکا نہیں سکتی۔ یعنی آسمان وزمین کے نظام کی نگرانی اسکے لئے انتہائی آسان ہے۔ اَیْ لَا یُثْقِلُهٗ وَلَایَکْرُثُهٗ حِفْظُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ کہ زمین وآسمان کی حفاظت اسکے لیے ثقیل نہیں ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا طاقتور آدمی بھی کام کرتے کرتے بالآخر تھک جاتا ہے۔ اور آرام کرنے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو تھک کر آرام کرنے پر مجبور ہو جائے وہ الٰہ اور معبود نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالےٰ یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میری الوہیت اور معبودیت کی دلیل یہ ہے۔ کہ میں اتنے بڑے نظام کو چلاتے ہوئے ذرہ برابر نہیں تھکتا۔

دلیل نھم:

اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت کے اثبات کے لیے نویں دلیل یہ دی ہے وَهُوَ الْعَلِیُّ کہ وہ ذات انتہائی بلند ہے' برتر ہے۔ قدر و منزلت کے اعتبار سے بھی بلند ہے۔ اور اپنی قدرت وسلطنت کے اعتبار سے بھی بلند ترین ہے۔

ہر لحاظ سے وہ اتنا بلند ہے کہ تمام بلندیاں اور رفعتیں اس پر ختم ہیں۔ نہ اس کی کنہ اور حقیقت کو ہم کما حقہٗ جان سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی تعریف وتوصیف کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ وہ خیال و قیاس اور گمان سے برتر ہے۔ اَلْمُتَعَالُ عَنِ

الْاَنْدَادِ وَالْاَشْبَاهِ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ فِى الذَّاتِ وَ لَا فِىْ شَيْءٍ مِنَ الصِّفَاتِ۔ وہ شریکوں سے بلند و برتر ہے اس کی شبیہ اور مثل کوئی نہیں۔ نہ تو ذات میں اسکا کوئی مماثل ہے اور نہ ہی صفات میں۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ کسی لحاظ سے بھی اس کی برابری کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

دلیلِ دھم:

اَلْعَظِيْمُ کہ وہ انتہائی عظمت والا ہے۔ یہ اللہ تعالے کی الوہیت کے لیے دسویں اور آخری دلیل ہے۔ یعنی وہ اللہ تعالی انتہائی عظیم ہے انتہائی قابل تعظیم ہے۔ ساری دنیا اس کی تعظیم کرتی ہے۔ اس کی شان سب سے بلند ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لوگو! جب علی اور عظیم میں ہی ہوں تو پھر الٰہ معبود بھی مجھے مانو۔ باقی ساری دنیا میری سامنے پست اور حقیر ہے۔ میرے سامنے محتاج اور فقیر ہے۔ ساری کائنات کا ایک ایک ذرہ میرے ماتحت ہے اور میں سب سے برتر و بلند مرتبہ و شان رکھتا ہوں اس لیے میں ہی تمھارا معبود اور الٰہ ہوں۔

آگے فرمایا کہ لوگو! اب یہ مسئلہ توحید دلائل و براہین سے واضح ہوگیا۔ یہی میری رحمت اور حکمت ہے کہ میں دلائل دے کر منوانا چاہتا ہوں جبر و اکراہ سے نہیں منوانا چاہتا۔ لَا اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ رشد و ہدایت گمراہی اور ضلالت سے واضح طور پر علیحدہ ہو چکی ہے۔ جو شخص ماسوی اللہ کی الوہیت سے انکار کر کے صرف اللہ کی الوہیت کو تسلیم کر لے اس نے گویا ایک ایسا کنڈا پکڑ لیا ہے جو ٹوٹنے والا نہیں (یعنی وہ یقیناً کامیاب ہو گیا) اور اللہ تعالے سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

اللہ تعالے ہمیں آیۃ الکرسی والے عقیدے اور ایمان پہ مضبوطی عطاء فرمائے آمین!

مِصبَاحُ الخُطبَاء

(جلد دوم)

آپ کی دعاؤں سے عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے۔ ان شاء اللہ

عُنوانات

نمبر	عنوان	نمبر	عنوان
۱	محبتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۱۴	شانِ فاروق اعظمؓ (I)
۲	عظمتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۱۵	شانِ فاروق اعظمؓ (II)
۳	عبدیتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۱۶	شانِ عثمان غنیؓ (I)
۴	جمالِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۱۷	شانِ عثمان غنیؓ (II)
۵	فقرِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۱۸	شانِ علیؓ (I)
۶	صلوٰۃِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۱۹	شانِ علیؓ (II)
۷	معجزاتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۲۰	شانِ عائشہ صدیقہؓ
۸	نورانیتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۲۱	شانِ معاویہؓ
۹	انقلابِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۲۲	شانِ حسنینؓ
۱۰	اطاعتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۲۳	شانِ صحابہؓ
۱۱	وفاتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم	۲۴	مقامِ ابوحنیفہؒ
۱۲	شانِ صدیق اکبرؓ (I)	۲۵	شانِ اولیاء اللہؒ
۱۳	شانِ صدیق اکبرؓ (II)		

حکیم عبدالخالق کی دیگر قابل قدر کتب

ضرور پڑھیے

جواهر التاریخ الاسلامی: تاریخ اسلامی کے سینکڑوں دلچسپ، عبرت انگیز اور ایمان افروز واقعات کا حسین اور بے مثال مجموعہ۔
مقررین اور خطباء کے لیے ایک انمول خزینہ۔

صراط مستقیم: عبادت کا معنیٰ اور مفہوم بڑے احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔
حضرۃ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ کی تقریظ سے مزین ہے

شجرہ بدعات: مروجہ بدعات کی تردید انتہائی مدلل انداز میں کی گئی ہے۔
پسند فرمودہ: پیر طریقت حضرۃ مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ۔

شرک کیا ہے؟ اور بدعت کیا ہے؟ شرک اور بدعت کا تعارف و تردید انتہائی مؤثر انداز میں پیش کی گئی ہے۔ مسئلہ الہٰ، مسئلہ علم غیب، مسئلہ حاضر و ناظر، مسئلہ مختار کل، مسئلہ عدم سماع موتیٰ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔
خطیب خانہ کعبہ فضیلۃ الشیخ مولانا محمد مکی حجازی مدظلہ کی تقریظ سے مزین ہے۔

سیدنا معاویہؓ: حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا تعارف و مقام انتہائی جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ عاشقان صحابہؓ کے لیے انمول تحفہ ہے۔

مقام ابوحنیفہؒ: سراج الامت امام ابوحنیفہؒ کا تعارف، علمی کمالات اور انکی ذات سے متعلق شبہات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ انتہائی جامع اور مفید رسالہ ہے۔

احکام نماز: نماز کے متعلق احناف کے دلائل احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔

عورت کی نماز: عورتوں کی نماز سے متعلق جملہ مسائل وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں۔ مبتدی طالبات کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔ طالبات کے اکثر دینی مدارس میں یہ کتاب بطور نصاب شامل ہے (خوبصورت ٹائٹل۔ پاکٹ سائز)

ایصال ثواب کے مسائل: ایصال ثواب سے متعلق انتہائی اہم مسائل (جنکا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے) بیان کئے گئے ہیں۔ ایصال ثواب کا آسان ترین طریقہ پیش کیا گیا ہے۔

رسول اکرم کی نماز: نماز کے متعلق احناف کے دلائل احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں چار رنگہ خوبصورت اشتہار پر شائع کیے گئے ہیں۔ اہل السنت والجماعت کی ہر مسجد میں یہ اشتہار فریم شدہ آویزاں ہونا چاہیے۔ (اشتہار ہذا مفت فراہم کیا جاتا ہے)

نماز سنت کے مطابق پڑھیے: نماز کی جملہ ہیئات کی ادائیگی کا مسنون طریقہ چار رنگہ خوبصورت اشتہار پر شائع کیا گیا ہے۔ یہ اشتہار ہر مسجد کی زینت ہونا چاہیے۔ (اشتہار ہذا مفت فراہم کیا جاتا ہے)

تعجب ہے

ب ھے اس انسان پر جونماز میں ایاک نعبدو ایاک نستعین بھی پڑھتا ہے اور
راللہ کی سورو پکار بھی کرتا ہے۔

ب ھے اس شخص پر جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت کا دم
بھرتا ہے اور پھر آپ کی اتباع سے منہ موڑ کر بدعات کا ارتکاب بھی کرتا ہے۔

ب ھے اس شخص پر جو قرآن مجید کو کلام اللہ اور نور ہدایت بھی مانتا ہے اور
ں قرآن سے بدکتا اور دور بھی بھاگتا ہے۔

ب ھے اس مسلمان پر جو اپنے مالک کا بلاوا (اذان) بھی سنتا ہے اور پھر
کے گھر میں حاضر نہیں ہوتا۔

ب ھے اس پر جو شیطان کو اپنا ازلی دشمن بھی مانتا ہے اور پھر اس کی
ت بھی کرتا ہے۔

ب ھے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر اس کی طرف رغبت رکھتا ہے۔

ب ھے اس مسلمان پر جو جنت ودوزخ کو حق جانتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کی
نی بھی کرتا ہے۔

سب سے بڑھ کر تعجب ہے

س پر جو ان سب چیزوں کو پڑھتا' سنتا اور دیکھتا ہے اور پھر ان سے
نصیحت حاصل نہیں کرتا۔

علامہ حکیم عبد الخالق صاحب مدظلہ
کی دیگر قابل قدر کتب



مکتبۃ البشیر
جامعہ عربیہ مصباح العلوم حرشاب